فرائدِ قاسمیہ

قاسم العلوم والمعارف حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

کے

غیر مطبوعہ مضامین کا ایک نادر مجموعہ

جمع کردہ

حضرت مولانا حافظ سید عبدالغنی پھلاودی رحمۃ اللہ علیہ

مقدمہ و تعارف

(حضرت) مولانا مفتی نسیم احمد فریدی امروہی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ادارہ ادبیاتِ دلی - گلی قاسم جان دلی

۱۴۰۰ھ —— ۱۹۸۰ء

فرائدِ قاسمیہ

قاسم العلوم والمعارف حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے غیر مطبوعہ مضامین کا ایک نادر مجموعہ

جمع کردہ: حضرت مولانا سید عبدالغنی پھلاودیؒ

مقدمہ وتعارف

حضرت مولانا مفتی نسیم احمد فریدی امروہی

پیشکش: طوبیٰ ریسرچ لائبریری

بعنایت وشکریہ: مولانا حبیب اللہ اختر، مولانا عبدالجبار صاحب

toobaa-elibrary.blogspot.com

فرائدِ قاسمیہؒ

قاسم العلوم والمعارف حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

کے

غیر مطبوعہ مضامین کا ایک نادر مجموعہ

جمع کردہ

حضرت مولانا حافظ سید عبدالغنی پھلاودی رحمۃ اللہ علیہ

مقدمہ و تعارف

(حضرت) مولانا مفتی نسیم احمد فریدی امروہی

ادارہ ادبیاتِ دلی - گلی قاسم جان دلی

۱۴۰۰ھ —— ۱۹۸۰ء

toobaa-elibrary.blogspot.com

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

مقدمہ و تعارف

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

فرائدِ قاسمیہ کا یہ نسخہ قطب الوقت حضرت مولانا حافظ حاجی سید عبدالغنی صاحب پھلاودیؒ کے کتب خانہ کا ایک نادر قلمی نسخہ ہے۔ مولانا حافظ سید عبدالغنی پھلاودیؒ ایک جامع کمالات اور اعلیٰ صفات کے بزرگ تھے۔ ان کے حالات میں ایک مستقل کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ اس وقت میں ان کے مختصر حالات پیش کر رہا ہوں تاکہ فرائدِ قاسمیہ کی اہمیت سامنے آجائے۔

حضرت مولانا حافظ سید عبدالغنیؒ پھلاودہ تحصیل موانہ ضلع میرٹھ کے باشندے تھے آپ کا خاندان سادات رضویہ کا ایک مشہور و معروف خاندان ہے۔ آپ کی پیدائش ۴ ذی قعدہ ۱۲۶۸ھ مطابق ۹ اگست ۱۸۵۲ء بروز جمعہ ہوئی۔ آپ کا تاریخی نام محمد عُبید الغنی تھا۔

مولانا حافظ سید عبدالغنی صاحبؒ نے ابتدائی تعلیم کن اساتذہ سے حاصل کی اس کی پوری تفصیل معلوم نہیں ہوسکی۔ قاسم العلوم والمعارف حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے بھی آپ کا علمی و روحانی تعلق تھا جس زمانے میں حضرت مولانا نانوتویؒ کا قیام میرٹھ میں تھا، غالباً حافظ صاحبؒ نے اسی زمانے میں حضرتؒ سے تعلیم حاصل کی ہوگی۔ آپ نے کس سنہ میں اور کتنے عرصے تک تعلیم پائی اس کا پتا نہ چل سکا۔ حضرت نانوتویؒ کے بہت سے خطوط آپ کے نام ہیں جن سے آپ کے اور حضرت نانوتویؒ کے ______ علمی و روحانی روابط کا پتا چلتا ہے۔ مولانا حافظ عبدالغنیؒ اردو اور فارسی کے ایک بہترین اور بلند پایہ ادیب و شاعر تھے حافظؔ تخلص کرتے تھے۔ آپ کی نثر و نظم کے دو مجموعے کتب خانہ پھلاودہ میں موجود ہیں جو شائع نہیں ہوسکے۔ ان میں علاوہ ادبی خوبیوں کے تاریخی سرمایہ بھی موجود

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے۔ آپ نے اپنی تمام عمر تکمیل سلوک، تزکیۂ نفس اور تعلیم و تدوین علومِ دینیہ میں گزاری۔ آخر عمر میں بصارت جاتی رہی تھی مگر تمام علوم و فنونِ متداولہ مستحضر تھے۔

حضرت مولانا نانوتوی رحؒ کے تلمیذِ رشید رأس الاذکیاء حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہی رحؒ خورجہ، دہلی وغیرہ میں تعلیم دینے کے بعد ۱۲۹۶ھ (۱۸۷۹ء) میں مدرسہ شاہی مرادآباد کے سب سے پہلے صدر المدرسین ہوئے۔ جب ۴۔ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ (۱۸۸۰ء) میں حضرت نانوتوی رحؒ کی وفات ہوئی تو حضرت مولانا حافظ عبد الرحمٰن صدیقی مفتی امروہی رحؒ، جنھوں نے ترمذی شریف مسجد چھتہ دیوبند میں حضرت نانوتوی رحؒ سے پڑھی تھی اور جو دارالعلوم دیوبند کے فرزندانِ قدیم میں سے تھے، مدرسہ شاہی مرادآباد چلے گئے اور وہاں حضرت امروہی رحؒ کے حلقۂ درس میں شامل ہو گئے تھے۔ ۱۳۰۱ ہجری (۱۸۸۴ء) میں مولانا حافظ عبد الرحمٰن صاحب امروہی رحؒ کو مدرسہ شاہی سے سندِ فراغ ملی۔ غالباً حضرت حافظ سید عبد الغنی رحؒ کو بھی اسی سنہ میں مدرسہ شاہی سے سندِ فراغت ملی ہے۔ جب ۱۳۰۳ھ (۱۸۸۶ء) میں مدرسہ شاہی سے ترکِ تعلق کر کے حضرت امروہی رحؒ نے اپنے وطن امروہہ میں مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد قائم کیا تو مولانا حافظ عبد الرحمٰن صاحب صدیقی اور مولانا حافظ سید عبد الغنی پھلاؤدی دونوں اس مدرسہ کے مدرس ہوئے۔ کئی سال اس مدرسۂ امروہہ میں حضرت پھلاؤدی رحؒ نے درس دیا۔ حافظ صاحب پھلاؤدی کے قیامِ امروہہ کے زمانے میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا مکہ معظمہ سے آیا ہوا ایک مکتوبِ گرامی پھلاؤدہ میں موجود ہے، جو مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ کے پتے پر حضرت حافظ صاحب پھلاؤدی رحؒ کو بھیجا گیا ہے۔ اس مکتوب میں حضرت حاجی صاحب رحؒ نے اس مدرسہ اسلامیہ کے حق میں دعائے خیر تحریر فرمائی ہے۔

حضرت مولانا نانوتوی رحؒ اور حضرت مولانا امروہی رحؒ سے حضرت پھلاؤدی رحؒ کا جو تعلق تھا اس کا پورا پورا علم اُن خطوط سے ہوتا ہے جو دونوں بزرگوں نے مولانا پھلاؤدی رحؒ کو تحریر فرمائے ہیں۔ نیز اُس مجموعۂ نظم و نثر سے بھی ہوتا ہے جو حضرت حافظ صاحب پھلاؤدی کے ذہن و فکر کا بہترین نتیجہ ہے اور ادبی نقطۂ نگاہ سے ایک عظیم سرمایہ ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا امروہی رحؒ کے مرسلہ مکتوبات بنام حضرت حافظ صاحب پھلاؤدی بڑی تعداد میں ہیں جن میں سَو سے زائد پوسٹ کارڈ ہیں اور کچھ کم پچاس لفافے ہیں۔ یہ خطوط حضرت مولانا نانوتوی رحؒ کے زمانۂ حیات کے آخری حصّہ سے لے کر حضرت مولانا امروہی رحؒ کی وفات تک کے ہیں۔ یہ مجموعہ بھی ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس میں ۱۲۹۳ھ (۱۸۷۶ء) سے لے کر حضرت امروہی رحؒ کی وفات کے قریبی زمانے تک کے خطوط میں امروہہ، مرادآباد، دیوبند، گنگوہ وغیرہ کے بزرگوں کا ذکر ہے اور اُس زمانے کے اہم واقعات کا تذکرہ ملتا ہے۔ یہ خطوط بھی اگر شائع ہو جائیں تو معلومات کی بہت سی راہیں کھلیں گی۔ حضرت حافظ صاحب رحؒ کو حضرت نانوتوی رحؒ اور حضرت امروہی رحؒ سے محبت کا وہ مقام حاصل تھا جسے عشق کہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں دو چار باتیں عرض کرتا ہوں:

حضرت نانوتوی رحؒ نے مطبع مجتبائی کے حمائل کی تصحیح کی تھی۔ حافظ صاحب اسی حمائل سے تلاوتِ قرآن کرتے تھے اور اس کے غلاف پر اپنے قلم سے ان کا یہ شعر لکھا ہوا ہے:

کرد تصحیح حضرتِ قاسم ‏ ‏ ‏ ‏ ایں حمائل کہ حرزِ جانِ من است

حضرت نانوتوی رحؒ کی تمام مطبوعات کا ذخیرہ اُن کے کتب خانے میں موجود ہے، جن میں وہ اڈیشن بھی ہیں جن کا وجود بہت کم کتب خانوں میں پایا جاتا ہے۔ حضرت پھلاؤدی رحؒ کو یہ فکر رہتی تھی کہ حضرت کی وہ تحریریں جو طبع نہیں ہوئیں ان کو جمع کر لیں۔ آبِ حیات مصنفہ حضرت نانوتوی رحؒ میں سے چند اوراق کتابت و طباعت کے دقّت و دقیق مضمون پر مشتمل ہونے کی بنا پر اس زمانے کے بعض بزرگوں کے مشورے سے نکال دیے گئے تھے۔ حضرت حافظ صاحب رحؒ کو ان اوراقِ مستخرجہ کے حاصل کرنے کی مدتوں جستجو اور فکر رہی۔ وہ اپنے ایک مکتوب میں بھی جو حضرت امروہی رحؒ کے نام ہے خاص طور پر ان اوراقِ مستخرجہ کا ذکر کرتے ہیں۔

آپ حضرت نانوتوی رحؒ کی ہر چھوٹی اور بڑی غیر مطبوعہ تحریر کو نہایت ہی کوشش اور تلاش سے حاصل کر کے جمع کرتے رہے اور اس مجموعے کا نام "زائدِ قاسمیہ" رکھا۔

یہ فرائدِ قاسمیہ درحقیقت علمی جواہرات کا ایک بیش بہا ذخیرہ ہے۔ اس میں وہ تحریریں ہیں جو حضرت کی مطبوعہ تصنیفات وتالیفات کے علاوہ ہیں، اور میرے علم میں ان میں کی کوئی تحریر بھی ایسی نہیں ہے جو اب تک کہیں شائع ہوئی ہو۔ مجھے خیال ہوا تھا کہ اس مجموعہ فرائدِ قاسمیہ کی کوئی تحریر شاید مکتوبات قاسم العلوم میں ہو لیکن جب مراجعت کی گئی تو اس میں بھی کوئی تحریر اس مجموعہ کی نہیں تھی۔ حضرت امروہیؒ سے مولانا پھلاودیؒ کو جیسا کہ لکھ چکا ہوں بڑا گہرا تعلق تھا اور حضرت امروہیؒ بھی اُن کو اپنے گھر کے ایک فرد کی طرح سمجھتے تھے۔ حضرت امروہیؒ کے خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ حضرت پھلاودیؒ سے اس طرح مراسلت کرتے ہیں جس طرح ایک دوست دوسرے دوست سے۔۔

اور اپنے تمام حالات، مدرسہ سے متعلق ہوں یا گھر سے، ان کو لکھ دیتے ہیں، جس سے انتہائی بے تکلفی اور تعلقِ قلبی کا اندازہ ہوتا ہے۔ خود حضرت پھلاودیؒ کے خطوط جو حضرت امروہیؒ کے نام ہیں اُن میں بھی ادب واحترام کے ساتھ ساتھ بے تکلفانہ اندازِ بیان ہے۔ حضرت امروہیؒ پھلاودہ جاتے تھے تو حضرت پھلاودیؒ باغ باغ ہوجاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت امروہیؒ براہِ میرٹھ دیوبند پہنچے اور بغیر پھلاودہ تشریف لے جائے ہوئے امروہہ واپس ہوگئے۔ اس کی خبر حضرت پھلاودیؒ کو ہوئی تو ایک شعر ان کی زبانِ قلم پر آیا جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے ؏

تو بہ دیوبند رسیدہ دلِ ما نہ زحمت کشیدہ

حضرت مولانا گنگوہی سے بھی حضرت پھلاودیؒ کا عقیدت وارادت کا تعلق تھا حضرت گنگوہیؒ کے بھی بہت سے مکاتیب آپ کے نام ہیں۔ آپ نے ایک مشترک قصیدہ حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کی شان میں لکھا ہے جس کا قافیہ یکساںؔ، گلستاںؔ وغیرہ ہے اور ردیف 'دونوں' ہے۔

حضرت شیخ الہند اور حضرت مولانا حکیم محمد صدیق قاسمی مرادآبادی وغیرہما نے بھی ان دونوں حضرات کی شان میں اس زمین میں قصائد کہے ہیں۔

مولانا پھلاودیؒ کو خلافت واجازت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے ملی تھی۔

tooba-e-elibrary.blogspot.com

اب میں فرائدِ قاسمیہ پر تھوڑی سی روشنی اور ڈالنا چاہتا ہوں۔ اِس نسخے کے متعلق پہلے ورق پر حضرت حافظ صاحب پھلاودیؒ نے اِس طرح تحریر فرمایا ہے:

"فرائدِ قاسمیہ کہ فقیر عبدالغنی آں را بہ ہزار عرق ریزی فراہم آوردہ"

اس کتاب کے آخر میں دو مختصر علمی رسالے بزبانِ عربی ہیں جن میں ایک اثبات جزو لایتجزّیٰ سے متعلق ہے اور دوسرے کا نام کلمۃ اللہ ھی العلیا ہے۔ چوں کہ یہ دونوں رسالے دقیق مضامین پر مشتمل ہیں اس لئے یہ مناسب سمجھا گیا کہ فی الحال ان دونوں رسالوں کے علاوہ کل ذخیرے کو جو ۲۴۱ صفحات[له] پر مشتمل ہے عکس لے کر شائع کرادیا جائے۔ شروع سے لے کر صفحہ ۱۴۶ تک اُردو زبان کی نادر تحریرات ہیں اس کے بعد بہ استثنائے چند اوراق فارسی زبان کی نادر تحریرات ہیں۔ پھر آخر میں آٹھ سوال مذہب امامیہ کے علماء کے سامنے حضرت نانوتوی نے پیش فرمائے ہیں جن میں پہلا سوال فارسی میں اور باقی اُردو میں ہیں۔ سب سے پہلی تحریر شرک کی حقیقت کے بارے میں ایک سوال کا جواب ہے۔ اس کے بعد دوسری تحریر ایہام کی بحث میں ہے۔

صفحہ ۲۱ سے لیکر صفحہ ۴۱ تک تعلیم فلسفیات کا بیان ہے کہ مباح ہے یا حرام؟ صفحہ ۴۱ سے ۶۴ تک رفع تعارض بین الحدیث والقرآن کا بیان ہے۔ صفحہ ۶۴ سے لے کر ۹۲ تک فرقِ مراتب تقویٰ وعلم وعمل ومعنیٔ حدیث فضل العالِم الخ کا بیان ہے، اور یہ تحریر ایک مکتوب ہے جو حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوریؒ کے نام ہے۔

صفحہ ۹۲ سے لیکر صفحہ ۹۶ تک عمل بظاہر الحدیث کا بیان ہے۔ یہ مکتوب مولانا نصراللہ خاں کے نام ہے۔ صفحہ ۹۶ سے ۱۰۳ تک پادریوں کے اعتراض کا جواب ہے جو تعددِ نکاح کے بارے میں تھا۔ صفحہ ۱۰۳ سے ۱۲۲ تک تحقیق مالِ حرام کا بیان ہے۔

صفحہ ۱۲۲ سے ۱۴۶ تک ایک مکتوب در مبحث امکان وامتناع نظیر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ مکتوب قاضی محمد اسمٰعیل منگلوری کے نام ہے۔

له جہاں بھی متن کتاب کے صفحوں کے نمبر آئے ہیں اُن میں ہر جگہ ایک عدد کا اضافہ کرلیا جائے۔

صفحہ ۱۴۶ سے صفحہ ۱۵۳ تک قرأۃ فاتحہ خلف الامام کی بحث ہے۔

صفحہ ۱۵۳ سے ۱۵۶ تک ایک خط مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ کے نام ہے جس میں تحقیقِ کلی متکرر النوع کا ذکر ہے۔

صفحہ ۱۵۶ سے ۱۶۰ تک واسطہ فی العروض کے موضوع پر ایک مکتوب ہے۔ یہ مکتوب بھی مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ کے نام ہے اور اس کے آخر میں یہ تحریر ہے:

"ایں چند سطور رقم زدہ ام پس از ملاحظہ ایں نامہ یا نقل ایں نامہ بخدمت مولوی احمد حسن صاحب (امروہی) نیز ضرور باید فرستاد"

صفحہ ۱۶۰ سے لے کر ۱۶۳ تک تحقیق مختصر در بیان حدیث متشابہ ہے اور یہ مکتوبِ گرامی حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہیؒ کے نام ہے۔

صفحہ ۱۶۳ سے لے کر ۱۶۸ تک تاکید وتر در رمضان بہ جماعت و سنیت بست رکعت در تراویح کا بیان ہے۔ یہ مکتوب منشی حمید الدین صاحب بجنود سنبھلیؒ کے نام ہے اس مکتوب کے آخر میں یہ تحریر ہے:

"در مصابیح التراویح از تحریر ایں ہمچو خیالات فارغ شدہ ام"

صفحہ ۱۶۸ سے لے کر ۱۷۱ تک سرقہ و غصب کے درمیان فرق کا بیان ہے۔ یہ مکتوب بھی حضرت مولانا احمد حسن محدث امروہیؒ کے نام ہے۔

صفحہ ۱۷۱ سے لے کر ۱۷۸ تک جواب اعتراض اہلِ تشیع ہے۔

صفحہ ۱۷۸ سے لے کر ۱۸۳ تک ایک شعر کا مطلب ہے اور یہ تحریر ایک مکتوب کی شکل میں مولانا منصور علی خاں مرادآبادیؒ کے نام ہے۔

صفحہ ۱۸۳ تا ۱۹۱ اشاراتِ اجمالیہ در مبحث امکان نظیر کا بیان ہے۔

صفحہ ۱۹۱ تا ۱۹۴ تتمہ تقریر ھل نجازی الا الکفور ہے۔

صفحہ ۱۹۴ تا ۱۹۶ ایک مکتوب گرامی ہے جس کے مکتوب الیہ کا پتا نہ چل سکا۔

صفحہ ۱۹۶ سے ۱۹۸ تک مولانا عبد العزیز امرو کے نام ایک مکتوب ہے۔

صفحہ ۱۹۹ تا ۲۰۶ نکاتِ چند از علومِ قاسمیہ (تفاسیر بعض آیات میں)۔

صفحہ ۲۰۷ تا ۲۱۳ چند سوالات کے جوابات ہیں۔ صفحہ ۲۱۴ سے لے کر تا ختم کتاب

tooba-elibrary.blogspot.com

ان سوالات کے جوابات ہیں جو علماء مذہبِ امامیہ اثنا عشریہ امروہہ نے حضرتؒ کی خدمت میں پیش کیے تھے۔

حافظ صاحب پھلاودیؒ نے وفات سے قبل ایک وصیت نامہ فارسی زبان میں لکھا تھا جس کا ترجمہ منشی امجد علی مضطر پھلاودیؒ نے کیا تھا اور اس کو مع ترجمہ شائع بھی کر دیا گیا ہے۔ یہ وصیت نامہ ایک وعظ ہے جو علاوہ اعزا کے تمام مسلمانوں کے لئے مفید ہے۔ اس میں اپنی مملوکہ کتب کا خصوصاً تصانیف و تحریرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ و حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہیؒ کا تذکرہ کیا ہے۔

وفات

حضرت مولانا حافظ عبد الغنی پھلاودیؒ نے بتاریخ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۳۲ء بروز چہار شنبہ وفات پائی۔ سنہ ہجری کے لحاظ سے آپ کی عمر تقریباً ۸۴ سال ہوئی۔

اولاد

آپ کے ایک صاحبزادے محترم سید محمد قاسم تھے۔ ان کا تاریخی نام خورشید حسنین تھا۔ یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ اپنے صاحبزادے کا نام مولانا نانوتویؒ کے نام پر رکھا تو ساتھ ہی ساتھ اس کا بھی لحاظ رکھا کہ تاریخی نام بھی تقریباً اسی طرح کا ہو جو مولانا نانوتویؒ کا تھا۔ مولانا نانوتویؒ کا تاریخی نام خورشید حسین تھا نون بڑھا کر خورشید حسنین اپنے صاحبزادے کا نام رکھا جو مولانا نانوتویؒ کی وفات کے ایک سال بعد ۱۲۹۸ھ (۱۸۸۱ء) میں پیدا ہوئے تھے۔

ان ہی صاحبزادہ گرامی سید محمد قاسم صاحب کے صاحبزادے مولانا حکیم سید عبد المغنی زید مجدہم ہیں۔ انھوں نے اپنے جدِ امجدؒ کی بہت کچھ صحبت اٹھائی ہے اور ان کی خدمت کی ہے۔ آپ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بیعت ہیں۔

مولانا سید عبد المغنی سے میری ملاقات

میں حضرت پھلاودی سے ملاقات نہ کر سکا تھا۔ ان کی وفات سے ایک دو سال قبل ان کی خدمت میں ایک عریضہ روانہ کیا تھا۔ اس کے جواب میں انھوں نے اپنی

سخت علالت اور ثقلِ سماعت اور معدومیٔ بصارت کا ذکر کیا تھا۔

میں اپنی طالب علمی کے زمانے سے یہ سنتا رہا کہ حضرت پھلاودیؒ مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ میں مدرس رہے ہیں اور ان کو مقاماتِ حریری کے کئی مقامات زبانی یاد تھے۔ تقسیم ہند کے کچھ دنوں بعد میں پہلی مرتبہ پھلاودہ گیا تو مولانا پھلاودیؒ کے صاحبزادے محترم سید محمد قاسم صاحب اور پوتے مکرمی مولانا سید عبدالمغنی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ غالبًا ایک دو دن رہنا ہوا۔ مولانا عبدالمغنی صاحب نے اپنی عنایات سے بہت کچھ نوازا اور حضرت پھلاودیؒ کے کتب خانے کی سیر بھی کرائی اور ان کے کچھ حالات و واقعات بھی سنائے۔ اُن کا اکابر دیوبند خصوصًا حضرت نانوتویؒ اور حضرت امروہیؒ سے جو ربط تھا اس کا ذکر بھی خصوصیت سے کیا۔ اس کے بعد بھی میں کئی مرتبہ پھلاودہ حاضر ہوا۔ ایک مرتبہ تقریبًا ایک ہفتہ رہنا ہوا اور بہت سے نوادر کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا۔ فرائدِ قاسمیہ کو بھی یاد پڑتا ہے کہ عربی کے دو رسالے چھوڑ کر اُس وقت دیکھ لیا تھا ـــ مولانا حافظ عبدالغنی صاحبؒ کے کتب خانے میں حضرت قاسم العلوم والمعارف رحمۃ اللہ علیہ کا غیر مطبوعہ کلام بھی موجود ہے جو عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں ہے۔ عرصہ ہوا احقر نے ایک مقالہ حضرت نانوتویؒ کی شاعری پر لکھا تھا اور اس میں اس غیر مطبوعہ کلام کو درج کیا تھا۔ یہ مقالہ رسالہ دارالعلوم دیوبند میں شائع ہوا تھا۔

مولانا عبدالمغنی صاحب نے بتایا کہ مولانا نانوتویؒ کے اشعار کا ایک اور مجموعہ بھی اس مجموعے کے علاوہ تھا جو کتب خانے میں موجود تھا اور اب نہیں ہے۔

چونکہ یہ نادر مجموعۂ تحریرات و مضامین ذی استعداد اہلِ علم کے استفادے کے لئے شائع کیا جا رہا ہے، اس لئے فارسی زبان کے مضامین کے ترجمے کی فی الحال ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ بعد میں اگر کوئی صاحب اس کا ترجمہ کرنا چاہیں اور اُن کو علومِ قاسمیہ سے مناسبت بھی ہو تو وہ ترجمہ کر سکتے ہیں۔ اس وقت تو ان مضامین کا شائع ہونا ہی بسا غنیمت ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اِس نسخۂ خطیہ میں اکثر جگہ یائے معروف کی جگہ یائے مجہول اور یائے مجہول کی جگہ یائے معروف ہے۔ قدیم طرزِ کتابت کے مطابق ہر جگہ گول تا (ة) لکھی گئی ہے۔ اکثر جگہ حروف کو مِلا کر لکھا گیا ہے۔ بعض جگہ ش کے تین نقطوں کی جگہ اُلٹا واؤ تحریر کیا گیا ہے۔ گ کا ایک مرکز لگایا گیا ہے۔ ناظرین اس کا خیال رکھیں۔ بعض جگہ کچھ غلطیاں بھی ہیں جن کی نشان دہی آخر میں کر دی جائیگی۔ البتہ تمام غلطیوں کا استیعاب نہیں ہو سکا۔ چونکہ خود یہ کتاب خوشخط اور کافی حد تک صحیح ہے اس لئے کسی کاتب سے کتابت کرا کے شائع کرنے کے مقابلے میں سہولت اسی میں نظر آئی کہ اس کا عکس لے کر شائع کرایا جائے۔

اب میں مناسب سمجھتا ہوں کہ حضرت قاسم العلوم والمعارف کے مختصر سوانح حیات اور اس مجموعے میں جن حضرات کے نام مکاتیب ہیں اُن کے مختصر حالات لکھوں:

قاسم العلوم والمعارف حضرت مولانا محمد قاسم، شیخ اسد علی صدیقی نانوتویؒ کے باکمال صاحبزادے تھے۔ ۱۲۴۸ھ (۱۸۳۲ء) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں پائی پھر دہلی جا کر مولانا مملوک علی نانوتویؒ کی خدمت میں علاوہ حدیث کے تمام کتبِ درسیہ پڑھیں۔ حضرت مولانا مملوک علیؒ ایک جید عالم اور قدیم دہلی کالج کے صدر مدرس تھے۔ جو رئیس المتکلمین مولانا رشید الدین خاں دہلویؒ کے شاگرد تھے۔ مولانا رشید الدین صاحب، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور شاہ رفیع الدین دہلویؒ کے شاگرد تھے۔ حضرت مولانا نانوتویؒ نے حضرت مولانا شاہ عبدالغنی فاروقی مجددیؒ سے خانقاہ مظہریہ دہلی میں دورۂ حدیث پڑھا۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ بھی شریکِ درسِ حدیث تھے۔ آپ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بیعت تھے۔ سلوک کے تمام منازل طے کر کے ان ہی سے خلافت و اجازت حاصل کی۔ جہادِ حریت ۱۸۵۷ء میں آپ نے بھی حضرت حاجی امداد اللہ کی قیادت میں عملی حصہ لیا اور شاملی کے میدان میں مجاہدین کی صف میں شریک رہے۔ حضرت مولانا نانوتویؒ نے امن حاصل ہو جانے کے بعد مدارس کے قیام کی طرف توجہ فرمائی۔ میرٹھ میں مطبع مجتبائی اور مطبع ہاشمی میں

تصحیح کا کام بھی انجام دیتے رہے اور درس حدیث و تفسیر اور دیگر علوم کی تعلیم بھی دیتے رہے۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد اگرچہ کم ہے لیکن استعداد کی بلند پائیگی کے لحاظ سے وہ سب ممتاز ہیں۔ آپ کے چند مشہور تلامذہ یہ ہیں: (۱) حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہیؒ (۲) شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن محدث دیوبندیؒ (۳) حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ (۴) نواب قاضی محی الدین فاروقی مرادآبادیؒ (۵) مولانا منصور علی خاں مرادآبادیؒ (۶) مولانا حافظ عبدالرحمٰن صاحب صدیقی امروہیؒ (۷) حضرت مولانا حافظ سید عبدالغنی پھلاودیؒ (۸) مولانا عبدالعلی فریدی قاسمیؒ (۹) مولانا محمد مراد فریدی فاروقی مظفر نگریؒ (۱۰) مولانا حکیم رحیم اللہ صاحب بجنوریؒ۔

حضرت مولانا نانوتویؒ کے مریدین میں صرف ایک خلیفہ کا مجھے علم ہوا ہے اور وہ مولانا حکیم محمد صدیق[۱] قاسمی مرادآبادیؒ ہیں جو بعد کو حضرت حاجی صاحب کے خلیفہ بھی ہو گئے اور حضرت گنگوہیؒ کے بھی ـــــ حضرت نانوتویؒ کی بہت سی تصانیف ہیں جو شائع ہو چکی ہیں اور مشہور و معروف ہیں۔ آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا حافظ محمد احمد ـــــ تھے جو مدتوں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم رہے اور آج کل حضرت مولانا حافظ محمد احمدؒ کے صاحبزادے حضرت مولانا قاری محمد طیب ـــــ دامت برکاتہم دارالعلوم دیوبند کے مہتمم ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسمؒ کے حالات میں مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نانوتوی نے ایک مختصر مگر جامع رسالہ لکھا تھا۔ پھر اس کے بعد مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم نے سوانح قاسمی بڑی تفصیل سے کئی جلدوں میں لکھی۔ نزہتہ الخواطر، تذکرہ علمائے ہند اور دیگر کتب تاریخ و تذکرہ میں بھی آپ کا ذکرِ خیر اختصاراً یا کچھ تفصیل سے ملتا ہے۔

حضرت مولانا نانوتویؒ کا وصال ۴۔ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۴۔ اپریل ۱۸۸۰ء کو دیوبند میں ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔

عجیب اتفاق ہے کہ شمسی حساب سے حضرت نانوتویؒ کے وصال سے ٹھیک سو سال بعد مئی ۱۹۸۰ء میں فرائدِ قاسمیہ کا یہ نسخہ خطیہ شائع ہو رہا ہے۔

---

[۱] تاریخ دارالعلوم دیوبند مرتبہ سید محبوب رضوی مرحوم سے حضرت نانوتویؒ کے ایک اور خلیفہ مولانا محمد مراد فریدی کا علم ہوا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مکتوب الیہم کے مختصر حالات

حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہیؒ

حضرت مولانا احمد حسن محدث امروہیؒ ۱۲۶۷ھ میں ساداتِ رضویہ کے ایک مشہور گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم امروہہ کے اساتذہ سے حاصل کرنے کے بعد حضرت نانوتویؒ سے میرٹھ میں کتبِ درسیہ پڑھیں پھر مدرسہ دیوبند سے بھی تعلیمی ربط قائم ہوا تحریر و تقریر اور اندازِ تعلیم و تدریس میں اپنے استاذ مکرم کے بہت مشابہ ہونے کی وجہ سے تصویرِ قاسم اور قاسمِ ثانی کہلاتے تھے۔ چنانچہ حضرت شیخ الہندؒ نے آپ کی وفات کے غم میں جو اشعار لکھے ہیں ان میں آخری مصرع جو مادہ تاریخ وفات بھی ہے یہ ہے ؏

مٹ ہوئی تصویرِ قاسم صفحۂ دنیا سے لو

آپ نے ۱۳۳۰ھ (۱۹۱۲ء) میں ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی اور جامع مسجد امروہہ کے صحن میں جانبِ جنوب دفن ہوئے۔

مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ آپ کی بہترین علمی یادگار ہے۔ آپ کے اکلوتے صاحبزادے مولانا سید محمد عرف مولانا بنے میاں تھے جن کا ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ میں وصال ہوا ہے۔ ان کے کئی صاحبزادے ہیں۔

حضرت مولانا امروہیؒ کے خطوط کا مجموعہ جو پھلاودہ سے حاصل ہوا ہے اور جو بنام مولانا حافظ عبدالغنی صاحب پھلاودیؒ ہے اس کے شائع کرنے کا بھی ارادہ ہے۔ مولانا کی ایک کتاب تحذیر الناس کے اعتراضات کے جواب میں ہے اور پھلاودہ کے کتب خانے سے مجھے مطالعہ کے لئے ملی ہے جو قلمی اور غیر مطبوعہ ہے۔ عرصہ ہوا احقر نے رسالہ دارالعلوم دیوبند میں حضرت محدث امروہیؒ پر نو قسطوں میں ایک مقالہ لکھ کر شائع کیا تھا۔ ضرورت ہے کہ حضرت کی مفصل سوانح حیات شائع کی جائے۔ افاداتِ احمدیہ کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ پھلاودہ میں موجود ہے۔ یہ کتاب اُس تحریری مناظرے پر مشتمل ہے جو حضرت امروہیؒ

اور مولانا محمد حسن امرائیلی سنبھلیؒ کے درمیان ہوا تھا۔ ایک کتاب افاداتِ احمدیہ نام کی شائع ہو چکی ہے جو چند علمی و تحقیقی مضامین پر مشتمل ہے اور جس کو آپ کے صاحبزادے مولانا سید محمد رضوی مرحوم نے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کی تصحیح کے ساتھ شائع کرایا تھا اب یہ کتاب نایاب ہے۔ اس کے علاوہ کثیر تعداد میں فتاویٰ ہیں جو ابھی تک کتابی شکل میں شائع نہیں ہو سکے ہیں۔

اپنے استاد مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک سفرِ حج میں مولانا احمد حسن صاحب امروہویؒ شریکِ سفر تھے وہاں استاذ الاستاذ مولانا شاہ عبدالغنی مجددی فاروقیؒ محدث دار الہجرہ سے سندِ حدیث حاصل کی ۔۔ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ سے مکہ معظمہ میں بیعت ہوئے اور ان سے خلافت و اجازت حاصل ہوئی۔

حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ ابنِ عبدالرحمٰن گنگوہیؒ

ان کے حالات زیادہ معلوم نہ ہو سکے۔ نزہۃ الخواطر جلد ہشتم میں آپ کا ذکر خیر بھی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حکیم محمود خاں دہلویؒ سے طب پڑھی تھی۔ نزہۃ الخواطر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مولانا نانوتویؒ کے شاگرد ہی نہیں تھے بلکہ سفر و حضر کے رفیق بھی تھے۔ سنن ابی داؤد پر آپ کا ایک عمدہ حاشیہ ہے جس کا نام تعلیق المحمود ہے۔ اس کے علاوہ بھی آپ کے کتب درسیہ پر حواشی ہیں۔ آخر میں آپ کانپور چلے گئے تھے۔ وہاں مطب کرتے تھے اور کانپور ہی میں ۱۳۱۵ھ (۱۸۹۷ء) میں آپ کا وصال ہوا۔

قاضی محمد اسمٰعیل منگلوریؒ

آپ حضرت شیخ محمد محدث تھانویؒ کے ارشد خلفاء میں سے تھے۔ آپکے صاحبزادے قاضی عبدالغنی منگلوریؒ تھے جو آپ کے بعد جانشین ہوئے۔ ہندوستان کے دو مشہور و معروف باکمال شاعر اصغر گونڈوی اور جگر مراد آبادی، قاضی عبدالغنی منگلوریؒ کے مُرید تھے۔ قاضی محمد اسمٰعیلؒ اور قاضی عبدالغنیؒ اپنے وطن منگلور ضلع سہارنپور میں مدفون ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

منشی حمید الدین بیخود سنبھلیؒ

آپ ایک اچھے ادیب و شاعر تھے، بیخود تخلص فرماتے تھے۔ آپ کو مولانا نانوتویؒ سے بڑا ربط و تعلق تھا اور سفر و حضر کے ساتھی تھے۔ آپ کے کئی صاحبزادے تھے۔ اُن میں حکیم ظہور الدین عیش سنبھلی دار العلوم دیوبند کے فاضل اور افاداتِ شرح مقاماتِ حریری کے مؤلف تھے۔

مولانا منصور علی خاں مراد آبادیؒ

آپ کے حالات بھی زیادہ معلوم نہ ہو سکے۔ اتنا معلوم ہے کہ حضرت نانوتویؒ کے شاگرد تھے۔ اور مذہب منصور نام کی آپ کی ایک تصنیف ہے جو چھپ چکی ہے[1]۔ مدرسہ عباسیہ بچھرایوں ضلع مراد آباد میں آپ مدرس رہے۔ آپ کے صاحبزادے حکیم مقصود علی خاں تھے جو حیدرآباد دکن کے افسر الاطباء اور دار العلوم دیوبند کے رکنِ مجلسِ شوریٰ تھے۔ مولانا منصور علی خاں نے مکہ معظمہ میں ۱۳۳۰ھ میں انتقال کیا۔

حضرت حاجی محمد عابد صاحب دیوبندیؒ

حاجی محمد عابد صاحب جن کو عُرفِ عام میں حاجی محمد عابد حسین بھی کہا جاتا ہے دیوبند کے ساداتِ رضویہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۲۵۰ھ (۱۸۳۴ء) میں پیدا ہوئے بڑے با اخلاق اور درویشانہ مزاج کے بزرگ تھے۔ تذکرۃ العابدین سے معلوم ہوتا ہے کہ مدرسہ اسلامیہ دیوبند کے قیام کا الہام و القاء آپ کے قلب میں ہوا جبکہ آپ مسجد چھتہ میں چلّہ نشین تھے۔ آپ دار العلوم دیوبند کے مجوزین از مہتممین میں ایک ممتاز فرد تھے۔ آپ ایک مشہور عامل بھی تھے۔ آپ نے ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ کو ۸۱ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپ کی معرفت ایک مکتوب حضرت نانوتویؒ کو موصول ہوا ہے جو اس مجموعے میں شامل ہے مگر مکتوب الیہ کا نام درج نہیں ہے۔

---

[1] فتح المبین اور معیار الادویہ بھی آپ کی تصانیف ہیں

حکیم ضیاء الدین انصاری رامپوریؒ

آپ رامپور منہیاران ضلع سہارنپور کے باشندے تھے اور ایوبی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ حافظ محمد ضامن شہیدؒ سے بیعت ہوئے ۔ ان کی شہادت کے بعد ایک کتاب اُن کے حالات میں لکھی جس کا نام مونسِ مہجوراں ہے۔ مدرسہ صولتیہ کے کتب خانے میں یہ کتاب حضرت حاجی صاحبؒ کے ذخیرۂ کتب میں رکھی ہوئی ہے۔ احقر نے اس کا خلاصہ رسالہ تذکرہ دیوبند میں ایک مقالے کی شکل میں شائع کرا دیا ہے۔ آپ مجلسِ شوریٰ دیوبند کے ایک رُکن تھے۔ حضرت حافظ ضامن شہیدؒ کے بعد حضرت حاجی امداد اللہؒ کی طرف رجوع کیا اور ان سے خلافت حاصل کی۔ مزید حالات اور سنہ وفات کا علم نہ ہو سکا ۱۳۱۳ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

مولانا نصر اللہ خاں صاحب

صفحہ ۹۲ تا صفحہ ۹۶ کا مکتوب مولانا نصر اللہ خاں صاحب کے نام ہے۔ متعین طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ مولانا نصر اللہ خاں خویشگی خورجوی مصنف تاریخِ دکن ہوں۔ انھوں نے ۱۲۹۰ھ میں انتقال کیا۔

مولانا عبد العزیز امروہیؒ

آپ مولانا احمد حسن مراد آبادیؒ تلمیذ مولانا فضل حق خیر آبادیؒ کے شاگردِ رشید تھے۔ مدینہ منورہ میں رہ کر حضرت مولانا شاہ عبد الغنی مجددی دہلویؒ مہاجر سے علمِ حدیث پڑھا۔ حضرت نانوتویؒ سے ایک علمی مسئلہ میں تحریری مناظرہ ہوا تھا جو مناظرۂ عجیبہ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ آپ حضرت مولانا سید امانت علی چشتی امروہیؒ کے مُرید تھے۔ ۱۳۰۴ھ میں میں انتقال ہوا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

معاونین و محسنین

محترم المقام مولانا سید عبد المغنی صاحب پھلاودی نبیرۂ قطب الوقت حضرت پھلاودیؒ سب سے پہلے شکریہ کے مستحق ہیں جنھوں نے ازراہِ کرم فرائدِ قاسمیہ کا نسخہ طباعت کے لئے میرے سپرد کیا۔ وہ اس نسخے کو دیگر مخطوطات کی طرح مولانا پھلاودیؒ کی حیات کے اس زمانے سے جبکہ وہ آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے نہایت حفاظت کے ساتھ رکھے ہوئے تھے مولانا پھلاودیؒ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے مولانا عبد المغنی صاحب زید مجدہم ہی سے اس نسخے کی حفاظت کرائی اور محض اپنے فضل و کرم سے مولانا کو یہ توفیق دی کہ انھوں نے اپنے جدِ امجد کی کتابوں خطوط، مضامین اور تحریرات کو حرزِ دل و جاں بنائے رکھا۔ ایک کچے مکان میں یہ تمام اہم کتابیں نوادر اور تبرکات مدتوں سے موجود ہیں۔ تقریباً ۹۰ سال کے عرصے میں کتنی سخت بارشیں ہوئی ہوں گی اور کتنے مکانات گرے ہوں گے جس کی وجہ سے کتنی دستاویزات اور کاغذات ضائع ہوئے ہوں گے لیکن اسکواٹڈ کی رحمت اور حضرت مولانا پھلاودیؒ کی کرامت کہیئے کہ آپ کی تمام کتابیں اور کاغذات خصوصاً فرائدِ قاسمیہ کا یہ نسخہ کچے مکان کی کچی چھت کے نیچے بھی محفوظ رہا

میں مولانا حافظ محمد یامین صاحب میرٹھی کا بھی شکر گزار ہوں کہ انھوں نے مولانا کو اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں مزید توجہ دلائی۔

میاں مولوی محبت الحق قاسمی دربھنگوی سلمہٗ نے بھی اس کتاب کے حصول کے سلسلے میں میرے ہمراہ میرٹھ اور پھر پھلاودہ پہنچ کر اس کتاب کو اور اس کے ساتھ تنویر النبراس اور مکتوبات حضرت محدث امروہیؒ کو حفاظت کے ساتھ امروہہ لانے، ان کے مضامین سے آگاہ کرنے میں اور پھر اس کتاب کی ترتیب میں میری بہت مدد کی۔

مولوی حافظ محمد یوسف امروہی سلمہٗ نے اس کتاب کا مقدمہ املاءً لکھا اور فہرست مضامین کے لکھوانے اور تیار کرنے میں میری کافی مدد کی۔

میاں ڈاکٹر نثار احمد فاروقی سلمہ نے اس کتاب کا پہلا عکس اپنے اہتمام سے تیار کرایا

اوراس کی جانچ کی۔ میاں افضال الرحمٰن فاروقی بچھرایونی اور شیخ عبدالرحیم صاحب ناگپوری نے بھی اس کتاب کے عکس کی جانچ کی اوراوراق پر نمبر ڈالے۔

اس کتاب کے دوسرے عکس اور طباعت کی تکمیل کے سلسلے میں حکیم محمد احمد خاں صاحب مالک جید برقی پریس دہلی نے پورا پورا انتظام فرمایا۔ مکرمی محمد یٰسین صاحب ابن حاجی محمد نسیم بٹن والے نے بھی اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں مجھے بڑی سہولت بہم پہنچائی۔ قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری داماد شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ، مولانا محمد راشد صاحب بجنوری اور میاں انیس احمد فاروقی سلمہٗ نے بھی اس کتاب کی تدوین وتکمیل میں مجھے کافی مدد دی۔

عزیزم میاں ظلّ عباس عباسی کے اہتمام میں یہ نسخہ جید برقی پریس دہلی میں شائع ہوا۔ میرے احباب میں ماسٹر حاجی علاءالدین صاحب بھی قابلِ صد شکریہ ہیں جنھوں نے میری آنکھوں کی معذوری کے عالم میں میری رفاقت اور نصرت فرمائی اور کئی مرتبہ اس سلسلے میں دہلی کے سفر میں میرے ہمراہ رہے۔ میں ان سب معاونین کے حق میں دعائے خیر کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

۲۹۔ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ
۱۶۔ اپریل ۱۹۸۰ء (چہارشنبہ)
محلہ جھنڈا شہید۔ امروہہ (ضلع مرادآباد)

نسیم احمد فریدی امروہی

toobaa-elibrary.blogspot.com

الحمد للہ والمنت کہ مجموعہ بےعدیل مسمّی بہ

فرائد قاسمیہ

کہ فقیر عبد الغنی از انبار مکتوبات فراہم آوردہ

در سلک تحریر آمدہ منظر فروز خاطر خستہ دلی گردید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

[illegible]

سوال علماء دین متین محمدی و ورثاء علم مبین مصطفوی صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم
ارشاد فرماوین کہ حقیقت اوس شرک کی کیا ہے جسکے سبب مشرک ایسا نجس
ہوجاتا ہے کہ اوسکا ذبیحہ درست نہین ہوتا اور اوسکا نکاح مسلم سے نہین
ہوسکتا اور وہ شرک ایسا امر ہو کہ مختص بہ مشرکین ہو اہل کتاب مین نپایا جاوے
اسواسطے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے اور کتابیہ سے نکاح مسلم کا بہی
درست ہے حالانکہ وہ امور شرکیہ جو عام اہل اسلام مین مشہور ہین اونمین اہل
کتاب اور مشرکین شریک ہین جیسے مشرکین کا قول ہے اَلْمَلَآئِکَۃُ بَنَاتُ
اللّٰہِ ایسا ہی اہل کتاب کا قول ہے عزیر ابن اللہ ومسیح ابن اللہ؟

مشرکین اُنکا اطلاق غیر اللہ پر کرتے ہین اجعل الالھۃ الٰھا واحدا اہل
کتاب بہی ایسا ہی کرتے ہین انت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین
من دون اللہ باآنکہ دونو فرقہ اپنے معبودونکو مستقل فی التاثیر اور غایت
معظم نہین جانتے صحیح مسلم مین ابن عباسؓ سے مروی ہے قال کان المشرکون
یقولون لبیک لاشریک لک قال فیقول رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ویلکم قد قد فیقولون الا شریک ہو لک تملکہ
وما ملک الحدیث ولئن سئلتہم من خلق السموات والارض
لیقولن خلقہن العزیز العلیم الآیۃ اور سجدہ غیر اللہ کو بہی دونون
فریق کرتے ہین عبادۃ کرتے ہون یا تعظیماً مگر وہ کہتے ہین کہ ہم تعظیماً و
تحیۃ کرتے ہین اور ظاہر ہی ہے کہ اونکا سجدہ سجدہ عبادت نہو اسلئے
کہ اونکی عقیدہ مین غیر اللہ غایت معظم نہین ہے پس یہ قصد غایت تعظیم
نہوگا کلام مولانا شاہ عبد العزیز صاحب سے تفسیر عزیزی مین یہہ مفہوم ہوتا ہے
کہ سجدہ غایت تعظیم اور تذلل ہے لایق ہے کہ غایت معظم کو ہو پس اگر
غایت تعظیم ہو تو سجدہ عبادت ہے والا سجدہ تحیۃ بالجملہ وہ حقیقت
شرک مطلوب البیان ہے کہ جس سے شرک اور کتابی ممتاز ہو جاوی اور

فقط

فقط مقر لسانی ہونا اہل کتاب کا نہ مشرکین کا امتیاز کے لئے کافی نہین معلوم ہوتا ہے
اسلئے کہ اہل اسلام مین سے جو عقاید شرکیہ رکہتے ہین باوجود اقرار لسانی کے
حکم شرک اونپر لگایا جاتا ہے علاوہ اسکے مدار کار عقیدہ پر ہے نہ اقرار زبانی پر
بینوا توجروا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب لفظ شرک مثل لفظ تصور دو معنوںمین باصطلاح اہل شرع
مستعمل ہوتا ہے جنمین سے ایک معنی دوسرے معنونسی عام ہے اور دوسرے
معنی خاص عرض جیسے اصطلاح منطق مین تصور کے دو معنے ہین ایک عام ایک
خاص ایسے ہی اصطلاح شرع مین شرک کبہی تو مقابل موحد بولا جاتا ہے اور
یہہ معنی عام ہین اور کبہی اس معنی کے ساتہہ مفہوم الذی لم یوت الکتاب کی
قید بڑہا کر اوس عام کو خاص کر لیتے ہین اور مشرک بمعنی ثانی اہل کتاب کے
مقابل مین استعمال کرتے ہین اور اس اعتبار سے یہہ تفریق ہے کہ اہل کتاب کا
ذبیحہ درست ہے مشرک کا نہین کتابیہ سے نکاح درست ہے مشرکہ سے درست
نہین ہے بلکہ وجہہ تخصیص مذکور کے بیان سے اوسیطرح ظاہر ہے جیسے تصور کے
تخصیص کی وجہہ بمقابل التصدیق یعنی جیسا وہان تصور بمعنی مقابل تصدیق کا

بہ نسبت تصدیق کے تصور ہونا ظاہر تھا کیونکہ حصول صورت وہان اظہر ہے
ایسی ہی یہان آثار شرک مشرکین بمعنی ثانی ہین بہ نسبت اہل کتاب کے ظاہر و اظہر تھے
اسلئے بیان وجہ کیطرف توجہ کچہ ضروری معلوم نہین ہوتی ہان اس بات کا
بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تفریق حکم ذبیحہ و نکاح بطور معلوم کیون
کی گئی ہرچند ہمسے نابکارون کا فہم اسباب مین معتبر نہین خدا کی باتین خدا
ہی جانی یا اوسکا رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم مگر بقدر فہم نارسا معروض ہے
اول تو خیال فرمائے کہ اہل کتاب تو مثل اہل اسلام موافق توریت شریف
علی العموم خدا ہی کے نام پر ذبح کیا کرتے تھے اور اگر کسی نے شاذ و نادر کسی غیر کی
نیت سے ذبح بھی کیا تو بوجہ ندرت ایسی ہی قابل اعتبار و لحاظ نہتہا جیسے شیخ
سدو وغیرہ کی نیت سے یہان اہل اسلام بعض مقامات مین شاذ و نادر ذبح
کرتے ہین اور اس وجہ سے ذبیحہ اہل اسلام مین تامل نہین کیا جاتا دوسری یہہ کہ
ایمان ایک کلی مشکک ہے جسکے لئے مدارج کثیرہ ہین جسمین سے وہ مرتبہ جس سے
نجات عن الخلود فی النار شروع ہوجاتی ہے وہ تو اہل اسلام ہی کے ساتھ
مخصوص ہے اس صورت مین مراتب بالائی تو کیونکر اونکی ساتھ مخصوص نہونگی
پر مراتب سافلہ اور اقوام مین بھی موجود ہین غرض نجات عن الخلود اور چیز ہے

اور ایمان

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور ایمان اور چیز ہے موافق اشارہ — آیت لا تنفع نفسا ایمانہا
قیامت کو ایمان تو کفار مین بھی ہوگا پر نجات عن الخلود نہوگی بالجملہ مراتب
سافلہ ایمان مین سے جونسا مرتبہ اہل کتاب مین پایا جاتا ہے باین وجہ کہ وہ
ایک کتاب خداوندی پر تو ایمان رکھتے ہین اوس مرتبہ ایمان سے عمدہ تھا جو
مشرکین مین ہوتا ہے اور اگر فرض کرو اونمین ایمان بالکل نہین ہوتا تو اور
بھی مدعا سہل ہوگیا بہرحال اونمین بوئی ایمان زیادہ تھی اسلئے قابلیت اتحاد و
اختلاط بھی اونمین بہ نسبت مشرکین زیادہ نکلی ادہر دیکھا تو سرمایہ حلت
اصل مین تقرب الی اللہ ہے جسمین اب تک وہ شریک ہین اگرچہ بوجہ امور
خارجہ وقت ارتداد اوس اصل پر نظر نہین کیجاتی چنانچہ وجہ ثالث سے
انشاء اللہ تعالی واضح ہوا جاتا ہے تیسری وجہ یہہ ہے کہ توراۃ و انجیل مین
بشارات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مندرج تہین مگر یہہ بات کہ آپ مصداق
ان بشارات کے ہوسکتے ہین یا نہین بعد ملاقات متواتر و جلسہاے طویلہ
و اختلاطات کثیرہ متصور ہے اسلئے اسقدر اختلاط روا رکہا گیا کہ کتابیہ سے
نکاح جایز ہوتا کہ بعد استماع اوصاف نبوی صلے اللہ علیہ وسلم تطبیق اون
بشارات کی اونکو سہل ہوجاے اور ہر زوجیت کی محکومیت اور اوسکا

ستانتر ہونا ظاہر و باہر ہے مگر چونکہ در صورت معکوسہ دوسرا اندیشہ تہا مرد کتابی
سے نکاح کرنیکے زن مسلمہ کو اجازت نہوی علی ہذا القیاس اونکی کہانی کہلانی مین
ایک نوع اختلاط کی امید تہی جس سے مقصود معلوم کی امید گو نہ نظر آتی تہی
البتہ مسلمان ہوکر مرتد ہونے مین وہ امید منقطع ہوجاتی ہے بعد وضوح منقبت اسلام
اہل اسلام و مشاہدہ و استماع احوال سنیہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم اگر کوئی شخص
مرتد ہوگا تو باعث اوسکا بجز تعنت و عناد اور کچہ نہوگا اس صورت مین وہ
اختلاط جو موجب کشف راز اور باعث وضوح حقیقت الحال سمجہا گیا تہا
اسباب مین بیکار نظر آیا ہان اولٹا اہل اسلام کو اونکی صحبت سے گمراہ ہوجانی کا اندیشہ
تہا اسلئے اس پر بہی نظر نہین کیجاتی کہ علت علت بدستور ہے غرض حسب قاعدہ
مقررہ جسکے طرف آیت قل فیہما اثم کبیر و منافع للناس و اثمہما اکبر
من نفعہما مشیر ہے ان احکام مین غلبہ علل منافع و مضار پر نظر ہے واللہ اعلم

جواب یہہ ایک سوال نہین بقدر الفاظ مندرجہ استفتا سوالات سمجہئے
مگر چونکہ الفاظ باعتبار اغراض و احکام متحد معلوم ہوتی ہین اسلئے باعتبار اغراض
و احکام سوالات مسطورہ کو تعداد اصلی سے کم مین لاکر عرض جواب کیطرف
بنام خدا متوجہ ہوتا ہون پر بطور تمہید اول یہہ گذارش ہے کہ استعمال الفاظ

[illegible]

ددنو

toobaa-elibrary.blogspot.com

موضوعہ کبہی اپنے معنی حقیقیہ مین ہوتا ہے کبہی معانی مجازیہ مین پہر معانی حقیقیہ مین
اگر استعمال کئے جاتین تو اوسکے پہر دو صورتین ہین ایک تو یہہ کہ سوا معنی مراد
اون الفاظ کے تہے اور کوئی معنے ہی نہون ایک یہ کہ اور معنی بہی ہون دوسرے یہ کہ
ایک لفظ کے کئی معنے ہون اور ان معانی مین سے کوئی معنی مخالف مقاصد شرع
ہون تو ایسے لفظونکا اصل سے استعمال کرنا ہی ناجائز ہے اسی پر کچہ موقوف نہین
کہ معنی مخالف مقاصد شرعیہ مراد ہون تو استعمال ممنوع ہے نہین تو نہین سند
اس دعوی کی کلام اللہ مین موجود ہے فرماتے ہین یا ایہا الذین امنوا لا تقولوا
راعنا و قولوا انظرنا دیکہئے راعنا گو عربی مین انظرنا کے مرادف یا متقارب
المعنے ہے لیکن یہودیونکی اصطلاح مین یا عبرانی زبان مین دشنام تہی تو اہل اسلام کو
منع فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس لفظ سے خطاب مت کیا کرو
بلکہ راعنا کی جا انظرنا کہا کرو دیکہئے غیر زبان کے معنی پر ایسے مواقع مین جب نظر ہے
تو زبان کے معانی کثیرہ کا کیونکر لحاظ نہوگا دیکہئے اسماء اور اعلام مشتقہ مین ایک
وضع جدید ہوتی ہے اور باایں ہمہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وضع قدیم اور
سابق کا لحاظ کیا اور عبد اللہ اور عبد الرحمن کو احب الاسماء فرمایا اور ملک
الاملاک کو ابغض الاسماء علی ہذا القیاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

اوس زمانکے لوگونکے ایسے نامونکی تغیر اور تبدیل فرمائی جنکے معانی اصلیہ کا لحاظ موہم کفر
وشرک یا بداخلاقی یا بزرگی و بڑائی کا ہوناتہا یا بدشگنی کا موہم ہوتا تہا چنانچہ
ماہران حدیث شریف پر واضح ہے الغرض ایہام مذکور پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کی بہی نظر ہے جیسی خدای تعالی نے لحاظ فرمایا اور سبب باعتبار معانی الفاظ
مشترکہ مین یہہ حکم ہے تو وہ لفظ جسکے معنی واحد ہون پر مخالف مقاصد شرعیہ
ہون ایسے لفظ کا کسی معنی صحیحہ مین مجازا استعمال کرنا بدرجہ اولی ممنوع ہوگا
وجہ اوسکی یہہ ہے کہ الفاظ کثیرۃ المعانی الموضوعہ کے سب معانی باہم اجنبی اور
متباین ہوتے ہین ایک کو دوسری سے کچہہ علاقہ نہین ہوتا اگر علاقہ ہوتا ہے تو
اتحاد لفظ کا علاقہ ہوتا ہے اور معانی مجازی اور حقیقی مین علاوہ اتحاد لفظ کوئی
اور علاقہ بہی ہوتا ہے جس پر مدار تجوز ہوتا ہے مگر ایسے الفاظ کا استعمال کرنا خواہ
معانی — حقیقی صحیح مین ہو خواہ معانی مجازی عمدہ مین دو طرح متصور ہے
ایک تو یہہ کہ تعین محکوم علیہ اون الفاظ کے سیاق کلام سے ظاہر ہو جیسے کہا کرتی ہین
زید قایم مثلا سو یہان ظاہر ہے کہ محکوم علیہ زید ہے اور اوسمین کسیطرح کا شک و شبہہ یا التباس
نہین غرض ایک تو یہہ کہ بالیقین موصوف اون اوصاف کا متعین معلوم ہو اور
ایک یہہ کہ تعین محکوم علیہ سیاق کلام سے ظاہر نہو گو واقع مین متعین ہو سو شکل

اول مین

toobaa-elibrary.blogspot.com

اول مین تو ایسے الفاظ اگر ایسے محکوم علیہ کی شان مین استعمال کیے ہین کہ اونکی شان
مین ایسے الفاظ کا استعمال بارادہ معنی قبیحہ ممنوع ہو تو دوسری معانی حسنہ مین بہی
اونکا استعمال بوجہہ مذکور ممنوع ہے اور شکل ثانی مین ارادہ معانی قبیحہ تو ممنوع ہے
ارادہ معانی حسنہ ممنوع نہین اسلیئے کہ ارادہ معنی حسن تو کچہہ برا ہی نہین اگر
برا ہے تو ایہام معنی قبیح برا ہے جسکی وجہہ سے استعمال بطور مذکور ممنوع ہے
سو یہہ ایہام جبہی متصور ہے کہ اورونکو تعین محکوم علیہ کی خبر ہو اور جب محکوم علیہ
متعین نہین تو پہر کچہہ خرابی نہین غرض جب کوئی فساد خارجی نہین تو پہر بشہادت
انما الاعمال بالنیات عند اللہ ایسی الفاظ کا معانی صحیحہ حسنہ مین استعمال
ممنوع نہین اگر محمل اشعار دیوان حافظ و دیگر کلمات بزرگان جو اس قسم کے ہین
حسن ہے اور موضوع اور محکوم علیہ اونکی کلام کا خود خداوند کریم ہے تو بانیوجہہ کہ
سیاق کلام سے تعین محکوم علیہ معلوم نہین ہوتا تو بوجہہ ایہام معانی قبیحہ جو اکثر معانی
ظاہر ہی فتوای کفر و تحریم وغیرہ نہ دینا چاہیے جب یہہ تمہید ممہد ہو چکی تو اب التماس یہہ ہے
کہ بشہادت مندرجہ سوال متعلقہ جسم شریف مین دو احتمال ہین ایک تو یہہ کہ تشبیہہ
عاشقانہ اور مضمون شاعرانہ ہو دوسری یہہ کہ تشبیہہ عاشقانہ نہو بلکہ دشمنانہ ہو
یا بعض الفاظ مین معنی حقیقی ہون جیسا غارتگر عالم یا خونریز خلق کہ بلحاظ

جہادات وغزوات نبوی صلے اللہ علیہ وسلم بہی اطلاق ان الفاظ کا آپ پر ممکن ہے
گو یہان بہی دو احتمال ہین ایک تو یہہ کہ محبانہ ہو سو یہہ محاورات کلام سے ہرگز کوئی
مراد نہین لی سکتا یعنی مجاہدان الفاظ کا استعمال صحیح نہین دوسری یہہ کہ دشمنانہ ہو
چنانچہ ظاہر ہے بالجملہ ہر طور ممنوع ہے اتنا فرق ہے کہ تشبیہہ عاشقانہ ہو تو کفر نہین
اور دشمنانہ ہو تو استعمال الفاظ مذکورہ بہ نسبت ذات پاک نبوی صلے اللہ علیہ وسلم
کفر صریح ہے رہی یہہ بات کہ کفر نہین تو پہر کیا ہے چونکہ ایہام توہین ہے اور توہین کفر ہے
تو ایہام مذکور حرام ہوگا مثلاً لباس کفار اور شعار کفار مین فقط ایہام کفر ہی ہے عین
کفر نہین تو عند اللہ حرام ہے علی ہذا القیاس یہان بہی یہی سمجہیے ہان اتنا فرق ہے کہ
ملاحظہ شعار عند القضا موجب تکفیر ہو سکتا ہے اور ایہام الفاظ مذکورہ موجب
تکفیر نہین وجہہ اوسکی یہہ ہے کہ استعمال الفاظ موضوعہ جیسا معنی حقیقیہ مین شایع ہے
ویسا ہی معانی مجازی مین بر شعار مین یہہ بات متصور نہین شعار اوسے ہی کہتے ہین
کہ کسیکے ساتہہ مخصوص ہو اور چونکہ اس وجہہ سے ایہام مین تخفیف ہوتی ہے تو حرمت
مین بہی بظاہر تخفیف ہوگی مگر باین نظر کہ تاہم موجب اذیت خاطر نبوی صلے اللہ علیہ وسلم
ہوگا اور یہہ ممانعت لاجل حق النبی صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور اونکی ادنی اذیت بہی
بحکم ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لہم

عذابا

toobaa-elibrary.blogspot.com

عذابا مہینا موجب لعنت ہے اور باعث عذاب کیونکہ اطلاق یوذون سے
ہر قسم کی اذیت اسمین سمجہی جاتی ہے اسلئے درجہ حرمت سے نیچی اوترکر یہہ ممانعت
حد کراہت مین داخل نہوگی بلکہ باین وجہہ کہ یہہ الفاظ موجب اذیت ہین اور شعار
مین کوئی اذیت نہین درحقیقیہ حرمت جو بوجہہ کمی ایہام تہی اور شدید ہو جاویگی
حرمت شعار سے بڑہ جاویگی اور اگر باین خیال کہ ایہام توہین ہے کوئی قاضی یا مفتے
ایسے لوگونکو کافر کہے تو چندان بعید بہی نہین ہان عند اللہ نیت پر مدار کار ہے واللہ
اعلم بما فی الصدور بالجملہ ایسے الفاظ عاشقانہ کا استعمال اس محبوب یزدانی
کی شان مین اگرچہ بعد تجرید معانی ماحصل سب کا محبوب نکل آتے باین وجہہ کہ موہم توہین
اور مشعر تشبیہہ و تساوی معشوقان صوریکے ہے جائز نہین ہان اگر محبوبیت ایمانی محبوبیت
جسمانی سے فوق نہوتی تو مضائقہ بہی نہتہا مگر چہ نسبت خاک را با عالم پاک محبوب ربانی
وایمانی وہ بہی حضرت رسول ربانی صلے اللہ علیہ وسلم کجا اور امردان خوش منظر اور
زنان پری پیکر کجا آخری مقصود اس محبت دنی کا فعل شنیع ہے اور مقصود اعظم
محبت ایمانی کا قرب خدای رفیع اور ظاہر ہے کہ ایہام اسباب مین ایہام مقاصد
و نتایج مندرج ہے باین وجہہ الفاظ مشار الیہا کا ایسے موقع متبرک مین استعمال
کرنا اگرچہ نیت قائل فاسد نہ سہی ہرگز درست نہین اور مقتضای محبت نہین کہ

ایسے الفاظ نازیبا سے اظہار ما فی الضمیر کرکے بجای التفات خداوندی نبی صلے اللہ علیہ وسلم
مورد لعن خداوندی و غضب نبوی صلے اللہ علیہ وسلم ہوں یہہ تو جواب تہا تشبیہات
متعلقہ ذات شریف کا جو مدعیان محبت مثل عاشقان صوری اوسکے مرتکب ہوتے ہیں
یعنی سائل نے ان تشبیہات مشار الیہ کے بعد اون کلمات کو لکہا ہے جو بغرض تعظیم
بولی جاتے ہیں بغرض اظہار محبت مثل تشبیہات مذکورہ نہیں بولتے اگرچہ بعضے خالی
تشبیہ سے نہوں الغرض سائل نے جو یہہ پوچہا ہے کہ یہہ کہنا کیسا ہے کہ خدا محمد ہو گیا
او محمد خدا ہو گئے یہہ چار سوال متواتر اون کلمات سے متعلق ہیں جو بغرض تعظیم او
اظہار عظمت مراتب محمدی صلے اللہ علیہ وسلم آج کل کے محبان نادان بولتے ہیں
سو ان الفاظ کی اطلاق اور اس قسم کی بول چال کا حال او حکم بہی وہی ہے جو
الفاظ تشبیہ سابقہ کا ہے مگر ہاں علت ممانعت میں فرق ہے اور اسلئے وجہ ممانعت
میں بہی تفاوت ہے بنای کار ممانعت الفاظ سابقہ ابہام توہین نبوی صلے اللہ علیہ وسلم
تہا اور وجہہ ممانعت الفاظ تعظیمیہ یقین توہین خداوندی ہے غرض سوای خداوند
رفیع الدرجات کے ہر ایک کے رتبہ کی حد ہے اوس حد سے کہٹانے میں اوسکی توہین ہے
اور اوس حد سے بڑہانے میں جسکا رتبہ اوس حد سے بلند ہے اوسکی توہین ہے
کیونکہ نیچے کے رتبہ والونکو اگر اوپر کے رتبہ میں پہونچا دیجئے تو یہہ معنی ہوں کہ دونوں

برابر ہیں او ظاہر ہے کہ بڑونکو چہوٹونکی برابری سے عیب لگتا ہے او یہیکو توہین
کہتے ہیں غرض رتبہ معین سے کہٹانا توہین ہے او نیچے کے درجہ والونسے برابر کر دینا
بہی کہٹانا ہی ہے مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رتبہ سے اوپر سوای خدا
او کسیکا رتبہ نہیں سو اگر رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپکی رتبہ محمود و معین سے
ذرا بہی بڑہاوینگے تو اسیقدر رتبہ خداوندی میں آپکو داخل کرینگے او جسیقدر رتبہ
خداوندی میں آپکو داخل سمجہا جائیگا اوسیقدر شرک حقیقی لازم آئیگا او سب جانتے ہیں
کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے او بجز توبہ اوسکی مغفرت کی کوئی صورت نہیں او
وجہہ شرک کی ایسی بڑی ہونیکے وہی توہین خداوندی ہے جسکی توضیح سے ابہی
فراغت پائی او ظاہر ہے کہ توہین خداوندی اور توہین نبوی صلے اللہ علیہ وسلم
میں اسیقدر فرق ہے جسقدر خدا میں اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم میں مگر کسی
اہل ایمانکو اسمیں تامل نہوگا کہ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم باانہمہ عظمت و رفعت
مراتب خدا کے ساتہہ کچہہ نسبت نہیں رکہتے یہاں اگر رتبہ بڑہتا ہی تو عبدیت او
عبودیت سے بڑہتا ہے جسکی حقیقت خاکساری او عجز و نیاز او اظہار تذلل ہے
سو جتنا کوئی سوا خدا کے عالی مرتبہ ہوگا اوسمیں بہ نسبت اوروں کی یہہ باتیں زیادہ
ہونگی او ظاہر ہے کہ خدا میں ان باتونکا وہم کرنا بہی عقل کے نادانی ہے اگر

toobaa-elibrary.blogspot.com

کسیکو خدا کی نسبت ایسے خیالات ہون تو اوسکے کفر مین کیا تامل ہے الغرض
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خداوند رفیع الدرجات غنی عن العالمین سے کوئی
نسبت نہین تساوی تو درکنار یہ ان الفاظ مین کہ خدا محمد ہو گیا اور محمد خدا ہو گیا
ایہام درکنار مساوات کی تصریح ہے کہ خدا اپنے رتبہ سے معزول ہو گئی اور اونکا
رتبہ گھٹ گیا علی ہذا القیاس اس لفظ مین خدا جسم ہو گیا اور محمد جان ہو گئی اسکی
تصریح ہے کہ محمد کا رتبہ خدا سے بڑہا ہوا ہے اور خدا کا رتبا ونسے گھٹا ہوا ان الفاظ
مین کسی استعارہ صحیحہ اور تشبیہہ صحیحہ کی گنجایش نہین اور اگر کوئی احتمال بعید کا لے
کہ یہان بہی وہی محبت اور محبوبیت مراد ہے تو ہمنے مانا کہ مراد قائل یہی ہو پر ایک
بات انصاف طلب ہے اور قابل غور ہے اہل انصاف وفہم کو اسکے سننے
کے بعد انشاءاللہ تعالی اسمین تامل نرہیگا کہ کلمات مذکورہ مین اگرچہ معنی
محبت اور محبوبیت ہون پر توہین خداوندی بہرحال لازم آتی ہے وجہ یہ ہے
کہ باہم کے خطابات مین لفظ تو اور تم اور جناب اور حضرت اور قبلہ وغیرہ الفاظ
خطاب مین فرق کرتے ہین تم کو بہ نسبت تو کے اور جناب کو بہ نسبت تم کے اور
حضرت کو بہ نسبت جناب کے بہتر سمجھکر موقع تعظیم مین استعمال کرتے ہین اور
ہر لفظ مین بہ نسبت سابق کے تعظیم اور بہ نسبت مابعد کے توہین خیال کرتے ہین

مقصود

مقصود بہرحال ایک ہوتا ہے یعنے مصداق کلمات مذکورہ ہر طرح ذات واحد
مخاطب ہے پہر یہہ تعظیم اور توہین بجز تغیر الفاظ اور کچھ نہین کہا جاتا معنی کیطرف ہرگز
منسوب نہین کر سکتے پہر جب ہم اور تم باوجود اس اتحاد نوعی اور اشتراک لوازم
بشری اور حوائج ضروری اور عیوب مقرری کے ایک تہوڑی سی بات کسی بات پر
آپس مین اتنے اتنے باریک فرقون پر نظر رکھتے ہین اور اسی وجہ سے اکثر لڑتے
مرتے ہین تم کی جگہ اگر کوئی تو کہدے تو اوسکے چہری مارین یا آب زہر کہا دین
تو خداوند مجید مالک ہر جزو کل رفیع الدرجات غنی عن العالمین جبار قہار کو جسکے
ایک کن مین لاکہ ایسے عالم پیدا ہون لاکہ ایسے ایسے غارت ہو جاتین ایسی الفاظ سے
یاد کرنا جنکے معنی حقیقی لیے جائین تو بیشک کفر و توہین لازم آتی کیونکر موجب توہین
نہو گا الغرض الفاظ مذکورہ مین اول تو گنجایش استعارہ وتجوز نہین اور یہی
تو ایسی ہے جیسی بی بی خاوند کو باپ اور باپ بیٹے کو بوجہ خبرگیری خورونوش
جو اصل مین باپ کا کام ہے باپ ہے یا بہی کو بوجہ محبت وہمزادگی زوجہ بی بی کو
بوجہ نگہداری آب و نان اماں گہر پکارے اب یہ فرمایئے اسمین توہین اور استہزا
نہین تو اور کیا ہے اور کونسے عاقل نے اس قسم کی باتون کو بہی ضرورت روا
رکہا ہے لیکن اس قسم کے الفاظ کے استعمال کی وجہ ممانعت بجز اسکے کچھ نہین

toobaa-elibrary.blogspot.com

که اگر خاوند بی بی کو اما کہیگا تو ایہام تولد ہوگا علی ہذا القیاس کوئی صاحب
فرماتین تو یہی کہ اگر ایہام مذکور اسقدر موجب ممانعت ہے اور ایسا موجب استہزا
اور توہین سمجہا جاتا ہے تو کیا استہزا اور توہین سے احتراز فقط آپس ہی مین ضرور ہے
خداوند رفیع الدرجات کی نسبت اس قسم استہزا اور توہین سے احتراز ضروری نہین
باہم کی ان رشتہ دارون مین اگر فرق ہے تو ایک رشتہ کا ہی فرق ہے اور سب باتون مین
اشتراک ہے انسانیت اور لوازم انسانیت ضروریات بشری حوائج امکانی سب مین
برابر ایک ذرا سے رشتہ کے فرق پر یہہ استہزا اور توہین سمجھی جاتی اور خدا کے ساتہہ
باوجود اس فرق کے کہ کسی بات مین اشتراک تو کیا نسبت اور مناسبت بہی نہین اس
ایہام بیجا مین کچہہ استہزا اور توہین نہو الغرض جیسی زوجیت اور اما ہونا یا باپ ہونا
یا زوجیت اور بہن ہونا وغیرہ باعتبار حکم شرع کسیطرح مجتمع نہین ہو سکتا اور
اس وجہہ سے ایہام مذکور بیجا بیموقع ہے خدائی کے ساتہہ محمد ہونا اور جسم ہونا اور
محمد کے ساتہہ اوس خدائی کی ہوتی بندہ نہونا اور خدائی اور دولہ ہونا ہرگز ممکن الاجتماع
نہین وہان تو یہہ احتمال ہی ہے کہ خدا اپنے حکم کو بدل دے یہان جلکی بات ہی نہین
جو بدل دیجئی اور ظاہر ہے کہ خدا تعالی کی توہین اور اوسکے ساتہہ استہزا سب مین
بڑہکر حرام ہے شرک مین برائی ہے تو اسی بات کے برائی ہے نعوذ باللہ من

ہذا الخرافات

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہذا الخرافات اہل ایمان کا کام نہین اور بے ایمانونسے کلام نہین لیکن تماشا ہے
کہ آج کل مدعیان ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تذلیل اور توہین سے
تو اسقدر محترز ہون کہ خدا کی سامنے بہی عاجز نکہو اور خدا کی توہین مین یہہ جرات
کہ اللہ اللہ خداوند کریم ہدایت کری اور ایسی لغویات سے بچائی علی ہذا القیاس
اس نعط مین کہ خدا میرا منہہ چوم لیتا ہے اول تو خداوند پاک سبوح قدوس کی
نسبت اس بات کا ایہام ہے کہ اوسکے جسم اور لب اور منہہ ایسی ہین جیسے ہمارے
دوسری خواہش بوس و کنار کا ایہام علی ہذا القیاس خدا کے عاشق اور اپنے رقیب
ہونیمین خدا کی طرف تو بیقراری کا ایہام ہے اور اپنی طرف خدا کی مخالفت کا ایہام
ہے رہی یہہ بات کہ عشق عین محبت ہے جسکا خدا کی نسبت ثبوت کلام اللہ
مین موجود ہی سو اسکا جواب یہہ ہے کہ اتحاد معنی محض خیال خام مردمان کم فہم
جنکو ہم مرادف سمجہتی ہین وہ باہم مرادف کم ہوتے ہین ظاہر مین حسن و جمال
مین ترادف ہی مگر نظر غور سے دیکہتے تو ترادف نہین تفاوت ہے حسن صفت
اضافی ہے اگرچہ بظاہر معلوم نہو اور جمال صفت اضافی نہین شرح اوسکی یہہ ہے
کہ جمال اوس کیفیت کو کہتے ہین جو جملہ اعضاء یا ارکان ضروریہ مناسبہ کے ملنی سے
پیدا ہوتی ہے چنانچہ جملہ ہونیکا مضمون ہے لفظ جمال سے ظاہر ہے سو یہہ

کیفیت تو خوشی جمیل کے ساتھہ رہتی ہے اور حسن اوس کیفیت کو ادراک کرکے خوشی اور محظوظ ہونیکو کہتے ہین چنانچہ حُسنٌ لذتٌ بولنا اس بات پر شاہد ہے اور ظاہر ہے کہ یہہ بات دوسرونکی دیکھنے بہالنے پر موقوف ہے اور دوسرونکے متعلق مگر چونکہ خدا کی صفات دوسرون پر موقوف نہین تو جمیل تو خدا کو کہتے ہین اور حسین نہین کہتے سو جیسی یہان ترادف معلوم ہوتا ہے اور بعد تحقیق معلوم ہوا کہ ترادف نہین ایسے ہی اور الفاظ مین عجب نہین کہ ترادف معلوم ہوتا ہو اور واقعی نہو سو جبتک یقیناً ترادف معلوم نہو تبتک عرف ظاہر پر بہروسا کرکے ایک لفظ کی جگہہ دوسرے لفظ کو خدا کی نسبت بولدیتے مین احتمال توہین ہے اور توقیف شرعی کے یہی معنے ہین یہہ جو عقاید مین مقرر ہے کہ اسمای الہی توقیفی ہین تو اوسکی یہی وجہہ ہے سو اول تو احتمال توہین ہے اس ممانعت کیلئے کافی ہے دوسری تحقیق مفہوم عشق اور محبت سے بہی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہہ دونون لفظ جدی جدی مفہوم کیلئے موضوع ہین ہان بوجہہ تلازم یا تقارن جو اکثر مواضع مین مشہود ہے ظاہر بینونکو ترادف معلوم ہوتا ہے حبّ اور حبّہ دانہ کو کہتے ہین اور تخم کو بولتے ہین جو وسط قلب اور تہہ دل مین ہوا کرتا ہے سو محبت تو اوس کیفیت کو کہتے ہین جو وسط قلب اور تہہ دل مین دوسری چیز کی نسبت ہوتی ہے اور عشق اوس سبزہ کو کہتے ہین جسکو ہمارے

عرف مین

toobaa-elibrary.blogspot.com

عرف مین عشق پیچان کہتے ہین سو جیسے سبزہ مذکور قرب وجوار کی اشیا پر چارون طرف سے لپٹ جاتا ہے اور جن چیزون پر لپٹ جاتا ہے اگر وہ از قسم سبزہ ہوتی ہین تو اوسکو سکہلا دیتا ہے ایسی ہی کیفیت مذکورہ تہہ دل سے جوش مار کر کیفیات باقیہ کو دبا لیتی ہین اور گویا نیست و نابود کردیتی ہے اور اوس شخص کو جسکے دل مین عشق ہوتا ہے سکہا دیتی ہے غرض اوس کیفیت کو فقط لیجئے تو محبت ہے اور اس مضمون کے ساتھہ لیجئے کہ اور کیفیات کو دبا لیتی ہے اور صاحب کیفیت کو سکہا دیتی ہے تو اوسکو عشق کہتے ہین سو امر اول اگر ذات خداوندی مین ہو تو ایسا ہے جیسے اور اضافیات علم اور قدرت اونکی تسلیم مین جیسے تردد نہین بوجہہ شہادت کلام ربانی امر اول کی تحقیق مین بہی تامل نکرنا چاہئے اور امر ثانی کو خدا کی ذات پاک مین تسلیم کیجئے تو یہہ معنی ہون کہ خداوند پاک نعوذ باللہ مجبور اور معذور ہے تعالی اللہ عن ذالک علواً کبیراً الغرض استعمال لفظ عشق مین ایہام بیقراری اور اضطرار ہے جس سے خداوند پاک منزہ اور پاک ہے باقی رہا یہہ جملہ کہ میری مغفرت گناہ کرنے سے ہوی اگر مین گناہ نکرتا تو میری مغفرت نہوتی اس جملہ کو اس بات پر محمول کرنا چاہئے کہ بخشش گناہونکی معافی کو کہتے ہین فقط جنت مین داخل کرنیکو

نہین کہتے اور یہہ بات چونکہ بیجا نہین سو ایسے الفاظ اگر کسیکے منہہ سے نکل جاتین تو درگذر لازم ہے اور یہہ احتمال کہ جنت مین داخل کرنا گناہ پر ہو تو وہ جب اگر سیاق کلام سے ظاہر ہو چنانچہ ایہام شاعرانہ اسی غرض سے ہوتے ہین تو یہان بہی وہی حکم ہے کیونکہ اسصورت مین اس بات کا ایہام بہی لازم آئیگا کہ گناہ خدا کے نزدیک مقبول ہے اور طاعت مردود اور اسمین قطع نظر مخالفت قرانی اور احادیث متواترہ اور بیباکی اور استخفاف شریعت مصطفوی صلے اللہ علیہ وسلم کی ایکنوع کا اغوا اور امر منکر بہی ہے جو صفات کفار اور منافقین اور شعار مخالفان دین مین سے ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم والجزم مگر یہہ ہے کہ اس جملہ مین اور تاویلات ممکن ہین اسلیے ان جملہ کی وجہ سے تکفیر اور تفسیق نچاہیے مگر کہنے والونکو خود احتراز لازم ہے اور اس بات مین ضرور گونگی ریس نچاہیے کہ اونکی تاویلات اور خیالات کو عوام کی عقلین نہین پہونچتی علاوہ برین بزرگان دین سے اگر اس قسم کے الفاظ صادر ہوتی ہونگے تو غلبہ حال مین صادر ہوتی ہونگے ہو اور غلبہ حال بوجہ زوال عقل انسانی مرفوع القلم ہو جاتا ہے باقی تقریر بالا سے اہل فہم و فراست خود سمجہ گئے ہونگے کہ بقدر ایہام مذکور اور حسب مدارج قبیحہ مفہوم وہمی حرمت و ممانعت شدیدہ و خفیفہ ہو گی اس صورت مین استعمال لفظ بت اور صنم وغیرہ الفاظ قبیحہ جنکے معانی اصلیہ کے قبح مین کچہہ تامل نہین اور الفاظ باقیہ کی قبح سے انکا

رشید احمد

قبح مدرجہا بڑہکر ہے بہ نسبت اور الفاظ کے زیادہ تر ممنوع ہونگی واللہ اعلم

تکفیۃ الاشارۃ

در تحقیق تعلیم علیات کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم مباح اند یا حرام

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ سید المرسلین وخاتم النبیین والہ وصحبہ اجمعین بعد حمد وصلوۃ یہہ گذارش ہے کہ وجہ استفتا کچہہ سمجہ مین نہین آتی استفسار اوس امر کا کیا کرتے ہین جسمین کچہہ خفا اور اختفا ہو کسی وجہ سے مخفی ومستتر ہو جو بات ہر پہلو سے ظاہر وباہر ہو اوسکا استفسار کیا کیجیے بانیان مدرسہ کی نیت اچہی مدرس کی نیت اچہی معقود علیہ یعنی درس صرف ونحو وادب وعلم معانی واکثر انواع معقولات مثل حساب وہندسہ ومنطق خمین نہ مخالفت عقاید اسلام ہے نہ ضروریات دین اسلام کا بیان بالیقین مباح وقت کار محدود ومعلوم اجرت معلوم باعث اشتباہ کیا چیز ہوتی جو استفتا کی نوبت آتی ہان وقت کار اگر غیر محدود یا غیر معلوم ہوتا تو بوجہ استلزام مجہولیت معقود علیہ البتہ خیال بطلان اجارہ کا موقع تہا معقود علیہ اگر کوئی امر حرام ہوتا تو مثل صدر الصدوری ومنصفی وڈپٹی کلکٹری وغیرہ مناسب حکومہ خمین خلاف ما انزل اللہ حکم کرنیکی شرط ہے یا مثل تحصیل مسکرات وشراب فروشی وزناکاری

toobaa-elibrary.blogspot.com

وغیرہ جنمین خود کوئی گناہ یا وسایل گناہ پر اجارہ منعقد ہوتا ہے نوکری مدرسی بھی حرام ہو جاتی ہے اور ایسی مدرسہ مین پڑھنا بھی جایز نہونا اور اسوجہ سے یون کہہ سکتے ہین کہ چندہ دینا اور اوسکے وصول مین کوشش وسعی کرنی گناہ کی تائید ہے یہہ جایز ہو تو کیونکر ہو اور ایسے مدرسہ کے طالب علمونکو زکاۃ دیجئے تو یون کہو ایسے لوگونکو زکاۃ دیے جن سے شیوع امور محرمہ متصور ہے تائید دین یا اطاعت رب العالمین کی امید نہین جو اصلی غرض عبادات مالی سے ہے کیونکہ جب اموال بشہادت خلق لکم ما فی الارض جمیعا ہماری لئے مخلوق ہوئی ـــــ اور ہم بشہادت وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون عبادت کے لئے پیدا ہوئی تو یہہ ایسا قصہ ہو گیا جیسے یون کہتے کہ گھاس دانہ گھوڑی کے لئے اور گھوڑا اسواری کے لئے سو جیسے ہر عاقل اس ارتباط سے یہہ سمجھتا ہے کہ گھاس دانہ بھی سواری ہی کے لئے ہے یہی وجہ ہے کہ جو گھوڑا اسواری ندی اوسکو گھاس دانہ نہین دیتے بلکہ گولی حوالہ کرتے ہین ایسے ہی ہر عاقل دونون آیتونکی ارتباط سے یہہ سمجھتا ہے کہ اموال اصل مین عبادت کے لئے ہین یہی وجہ ہے کہ جہان یہہ غرض بالیقین مفقود ہو جاتی ہے وہان سلب اموال کے ادیان سابقہ سے لیکر اس دین تک اجازت ہے اور زکاۃ جو بحکم خداوند خالق اموال دیجاتی ہے کفار کو اوس سے محروم رکھا ہان

صدقات نافلہ

صدقات نافلہ جنمین خدا کی حکم کا واسطہ نہین اگر کفار کو دی جائین یا حیوانات کے کام مین صرف کئے جائین تو بایں وجہ جایز ہوئی کہ خدا کے حکم سے ہوتی تو خدا کی طرف سے سمجھے جاتی اور چونکہ احکام شرع صفت حکومت و معبودیت سے متعلق ہین تو اگر زکاۃ کفار کو دیجاتے یا حیوانات کے کام مین آئے تو یہہ معنی ہوے کہ اطوار کفر داخل عبادات ہین جو معبود حقیقی اور حاکم تحقیقی کی طرف سے بطور لگادی اونکی یہہ اعانت ہوئی ہان وجود عالم صفت خالقیت و ربوبیت سے مربوط ہے اور ظاہر ہے کہ وجود حیوانات و بنی آدم غذا پر موقوف اسلئے مقتضای صفت خالقیت یہہ ہوا کہ مومن ہو یا کافر حیوان ہو یا بنی آدم غذا سے اوسکی امداد لازم ہے غرض ربوبیت عام ہے اسلئے رب العالمین ہونا خدا کا ضرور ہوا اور معبودیہ بالفعل خاص ہے اسلئے معبود المسلمین کہلائیگا معبود المومنین والکافرین نہ کہہ سکین گے بالجملہ صدقات نافلہ کا کارخانہ ربوبیت کی پیشکاری ہے اسلئے کفار و حیوانات بھی اوس سے متمتع ہون تو چندان بیجا نہین گو اولی تو یہہ ہو کہ مومنین ہی کو ملین اور زکاۃ و صدقات واجبہ محکمہ حکومت کی کارگذاری اور خدمت گاری ہے اسلئے بندگان عبادت شعار یعنی مومنان زار و نزار ہے اوسکے مستحق ہے غرض تعلیم و تعلم علوم مذکورہ اگر منجملہ محرمات ہوتی تو یون کہہ سکتے تہی کہ گو ہر مومن کو مطیع ہو یا عاصی بوجہ ایمان جو اصل عبادات

toobaa-elibrary.blogspot.com

زکاۃ دینی جایز ہے پر لحاظ اصلی اسطرف مشیر ہے کہ جو لوگ امور محرم مین منہمک ہون اونکا محروم رہنا ہی اولی ہے چنانچہ حدیث لا یاکل طعامك الا تقی اسپر شاہد اور اسی لئے زکاۃ کے لئے بہی وہی لوگ اولی ہین جو متقی و پرہیزگار ہون علی ہذا القیاس معقود علیہ رہن منقولات و علوم دین ہوتا تب بہی یہہ شبہہ ہو سکتا تہا کہ جیسے ملازمان سرکار کو سرکار پر اور کسی سے کچہہ لینا ممنوع ہے ایسے ہی انکو جو ملازمان خاص اور بندگان با اختصاص رب الناس ہین تعلیم علوم دینی پر جو بالیقین کار خداوندی ہے اجرۃ کا لینا جایز کیونکر ہو سکتا ہے جو متاخرین نے اسپر اجرۃ کے لینے کا فتوی دیا اور ابنای روزگار اوسکے بہروسہ اپنی اجرۃ کو جایز سمجہین اور چندہ دینے والے اور وصول کرنے والے باوجود حرمۃ عقد مذکور امیدوار ثواب تایید ہون الحاصل یا عبادات پر اجرہ کا لینا ممنوع ہے یہی وجہ ہوئی کہ اجرۃ صوم و صلوٰۃ و ذکر و شغل وغیرہ حرام ہوئی یا معاصی پر اجرہ کا لینا حرام ہے یہی وجہ ہوئی کہ اجرۃ زنا و کہانت وغیرہ کی ممانعت ہوئی اور وجہ وہی ہے کہ محکوم کو نہ حاکم کی مخالفت پر کچہہ لینا روا ہے کیونکہ خود مخالفت ہی روا نہین اور نہ حاکم کے تعمیل حکم پر کسی سے لینا درست ہے کیونکہ وہ حق حاکم ہے تیسری حرمۃ عقد اجارہ یعنی نوکری مزدوری کی ایک یہہ صورت ہے کہ کار معقود علیہ گو امر مباح ہو

toobaa-elibrary.blogspot.com

پر کسی امر حرام کا ذریعہ ہو مثلاً تعمیر گو کار مباح ہے پر تعمیر مندر و شوالہ و گرجا وغیرہ معابد مخالفان دین اسلام بانوجہنا جایز ہے کہ وہ ذریعہ عبادت غیر اللہ ہے یا یون کہئے کہ تعلیم ریاضی یعنی حساب و ہندسہ و صرف و نحو و ادب وغیرہ علوم مباحہ اگرچہ امر مباح ہے پر مدارس اسلامی کے سوای اور مدارس مین بطمع نوکری جا کر علوم مذکورہ کا تعلیم کرنا اسلئے ناجایز ہے کہ اجارات مین نیت مستاجر کا اعتبار ہوتا ہے یہی وجہ ہوئی کہ تعمیر معابد غیر اسلام ناجایز ہوئی اور ظاہر ہے کہ بحسب نیت بانیان مدارس مشار الیہا عمل عبادات و حسنات تو معلوم البتہ یہہ احتمال قوی ہے کہ ارتفاع علوم شرعیہ مقصود ہو چنانچہ تنزل علوم شرعیہ بوجہ ترقی مدارس جو سب کو معلوم ہے بعد لحاظ مخالفت دینی بانیان مدارس مذکورہ اسپر شاہد ہے اور اگر یہہ نیت نہو تب بہی تنزل مذکورہ بوجہ ترقی مسطورہ احتراز کے لئے کافی ہے اور اسے بہی جانے دیجئے اگر نیت مدرس ہے تعلیم علوم مذکورہ سے تایید مذاہب باطلہ یا ترویج عقاید فاسدہ ہوئی تب بہی احتمال حرمت عطاء چندہ و سعی چندہ بجای خود تہا مگر جب مستفتی خود یہہ کہتا ہے کہ وجہ تخصیص علوم مذکورہ مدرس کیطرف سے فقط احتیاط ہے تو موافق ارشاد المتقی من یتقی الشبہات ایسا مدرس تو اس قابل ہے کہ اوسکے قدم لیجئے اور جانے

نہ بھی پھر ایسے مدرس سے یہہ کب ہو سکتا ہے کہ اوسکے دل میں خیال ابطال عقاید دین ذو الجلال آئے با اینہمہ وقت معین کا محدود بر خدا جانے وہ کونسی بات ہے جسپر مستفتی خواہان تضیع اوقات مجیب ہوا ایسے ہی سوالات لایق ترشروئی ہوتے ہیں چنانچہ حدیث لقطہ جو سایل نے حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے شتر گم شدہ کی نسبت پوچھا کہ اسکو پکڑ لیں یا یوں ہی چھوڑ دیں تو آپ نے غصہ ہو کر کچھہ ایسا فرمایا مَا لَكَ وَمَعَهَا حِذَاءُهَا وَسِقَاءُهَا او کما قال ہاں یہہ بات البتہ قابل استفسار تھی کہ لفظ معقولات ایک لفظ عام ہے فقط ریاضی و منطق ہی اوسکے تلے داخل نہیں طبیعیات اور فلکیات اور الہیات حکمیہ بھی اسمیں داخل ہیں اور ظاہر ہے کہ اکثر مسائل علوم مذکورہ مخالف عقاید اسلام ہیں پھر اونکا تعلیم و تعلم جائز ہو تو کیونکر ہو جو تصحیح عقد مذکورہ کیجئے اور چندہ دینے میں تامل نکیجے اور اگر فرض کرو لفظ مذکور عقد میں عام نہیں یا تعلم تعلیم علوم مذکورہ حرام نہیں تو بیش ازین نسبت کہ مباح ہو مضمون تعبد سے پھر بھی دور ہے ثواب کی امید کی پھر بھی گنجایش نہیں ہاں کسیطرح تعلیم و تعلم مذکور کا عبادت ہونا ثابت ہو تو کیوں نہیں سو مستفتی نے تو نہ پوچھا ہم خود بغرض مصلحت عرض کرتے ہیں سنئے اگر کوئی باورچی یہہ شرط کرلے کہ میں گوشت وغیرہ سالن پکاؤ نگا روٹی

toobaa-elibrary.blogspot.com

نہ پکایا کرونگا تو کوئی دیوانہ بھی بخیال عموم لفظ گوشت یوں نہ کہیگا کہ اسمیں سگ اور خوک بھی گوشت آگیا اور اوسکا کھانا پکانا حرام ہے اسلئے باورچی مذکور کے نوکری ناجائز ہو گئی ایسے ہی عموم لفظ معقولات سے بخیال بطلان علوم مذکورہ عقد درس مدرس مذکور کے حلت میں متامل ہونا کودنوں اور وہمیوں کا کام ہے عقلا سے اگرچہ جاہل ہی کیوں نہوں اس قسم کی نیں باتیں متوقع نہیں البتہ یہہ صحیح کہ امور مباحہ بذات خود مستوجب ثواب ہوتے ہیں نہ موجب عذاب مگر جب امور مباحہ وسیلہ حسنات یا ذریعہ سیئات ہو جاتے ہیں تو ایسی طرح حسنات و سیئات کی ذیل میں محسوب ہو جاتی ہیں جیسے او بلا لکڑی کہانیکے حساب میں یعنے جیسے مہینی پر مثلاً کہانیکا حساب کرتے ہیں تو اوپلی لکڑی کے دام لگا کر یوں کہا کرتے ہیں کہ کہانا اتنے میں پڑا اور کہانیمیں اتنا صرف ہوا جسکا حاصل یہہ ہوتا ہے کہ اشیاء مذکورہ بایں وجہ کہ ذریعہ حصول طعام ہوتی ہیں طعام ہی کے مد میں داخل ہو جاتی ہیں ایسے ہی امور مباحہ بعد توسل حسنات تو حسنات کے مد میں داخل ہو جاتی ہیں اور بعد تسبب سیئات سیئات کے حساب میں محسوب ہونگی چنانچہ مسجد کیطرف رفتار اور نماز کے لئے انتظار پر جو ثواب نماز ملتا ہے اسکی بھی وجہ تو ہے کہ امور مذکورہ ذریعہ حصول نماز یعنی نماز صلوۃ باجماعت ہیں ورنہ کون نہیں جانتا کہ رفتار نہ کسی قسم کی نماز ہے اور نہ انتظار کسیطرح نماز یا نیاز ہے علی ہذا القیاس لینا دینا پڑہنا لکھنا

گواہی شہادت جو بالیقین اصل سے مباح ہین ورنہ امور مذکورہ کسیطرح کسی موقع مین جایز نہوتی اگر ذریعہ اکل ربا و سود خواری ہوجائین تو اسی لعنت کے مستحق ہوجاتین جو اصل مین شایان سود خواران ہے اسیطرح بوس وکنار جسکی اباحت پر جواز بلکہ استحباب بسبب اولاد وشاہد ہے اگر ذریعہ زنا ہوجاتین تو موافق ارشاد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم زنا ہی کے حساب مین داخل ہوجاتین اور شرع کیطرف سے اطلاق زنا و نیز کہا جائیگا حالانکہ بالبداہتہ وہ غیر زنا ہین تعمیر مکان مسجد جو منجملہ عبادات سمجھی جاتی ہے تو کیون سمجھی جاتی ہے فقط اسلیے کہ وہ عبادتخانہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ وہ سامان عبادت اور ذریعہ اطاعت ہے تعمیر معابد ادیان باطلہ جو منجملہ معاصی شمار کیا گیا تو کیون شمار کیا گیا فقط اسلیے کہ وہ ذریعہ معصیت اور سامان شرک وکفر وغیرہ ہے غرض کہان تک گنائی ہزارون نظیرین قرآن وحدیث مین موجود کتب فقہ واصول وعقاید وتصوف مین مذکور ایک ہم تو کیتے کہان تک کہتے یہہ تعلیم صرف ونحو ومعانی وبیان وادب وریاضی ومنطق ہی نے کیا قصور کیا ہے جو یہہ ذریعہ علوم دین ہوکر بہی داخل حساب علوم دین اور مستوجب ثواب کار دین نہون صرف ونحو تو اوضاع صیغہای مختلفہ اور مدلولات اضافات متعددہ مثل فاعلیت ومفعولیت مین محتاج الیہ علم ادب اطلاع لغات وصلات ومحاورات مین مفید اور علوم معانی وبیان قدرشناسی فصاحت وبلاغت یعنی حسن عبارت قرآن وحدیث

toobaa-elibrary.blogspot.com

مین کار آمد علم منطق کمال استدلال دلایل خداوندی ونبوی صلے اللہ علیہ وسلم مین نافع اور ظاہر ہے کہ جو نسبت عبارت ومعانی مین ہے وہی نسبت حسن عبارت اور خوبی استدلال مین ہوگی کیونکہ عبارت سے متعلق ہے تو یہہ معانی سے مربوط ہے کیونکر کہہ دیجئے کہ علم معانی وبیان تو جایز ہو اور منطق ناجایز ہو صرف ونحو وادب ومعانی وبیان مین اگر مخالفت دین اسلام نہیں تو منطق بہی اس عیب سے پاک ہے اور اگر اشتغال منطق گہ وبیگاہ بالبعض افراد کے حق مین موجب محرومی علوم دینیہ ہوجاتا ہے تو یہہ بات صرف ونحو وغیرہ علوم مسلمہ الاباحتہ مین بہی بالبداہت موجود ہے غرض اگر تحصیل صرف ونحو ومعانی ومنطق سے توسل علوم دینی ہے تو بیشک علوم مذکورہ مستوجب ثواب ہونگی نہیں تو نہیں سو یہہ بات نیت بانیان مدرسہ ونیت معلم ومتعلمین پر موقوف باقی جس کسی نے بزرگان دین مین سے منطق کو برا کہا ہے یا بابین نظر کہا ہے کہ کم فہمون اور کم ہمتون کے حق مین اوسکا مشغلہ تحصیل علوم دین مین حارج ہوا سواد سوقت وہ ذریعہ خیر نرہا وسیلہ شر ہوگیا اور یا یہہ وجہ ہوئی کہ خود بوجہ کمال فہم منطق کی ضرورت نہوتی جو مطالعہ کی نوبت آتی اور عدم مخالفت معلوم ہوجاتی یہہ سمجھے کہ یہہ علم منجملہ ایجاد کردہ حکمای یونان ہے اور اونکی ایجاد کیے ہوئی علوم کی مخالفت کسیقدر یقینی تہی اسلیے یہی خیال دل مین جم گیا کہ یہہ علم بہی مخالف دین اسلام ہی ہوگا ورنہ اس علم کی حقیقت سے آگاہ ہوتی اور اس زمانہ کے نیم ملاؤن کیطرح

الہام کو دیکھتے جو چہوٹتے ہی قرآن و حدیث کو لی بیٹھتے ہین اور باوجودیکہ قرآن
کتاب مبین اور اوسکے آیات واقعی بینات ہین فہم مطالب و احکام مین ایسی طرح
دہکی کہاتے ہین جیسی آفتاب نیمروزکی ہوتی اندہی دہکی کہاتے ہین اور پہر اون خرابیونکو
دیکھتے جو ایسے لوگون کے ہاتہون دین مین واقع ہوتی ہین تو ہرگز یون نفرماتے
بلکہ علمای جامعین کی برکات اور فیوض کو دیکھکر تو تعجب نہین بشرط حسن نیت بوجہ
توسل مذکور ترغیب ہے فرماتی اور کیون نفرماتی وجہ عدم علوم فلسفہ اگر ہی تو مخالفت
دین اسلام ہے چنانچہ تصریحات فقہا اسپر شاہد ہے سو فرماتے تو سہی منطق کا وہ کونسا
مسئلہ ہے جسکو یون کہئے کہ مخالف عقاید دین اسلام و احکام دین و ایمان ہے،
مگر جب مخالفت نہین اور وجہ ممانعت مخالفت تہی تو پہر اور کیا کہئے کہ بوجہ ناواقفیت
حقیقت علم مذکور فقط انتساب فلاسفہ سے اون فقہا کو دہوکا ہوا جو اسکو بہی
ہمسنگ علوم مخالفہ سمجہہ گئے رہا فتوی یجوز الاستنجاء باوراقہ اس سے
حرمت منطق پر استدلال کرنا ایسا ہے جیسے یون کہئے کہ ڈہیلون سے استنجا کرنا
جایز ہے اسلئے ڈہیلونکا اوٹہانا کرنا جایز نہین اور اگر بالفرض والتقدیر تحصیل منطق
بہی ہمسنگ تحصیل علوم مخالفہ دین و اسلام ہے یا لفظ معقولات ایسا عام ہے،
کہ ہر جگہہ علوم مخالفہ کا مراد ہونا ضرور ہے تو پہر کیا حرمت عقد پہر بہی لازم نہین آتی
ہان

کیونکہ بعض امور بجمیع وجوہ غیر مشروع ہوتے ہین جیسے زنا اور قتل ناحق اور بعض امور
ایک وجہہ سے غیر مشروع ہوتے ہین تو ایک وجہ سے مشروع بہی ہوتے ہین مثلاً شعر کی
ممانعت کیطرف آیہ والشعراء یتبعہم الغاوون الم تر انہم فی کل واد
یہیمون و انہم یقولون ما لا یفعلون اور نیز آیہ وما علمناہ الشعر وما
ینبغی له اور سوا انکی اور آیاتمین تصریحات اور اشارات موجود ہین اور حدیث
لان یمتلی جوف احدکم قیحا یریہ خیر له من ان یمتلی شعرا - اور نیز
اور احادیث جو اسکے قریب المعنی ہین اسپر شاہد ہین مگر با اینہمہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اور خلفا کے زمانہ مین حضرت حسان رضی اللہ عنہ ممبر پر چڑہ چڑہکر
اشعار پڑہا کرتے تہے اور سوای اونکے حضرت عبداللہ بن رواحہ اور زہیر صاحب
قصیدہ بانت سعاد وغیرہ اصحاب کا آپکے سامنے اشعار کا پڑہنا اور آپ کا
خوش ہونا کتب احادیث مین منقول ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بعد دفن حضرت
سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اشعار کا پڑہنا اکثر طالب علمونکو معلوم ہوگا علاوہ
برین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہہ ارشاد کہ علیکم بدیوان العرب مشہور ہے،
اور حضرت عبداللہ بن مسعود کا اون لوگونکو جنکے طرف بوجہ استماع وعظ و نصایح
احتمال ملال ہوتا تہا یہہ فرمانا کہ حمضوا مجالسکم اکثرونکو معلوم کتب احادیث مین

tooba-elibrary.blogspot.com

مثل بخاری شریف وصحیح مسلم اشعار مذکور ہین کتب تفاسیر مین مثل بیضاوی شریف و
مدارک وتفسیر کبیر اشعار مسطور اور ہزارون اصحاب اور اولیا اور علما سے شعر گوئی اور
شعرخوانی کا ثبوت مسلم وجہ اسکی کیا ہے وہی ہے کہ شعروشاعری بجمیع الوجوہ ممنوع
نہین ورنہ بعد ارشاد والشعراء یتبعهم الغاون جو علی العموم ہر قسم کے اشعار کے
مذمت پر دلالت کرتا ہے اور بعد ہدایہ کلان یمتلی الخ جو علی الاطلاق ہر قسم کے
اشعار کی ممانعت پر شاہد ہے ایسی مخالفت صریح اول سے آخر تک تمام امت کی
امت مین شایع وذایع نہ ہوجاتی اور ایسے ایسے ارکان دین یون مخالفت ظاہر پر کمر
نہ باندہتی مگر یہ ہے تو پہر کلام فقہاء سے بہ نسبت علوم فلسفہ ایسی ممانعت علمیہ مطلقہ
سمجھ لینا اونہین کا کام ہے جنکو فہم ثاقب خداوند عالم نے عطا نہین کیا صاحب اس
زمانہ سے لیکر آغاز سلطنت عباسیہ تک جسمین علوم فلسفہ یونانی سے عربی مین
ترجمہ ہوتی لاکہون اولیا اور علما ایسے ہین اور گذرے ہین جنکو علوم مذکورہ مین مہارت
کاملہ تہی اور ابہی مولوی ارشاد حسین صاحب رامپور مین اور مولوی عبدالحی صاحب
لکہنؤ مین اور مولوی شکر اللہ صاحب مراد آباد مین باوجود تقوی ودینداری کے علوم
مذکورہ مین کمال رکہتے ہین دلی مین مولوی نذیر حسین صاحب بہی جنکو صلاح و
تقوی مین اکثر دیکہے نزدیک ضرب المثل کہتے تو بجا ہی ان علوم سے خالی نہین علمآ

ضلع

toobaa-elibrary.blogspot.com

ضلع سہارنپور کی جامعیت خود مشہور ہے پہلی زمانہ کی سنئے مولوی بشیر الدین صاحب
مرحوم مولوی عالم علی صاحب مرحوم مدتون تک مراد آباد مین درس معقولات مین
مشغول رہے مولانا عبدالحی صاحب مولانا اسمعیل صاحب شہید مولانا شاہ
عبدالقادر صاحب مولانا شاہ رفیع الدین صاحب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب
مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہم کا کمال علوم مذکورہ مین شہرہ آفاق ہے
حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی اور حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ
کا کمال علوم مذکورہ مین انکی تصانیف سے ظاہر ہو رہا ہے حضرت علامہ سعد الدین
تفتازانی اور علامہ سید شریف مصنفان شرح مقاصد وشرح مواقف اور علامہ
جلال الدین دوانی مصنف شرح عقاید ملا جلال جو تینونکی تینون امام علم عقاید مین
علوم مذکورہ مین ایسے کامل کہ کاہکو کوئی ہوگا حضرت امام فخر الدین رازی حضرت
امام غزالی حضرت شیخ محی الدین عربی یعنے حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا
علوم مذکورہ مین کمال ایسا نہین جو ادنی سے اعلی تک کسی پر مخفی ہو جب ایسے ایسے
علماء ربانی اور اولیا کرام اور سوا اونکی اور اکابرین دین علم مذکورہ کیطرف سے
ملتفت رہے تو یا تو یون کہئے کہ سب کے سب عمدا ایسے امر قبیح وحرام کے باصرار
مرتکب ہو کر مستوجب غضب الہی ہوتی یا یون کہئے کہ مثل اشعار اگرچہ علوم مذکورہ

ممنوع اور اصل سے مکروہ و حرام مین پر جیسے شعر مین انہماک اور اوسکے ہی پڑھانا
اور اوسکو مقصود اصلی اور مطلوب اہم بنالینا ممنوع ہے مطلقا مشغلہ شعر ممنوع نہین
چنانچہ حدیث مین لفظ تملی اوسکی طرف مشیر ہے اور آیۃ مین استثنای الا
الذین آمنوا اسپر شاہد ہے ایسے ہی قبلہ ہمت اور کعبہ طلب بنالینا تو بیشک ممنوع ہے
بغرض تشحیذ اذہان یا بخیال رد عقاید باطلہ علوم مذکورہ کا حاصل کرنا یا بہ نیت بطور
بطلان علوم مذکورہ کو ایسی اوستاد کامل سے حاصل کرنا جو وقت درس اوسکا بطلان
ثابت کرتا جاتا ہو ہرگز ممنوع نہین بلکہ بشرط لیاقت و حسن نیت اگر مستحب ہو تو بجا ہے
جیسے بغرض انتصار یا تحمیض مجلسین یا تائید علم تفسیر مشغلہ شعر مستحب ہو جاتا ہے چنانچہ
اہل فہم پر ارشاد عمری اور ہدایہ عبداللہ بن مسعود سے ظاہر ہو رہا ہے مگر جب شعر مین
جسکے ممانعت قرآن و حدیث مین منصوص ہو بوجہ مذکور یہہ استحباب آجاتا ہے
تو وہ ممنوعات جنکی ممانعت قرآن و حدیث مین مصرح نہو فقط قیاس فقہا شعر وغیرہ
ممنوعات پر اسکی ممانعت کا منظر ہو کیونکر بوجہ مذکور بشرط لیاقت و حسن نیت مثل
تشحید ذہن یعنے ذہن کو باریک فہمی کی عادت ڈالنی جس سے حقایق غامضہ عقاید و
احکام کو سمجھہ سکے مستحب نہو جاوینگی ہان اگر کسی مین لیاقت علمی نہو جیسے آج کل کے
وہ صاحب علم جو بے سوچے سمجھے شعر و علوم مذکورہ کو علی الاطلاق حرام بتلاتے ہین

بجز ان

یا نیت درست نہو مثلا قبلہ طلب انہین علوم کو بنالے بطور مذکور ذریعہ نہ بنائے
یا ذریعہ بنائے تو علوم باطلہ کی تائید کا بنائے جیسے فرض کرو اور مذہب والی بغرض
تائید مذہب یا مقابلہ اسلام حاصل کرین تو اونکے حق مین اگر مشغلہ علوم مذکورہ
مکروہ یا حرام مطلق ہو تو بیجا نہین اور اس وجہ سے انکی حق مین درس علوم مذکورہ پر
اجرت لینا جائز نہوگا وہ آمدنی اگر بجمیع الوجوہ مکروہ یا حرام رہی تو دور از عقل
نہین اور اونکی حامی اور ممد تائید امر حرام کی مصداق ہون تو لائق قبول ہے
خاصکر اوس صورت مین کہ مستاجر مسلمان نہو کسی اور مذہب کا آدمی ہو کیونکہ فعل
اجیر تابع نیت مستاجر ہوتا ہے مثال درکار ہے تو لیجیے کار معمار فی حد ذاتہ جائز ہے
مگر کوئی شخص شوالہ مندر چنوائے تو کار تعمیر حرام ہو جائیگا اور مکان و مسجد تعمیر کراتے
تو اور حکم ہو جائیگا ہان اگر نیت اچھی ہے اور لیاقت کما ینبغی خداداد موجود ہو یعنی
معلم و متعلم بغرض تشحید ذہن یا رد عقاید باطلہ یہہ مشغلہ اختیار کرین اور پھر دونون یہہ لیاقت
بہی ہو کہ معلم اظہار بطلان پر قادر ہو اور متعلم دلایل ابطال کے سمجھنے کی لیاقت رکھتا ہو تو بیشک
تحصیل علوم مذکورہ داخل مثوبات و حسنات ہونگی چنانچہ تقریر گذشتہ اس باب مین
کافی ہے مگر جب یہہ ہے تو بیشک چندہ دینے والی وسعی کرکے وصول کرنیوالی اس وجہ سے
مصیب بہ ثواب ہونگی اور پھر اوسکے ساتھہ یہہ وجہ جدی ہی کہ جیسے ہندیون کو

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ معظمہ مین پہنچنا مثلاً بذریعہ جہاز و ریل ممکن نہین ایسے ہی درس علوم دینیہ مراد آباد مین بے قیام عالم علوم دین ممکن نہین پہر جیسے کوئی شخص ریل کا کرایہ یا جہاز کا نول دیکر کسی عازم بیت اللہ کو ریل یا جہاز پر سوار کرادے تو کوئی نادان بہی اسمین تامل نہوگا کہ کرایہ دینے والی کو امداد حج کا ثواب نہین ملتا اور یہہ کوئی نکہیگا کہ بذریعہ جہاز عرب مین پہنچ جانیکو تو یہہ لازم نہین کہ سوار ہونیوالا حج بہی کر ہی لی اور اسپر جہاز والا یا ریل والے بغرض تمول و حصول دنیا سوار کرنے مین اور پہر ریل اور جہاز مین چڑہکر کہین جانا کوئی عبادت نہین اسصورۃ مین کرایہ دینیوالے کو ثواب ملی تو کیونکر ملی ایسے ہی کوئی عاقل اگرچہ جاہل ہے کیون نہوا اسمین تامل نہین ہو سکتا کہ درس فنون دانشمندی یعنی صرف و نحو وغیرہ پر درصورتیکہ وجہ قیام عالم مشار الیہ ہوا اجرت کے دینے والیکو ثواب امداد دین اور ترویج منقولات نہ ملیگا اور یہہ کوئی نہین کہہ سکتا کہ بعوض درس فنون دانشمندی اگر کہین قیام ہو تو اوسکو یہہ لازم نہین کہ علوم دین کی درس کا بہی اتفاق ہوا کری اور پہر اسپر درس علوم دانشمندی کوئی عبادت نہین بہنداً مدرس بعرض وصول تنخواہ درس مین مشغول رہتا ہے اسصورتمین تنخواہ دینے والیکو ثواب ملی تو کیونکر ملی مگر یہہ بہی تو پہر سعی کرنیوالون اور در بدر پہر کر وصول کرنیوالونکو بشرط حسن نیت ثواب نملنے کے کیا معنی اگر یہہ وہم ہے کہ سوال حرام ہے تو اپنے لئے بیضرورت حرام ہے دوسرونکی لئے سوال کرنا اور سعی اور ترغیب کرکے دلانا حرام نہین اگر یہہ بہی حرام ہو تو

رسول اللہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ترغیبات خاصکر وہ جو اپنے زمانہ کے محتاجون اور مفلسون کیلئے فرماتی ہین نعوذ باللہ داخل سوال حرام ہو جائین سو بس بات کیے کہنی اہل اسلام مین سے کسکو جراۃ ہے اور چندہ دینے والون اور دلانی والون اور سعی کرنیوالون اور وصول کرنیوالون کو بوجہ مذکورہ بالا ثواب ملا تو بیشک یہہ کار ایک کار خیر کا اور کیون نہو اشاعت علوم ربانی اور تائید عقائد احکام حقانی منجملہ سبیل اللہ ہے بلکہ سبیل اللہ مین بہی اول درجہ کا اسلئے کہ قوام و قیام دین بے علوم دین و تائید علوم دین و رد عقاید مخالفہ عقاید دین متصور نہین اگر تمام عالم مسلمان ہو جاتی تو اعلاء کلمۃ اللہ کی حاجت نہیر پر علوم دین کی حاجت جونکی تون رہتی ہے غرض دین کیے حق مین اصل اور محتاج الیہ اور قدر ری علم دین سے بڑہکر کوئی چیز نہین اسلئے اسکی تائید اور ترویج مین صرف کرنا اعلی درجہ کا فی سبیل اللہ ہے اور اگر فرض کرو تائید علوم اور ترویج عقاید یقینی کو فی سبیل اللہ نہین کہہ سکتے یہہ اطلاق اعلاء کلمۃ اللہ ہی کے ساتہہ مخصوص ہے تو اس کارخانہ کو اعلاء کلمۃ اللہ سے بہی بڑہکر کہنا پڑیگا اور اسلئے اوسکی بربادی کے درپی ہونیوالون کو منجملہ صدین عن سبیل اللہ جنکی مذمت سے قرآن و حدیث پر ہے سمجہنا لازم ہوگا یا اونسے بہی بڑہکر انکو سمجہا جائیگا مگر میری سمجہہ مین نہین آتا کہ ایسے مدرسہ کو کون برا کہتا ہوگا اور کون اسکے درپی تخریب ہوگا کہ جسمین اکثر سبق منقولات کے پڑہائی جاتے ہون

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور دو تین سبق معقولات کے بہی پڑہاتی جاتے ہون اور اونمین کہین کسی موقع مین اگر کوئی
مسئلہ مخالف عقاید اسلام بلکہ مخالف راے اکابر آگیا گو مخالف اسلام نہو تو اوسکی
تردید کرنا بہتیری کیجائیگی ہان کوئی کہنہ خواہ مدرسین باید خواہ دین اپنی آنکہون مین خاک ڈالکر ایسی بات
کہنے لگے تو کہنے لگے ہاے افسوس جہان دین کی ترقی اور علوم دین کی ترویج کا کوئی سامان کہین
خدا کی عنایت سے برپا ہوا تو شیطان یہہ شعبدہ بازیان کہڑے کر دیتا ہے جنکو مال جان سے
بہی زیادہ عزیز ہے اونکو دینے کے لیے ایک بہانا ہو جاتا ہے اہل لیاقت کو لازم ہے کہ کچہہ تو عقل کو
کام مین لائین اور آنکہین ذرا کہولین اور دیکہین کہ کون حق کہتا ہے اور کون تردید ... کی باتین کرکے
دین مین رخنہ انداز ہوتا ہے کیا قیامت ہے کہ طلب دنیا مین تو ہمکو یہہ سرگرمی ہو کہ امید موہوم پر ہے
سعی کئے جائین اور دین مین یہہ شیشے کیے جلین یا نہ جلین باوجود فراہمی سامان ترقی ناحق کے
حجتین نکالی جائین اگر ایسے لوگ اپنی دلکو ٹٹولین تو یہی نکلے جو مین کہتا ہون یعنے ایسے
کارخانہ کو کارخانہ خیری سمجہین یا نہ سمجہین مگر کینہ اور عداوت بہی شامل محبت مال نعیمی
وتصیم ہے اور کیون نہو کسی سے عداوت بہی کسی محبت کا نتیجہ ہوتا ہے وہ مال کی محبت ہو یا
عزت کی محبت ہو یا کسی اور چیز کی محبت ہو جب یہہ سب باتین ذہن نشین ہو چکی تو اب اسکی
کیا حاجت ہے کہ ایسے مدرسے کے طالب علمونکو زکاۃ دیجئے یا نہ دیجئے ہر شخص سمجہہ گیا ہوگا کہ انکا دینا
فی سبیل اللہ ہے اور ظاہر ہے کہ قرآن مین مصارف زکاۃ کے بیان مین ذوی الارحام کا ذکر نہین

لنگر دینے کی فضیلت اگر ہے تو احادیث مین ہے اور فی سبیل اللہ خود قرآن مین بیان مصارف
مین موجود ہے اسلئے بایں وجہ کہ قرآن شریف حدیث شریف پر مقدم ہے فی سبیل اللہ والونکو بہی
جیسے وہ طالب علم مثلاً جو علوم دین پڑہتے ہون یا بطور مذکور الصدر معقولات کو تحصیل
کرتے ہون ذوی الارحام پر مقدم ہونگی علاوہ برین عقل اگر سلیم ہو تو اسپر شاہد ہے کہ اپنی عزیز داری
سے خدا کی واسطہ داری مقدم ہے اونون سے اللہ والی اولی رہین تو بہتر ہے اور بہتیک
وہ لوگ جو ذوق ایمان رکہتے ہین خدا کی واسطہ دارونکو اپنے عزیزونسی زیادہ عزیز سمجہتے ہین
انصاریون نے مہاجرین کے ساتہہ جو کچہہ سلوک کیا وہ اپنون کے ساتہہ کبہی نکیا ہوگا یہی مہاجرین
وہ اگر اپنونکو مقدم رکہتے تہے تو انکے لئے بہی فی سبیل اللہ تہی غرض ایسے مدرسونکی طالب علمونکو
دینا اپنونکی دینے سی زیادہ اولی معلوم ہوتا ہے سو دینے والی زیادہ نہ سمجہین برابری سمجہین
برابر سمجہین کمتر سمجہین پر کہین کچہہ دین تو سہی جو خدا سی بہی سرخرو ہون ورنہ ایسا نہو بروز
حساب جیسے حدیثون مین آیا ہے خدا فرمانے لگی کہ مین بہوکا تہا تمنے مجہی کہانا نکہلایا حدیث
شریف مین آیا ہے کہ جب بندون سی یہہ خطاب ہوگا وہ کچہہ ایسا عرض کرینگے تو بہوک
پیاس سے پاک کہانے پینے سے مبرا اسپر خداوند تعالی شانہ فرمائیگا فلانا میرا بندہ بہوکا تہا
تو اگر اوسکو کہلاتا وہ میری حساب مین ہوتا انتہی اب اہل فہم سے یہہ عرض ہے کہ ایسی لوگ
جنکا کہلایا خدا کے حساب مین محسوب ہو سوا اونکی اور کون ہو سکتے ہین جو خدا کے

tooba-elibrary.blogspot.com

کام ہو نگے ہوتی ہوں یعنی وہ کام کرتے ہوں جنمین نیابت کی گنجایش ہو یعنی خداسی ہی وہ کام
سرزد ہوسکے سو ایسی باتین یہی تعلیم و ہدایت و قہر اعداء وغیرہ ہین عبادت نہین
کیونکہ خدا سی عبادت متصور نہین البتہ ہدایت اور تعلیم اور قہر اعداء اور نصرت اولیا اوسکا
کام ہے کون نہین جانتا کہ موافق ارشاد وعلم آدم الاسماء معلم اصلی خداہی ہے
اور موافق ہدایت واللہ یھدی من یشاء الخ ہادی اصلی خداہی ہی اور موافق
فرمان واجب الاذعان آیہ تلک الایام نداولھا بین الناس اور آیہ ان تنصروا اللہ
ینصرکم ولقد نصرکم اللہ ببدر وغیرہ آیات نصرت ہی جسکا حاصل وہی مقابلہ اعداء
کے بعد قہر اعداء ہے اصل مین خداہی کا کام ہے باقی رہا یہ شبہ کہ طالب علم علم سیکہتے ہیں
اور ظاہر ہے کہ یہہ بات خدا کیطرف منسوب نہین ہوسکتی اسکا جواب یہہ ہی کہ جب اس غرض
کو تی پڑہے کہ پڑہکر پڑہاونگا اور دونکو ہدایت کرونگا اور یہی نہین تو اپنی آپکو ہی ہدایت کرونگا
تو یہہ پڑہنا پڑہانے اور ہدایت کے حساب مین ہوجائیگا اور جیسے سامان اعلاء کلمۃ اللہ کا مرف
وہ اعلاء کلمۃ اللہ ہی کے حساب مین محسوب ہوتا ہے ایسے ہی یہان بہی ہوگا مگر چونکہ ادای
تملیک شرط ہے اسلئے چندہ تنخواہ مدرسین مین زکاۃ دیجائیگی تو زکاۃ ادا نہوگی ہان مدرس کو نوکری
دی یا طالب علم کو بشرطیکہ وہ مصرف زکاۃ ہون بعد تملیک ادا ہوجائیگی اس سے زیادہ کیا عرض
کیجیے فضایل طلبہ علم اکثر اہل اسلام کے گوش خوردہ ہین اسلئے یہان ہی ختم لازم ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

الحمد للہ رب العالمین تمام شد فقط لطائف احادیث المعروف سوال وجواب
رفع تعارض بسم اللہ الرحمن الرحیم آیات واحادیث

سوال اول حدیث کتاب بخاری شریف صفحہ ۴۷۳ سطر ۴ عن ابی ھریرۃ عن النبی
صلعم قال یلقی ابراھیم اباہ آزر یوم القیمۃ وعلی وجہ آزر غبرۃ وقترۃ
فیقول لہ ابراھیم الم اقل لک لا تعصنی فیقول ابوہ فالیوم لا اعصیک
فیقول ابراھیم یا رب انک وعدتنی ان لا تخزنی یوم یبعثون فای خزی
اخزی من ابی الابعد فیقول انی حرمت الجنۃ علی الکافرین الخ اس حدیث
مین اور آیہ فلما تبین لہ انہ عدو للہ تبرء منہ مین تعارض ہے اور نیز آیہ
لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمن وقال صوابا اور آیہ من ذا الذی یشفع
عندہ الا باذنہ مین حدیث اور آیہ اول مین اسطرح تعارض ہے کہ حدیث سے
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آذر کیلئے سفارش کرنا ثابت ہوتا ہے اور آیہ سے دنیا
ہی مین تبری فرمانا ثابت ہوتا ہے اور وجہ تبری کی دنیا مین عداوت اللہ واقع ہوئی تہی
پہر آخرت مین آذر کو کونسی اللہ سے محبت ہوگئی تہی جو اوسکے محبت حضرت ابراہیم علیہ السلام
کے دل مین ایسی سمائی کہ بلا استمزاج واذن سفارش فرمانے لگے اور حدیث اور آیہ ثانیہ
مین اسطرح تعارض ہے کہ بدون ارشاد خداوندی کوئی شخص کسیکی سفارش نہین کرسکتا

اوحدیث سے سفارش بلا اذن من عند نفسہ کرنی معلوم ہوتی ہے فقط

جواب بدلالۃ انہ عدو اللہ یہہ بات سمجہہ مین آتی ہے کہ آذر کو خدا سے عداوت تہی
یہہ نہین کہ خدا کو اوس سے عداوت تہی مگر قیامت مین آذر کی عداوت مبدل بمحبت ہوجائیگی
اور کیون نہو خدا کی محبت سب کے تہ دل مین ہے دنیا کی محبتین اوسکو دبالیتی ہین پر قیامت کو
بحکم کل نسب وصہر منقطع یوم القیامۃ الخ اور آیہ یوم یفر المرء من
اخیہ دل لبریز محبت خدا سے دنیا کی محبت ایسی طرح زایل ہوجائیگی جیسے راکہہ آگ کے
اوپر سے اوتر جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ روز قیامت کو کفار کے حق مین یوم الحسرۃ کہا حسرت
بے محبت متصور نہین اور محبت طبعی قابل زوال نہین اپنی محبت طبعی ہی اور خالق کی محبت
اوس سے مقدم کیونکہ حقایق ممکنہ نہ موجود صرف یا وجود صرف ہین ورنہ واجب ہوتی اور
نہ معدوم محض یا عدم محض ہین ورنہ ممتنع یا محال ہوتی تشل خطوط فاصلہ بین النور والظلمۃ
وہ حدود فاصلہ بین الوجود والعدم یا بین الموجود والمعدوم ہین اور ظاہر ہے کہ اس
صورت مین جیسے خط فاصل کی حقیقت ایک امر اضافی ہے یعنی انتہاء نور مثلاً اوسکو
کہتے ہین اور اوس سے زیادہ اوسکی تعریف ممکن نہین ایسے ہی حقایق ممکنہ امور اضافیہ یعنی انتہاہے
وجود صرف ہونگی اسلئے اونکا تعقل ذی منتہا کی تعقل پر موقوف ہوگا اور کیون نہو منتہا کا
تصور بے تصور ذی منتہا متصور ہی نہین اس سے زیادہ اور کیا چیز اوسکے اضافی ہونے پر دلالت

الی

کریگی مگر یہہ ہی تو ممکنات کا تحقق اوس ذی منتہا کی تحقق پر موقوف ہوگا اسلئے اپنی محبت بہی
اپنے ذی منتہا کی محبت پر موقوف ہوگی اور چونکہ ذی انتہا وجود صرف ہی اور اوسکو ذات خداوندی
سے ایسی ہی نسبت ہے جیسی شعاعونکو ذات آفتاب کے ساتہہ تو جیسے شعاعین بہ نسبت آفتاب
اضافی ہین کیونکہ اونکی حقیقت اس سے زیادہ اور کیا بیان مین آسکتی ہے کہ وہ ایک پرتو آفتاب
ایسے ہی وجود موصوف بہی بہ نسبت ذات خداوندی ایک امر اضافی ہوگا اور اس وجہ سے
اوسکا تحقق ذات خداوندی کی تحقق پر موقوف ہوگا اور اوسکی محبت ذات خداوندی کی محبت پر
موقوف ہوگی اور کیون نہو اپنی محبت اس وجہ سے ہے کہ اپنا تحقق اپنے ہی ساتہہ ہی ہو یہہ بات
اپنی موقوف علیہ مین بدرجہ اولی اور اول ہے یہہ تقریر تو عقلی تہی توجیہ نقلی ہی مرقوم ہے
سنئے خدا کا یہہ ارشاد ان اللہ لا یحب الکافرین موقع ترشروئی محبوب محب واقع ہی اسکا
صدمہ اوسیکو ہوسکتا ہے جسکی دلمین خدا کی محبت ہو کیونکہ ترشروئی محبوب سے محب ہی کا
دل تڑپ سکتا ہے اجنبیونکو تو اسکے کہنے کی گنجایش ہے کہ نہین محبت تو ہماری بلا سے
اس صورت مین آذر روز قیامت مصداق عدو اللہ نہ ہیگا بلکہ محب اللہ ہوجائیگا اور علت
تبری زایل ہوجائیگی اور وجہ عنایت ہاتہہ آئیگی آخر کون نہین جانتا کہ محبت خداوند
فی حد ذاتہ ایک عمدہ بات ہے اور محب خداوندی بہر طور لایق مراعات باقی عتاب خداوند
مانع محبت مذکورہ نہین بلکہ یہہ عتاب خود اوسی محبت پر مبنی ہے البتہ مقتضای محبت یہہ تہا

کہ محبوبکو اسکے حال پر نظر عنایت ہوتی مگر اسکے ساتھہ یہہ بہی شرط ہے کہ رضا جوی ہو
ورنہ وہ محبت زیادہ تر سرمایہ عتاب ہوتی ہے مگر جیسے یہہ مخالفت رضا موجب عتاب
ہوجاتی ہے ایسی ہی وہ محبت اکثر باعث سفارش ہوجاتی ہے بالجملہ یہہ سب کارخانہ یعنی
عتاب وعنایت اور سفارش مقتضیات طبیعت مین سے ہے اسکی مخالف بالارادہ
کیا جاتا ہے یہی وجہ ہوتی ہے کہ اہل دل اوسوقت سفارش سے باز رہتے ہین جبکہ اودہر سے
ممانعت ہوجای یہی وجہ ہوئی کہ کفار کی شفاعت نکیجائیگی یہہ نہین کہ اونکی شفاعت
ہو نہین سکتی یعنی محال ہے بالجملہ مراعات محبت خداوندی از طبعی ہے پر کافر ہو تو بوجہہ
ممانعت خداوندی شفاعت کی گنجایش نہین مگر مراعات کچہہ شفاعت ہی مین منحصر نہین
یہہ مراعات حضرت ابراہیم علیہ وعلی نبینا الصلوۃ والسلام غور سے دیکہیے تو از قسم
شفاعت نہین بلکہ از قبیل طلب حق ہے یعنی آذر کی کیفیت معلومہ کو اپنی رسوائی
سمجہکر یہہ عرض کیا کہ مجہہ سے یہہ وعدہ تہا کہ روز قیامت تجہکو رسوا نکرونگا شفاعت
ہوتی تو وعدہ کے جتلانیکی حاجت نہوتی وعدہ کا جتلانا خود اس بات پر شاہد ہے
کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے حق کے طالب ہین کیونکہ وعدہ سے ایک قسم کا حق
وعدہ کرنیوالی پر ثابت ہوجاتا ہے یہی وجہہ ہے کہ ایفای وعدہ ضرور ہے اور ظاہر ہے
کہ شفاعت مین اپنے حق پر نظر نہین ہوتی اور اس وجہہ سے قبول نکرنے سے وہ شخص

جسے

جس سے سفارش اور شفاعت کیجای لایق عتاب اور نشانہ تیر ملامت نہین ہوسکتا ؛؛
سوال دوم حدیث مشکوۃ صفحہ ۳۲۲ سطر ۹ عن انس قال قال رسول اللہ صلعم
ما من احد یدخل الجنۃ یحب ان یرجع الی الدنیا ولہ ما فی الارض من الشہید
یتمنی ان یرجع الی الدنیا فیقتل عشر مرات لما یری من الکرامۃ متفق علیہ سطر ۱۲
فاطلع علیہم ربہم اطلاعۃ فقال ہل تشتہون شیئا قالوا ای شیء نشتہی
ونحن نسرح من الجنۃ حیث شئنا ففعل بہم ثلث مرات فلما راوا انہم لم
یترکوا من ان یسالوا یا رب نرید ان ترد ارواحنا فی اجسادنا حتی نقتل
فی سبیلک مرۃ اخری فلما رای ان لیس لہم حاجۃ ترکوا رواہ مسلم ان حدیث
کے الفاظ سے ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ شہدا خود بخود بلا استفسار اپنی تمنا کو ظاہر کرینگے
اور تمنا بہی دس مرتبہ شہید ہوجانیکی کرینگے کہ جس سے کیا کچہہ ذوق وشوق شہادت ہویدا
ہوتا ہے اور دوسری حدیث کے جملہ سے یہہ بات معلوم ہوتی ہے کہ خود خداوند کریم مکرر
سہ کرر ارشاد فرماینگے اور اسقدر اصرار فرمایا جائیگا کہ شہدا لاجواب ہوجائینگے کہ بدون اس بات کے
کہ ہم کچہہ نہ کچہہ جواب دین ہمارا پیچہا نہ چہوٹیگا ناچار ہوکر یہہ کہینگے کہ خدایا ہمارا دل مرفاس
باتکو چاہتا ہے کہ دوبارہ پہر تیری راستہ مین شہید ہوجاتین پس اس سے نہ وہ لبریزگی جوش حدیث
سابق سے معلوم ہوتی ہے پائی گئی اور نہ جنیگی عدد کا ذکر بلکہ لفظ مرۃ اخری ہے کہ جس سے

ایک مرتبہ ثابت ہوتا ہے اور نیز جو کہ جملہ فلما رای الخ یعنی جب شہدا یہہ سوال کرینگے
کہ ہم چاہتے ہین کہ دوبارہ تیری راستہ مین اپنا سر دین تو انکی کچہہ انکے لیے ضرورت نہ دیکہی
جائیگی کیونکہ اگر دوبارہ بہر شہید ہون تو بہی انکے لیے بہی درجہ بالغرضیکہ دوبارہ دنیا مین بہیجکر
شہید کرانکی کچہہ حاجت نہین اسلیئے بہر اونسے سوال کرنا موقوف ہوگا اس جملہ کے معنی مین یہہ
شبہہ ہوتا ہے کہ خداوند تعالی کی ذات بے نہایت ہے اور اوسکے سب کارخانے ایسی ہی ہین
کیا اوسکو قدرت نہین کہ مدارج غیر متناہی دیتا چلا جای دوسری یہہ کہ جنتیون سی وعدہ ہو چکا ہے
کہ ولکم فیہا ما تشتہیہ الانفس اب یا تو یہہ کہو کہ شہدا کا یہہ عرض کرنا نہ
دلسے تہا اور نہ وعدہ اور قدرت اعطاء مدارج غیر متناہیہ کا کیا جواب ہوگا علاوہ برین
یہہ کہ بالخصوص شہدا کا متمنی ہونا ہی بظاہر سمجہنا مشکل ہے کیونکہ اونکو جو تمنا کا باعث ہوا ہے
وہ تو وہ مزہ ہے جو وقت شہادت کے ملا ہے یا درجہ آخرت کا ہی اگر شہادت کا مزہ مراد ہے
تو کوئی شی عبادت مین سے مزہ سی خالی نہین چنانچہ لفظ قرۃ عینی فی الصلوۃ اسپر
شاہد ہے اور اگر آخرت کا درجہ مرادی تو اور جنتی بہی کسی نہ کسی درجہ کے مستحق ہوئی ہین
بظاہر قرین قیاس تو یہہ امر تہا کہ جو شہدا کے نیچے درجہ کے لوگ ہین وہ اپنی ترقی مدارج کی لئے
متمنی ہون کہ خدا یا ہمکو دنیا مین بہر واپس فرما تاکہ ہم ایکی مرتبہ بڑی بڑی مجاہدہ کرین
کیونکہ جب وہ لوگ یہہ دیکہین گے کہ ہمنے تہوڑی سی عبادت مین یہہ کچہہ مزہ پایا ہے تو اگر

ایکی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایکی مرتبہ بڑی بڑی کام مثل جہاد و حج کرینگے تو اور مدارج بڑہین گے غرضیکہ نیچے لوگونکا
تمنا کرنا مناسب ہے اگر کرین اور جو لوگ پہلی ہی سے اعلی درجہ کا مجاہدہ کر چکی ہین اب وہ
کس بات کی تمنا کرینگے اگر سیوجہ سے یہہ لوگ متمنی ہون تو نیچے کے درجہ کی لوگ بدرجہ اولی
تمنا کے مستحق ہین اور نیز قابل استفسار یہی نیچے کے درجہ والی باعتبار اپنی قلیل البضاعتی کے
ہین نہ اوپر کے درجہ والی کیونکہ یہہ تو کیسی کیسی مدارج علیا پر پہونچ چکی ہین جواب
تمنا ایک امر قلبی ہے اور اظہار ایک فعل زبانی مثلا اسلیئے یہہ ضرور نہین کہ زبان سے بہی ہر
دفعہ کا ذکر آوی بلکہ ایکدفعہ بہی ضرور نہین خاص کر یہان کیونکہ دوام قیام جنت یقینی ہے
اول اسوجہ سے کہ توقع مراجعت نہین اظہار تمنا بی سود سمجہا جب ادہر سے استغنا
نہ تکرار ہوا بظاہر صورت امید کچہہ نظر آتی یہہ اپنی ہی گرگذری اور عرض کر چکی پر وہان قبول نہو
تو کیا کرین علاوہ برین حدیث مین مذکور نہونے سے یہہ لازم نہین آتا کہ وقت
استفسار یہی ذکر نہین آیا لفظ مرۃ اخری اگر تجدید کی لیئے ہوتا تو مضائقہ نہ تہا مگر
اسکو کیا کیجئے کہ تمنا نفس شہادت سے متعلق ہے تعداد کو اوسمین کچہہ دخل نہین اور ظاہر ہے
کہ امر محبوب ہمیشہ محبوب رہتا ہے یعنی یہہ ممکن نہین کہ محب مین ملکہ محبت ہو اور محبوب مین
شان محبوبیت اور بہر اوسکو اوس سے محبت نہو بہت ہوگا تو یہہ ہوگا کہ ایک محبت
دوسری کی محبت کو دبالی مگر دبا لینا اوسکا وجود پر دلالت کرتا ہے نہ زوال پر مگر جب

نفس شہادت لائق تمنا ٹہری اور تعداد کو کچھ دخل نرہا تو پہر نہ مرہ اخری ہی وحدت
مراد ہوگی نہ عشر مرات سی تحدید اوس سے تکرار اس سے تکثر مراد ہوگا اور اگر مرہ اخری سے
وحدت ہی مراد ہو تو اوسکی یہہ وجہ نہین کہ ایک ہی دفعہ کی شہادت اومحبوب آرزو ہے
بلکہ یہہ غرض ہے کہ جیسے لذیذ کہانا مرغوب و محبوب ہے پر ایکبار اوتنا ہی کہایا جاسکتا ہے
جتنا معدہ مین آسکتا ہی ایسی ہی شہادت کتنی ہی بار کیون نہو مرغوب و محبوب ہے پر ایکبار
دس شہادتین بازیادہ اکٹہی نہین ہوسکتی وہان اگر قصور معدہ ہی قصور تمنا نہین
یہی وجہہ ہے کہ بعد خلو معدہ پہر وہی نوشانوش تو یہان بہی قصور محل شہادت ہی باقی
وجہہ فقط یہی نہین کہ ثواب زیادہ ہے یا اوسمین موافق قول شاعر ع بہا خون کوی قاتل
مین اوسکو خون بہا سمجہی وہ ذائقہ ہے کہ اوروں مین نہین جو شبہہ مرقومہ وارد ہو
اصل وجہہ یہہ ہے کہ اور سب عبادتین جنت مین ادا ہوسکتی ہین بوجہہ معافی ادا نکیجاتین
تو دوسری بات ہے پر جہاد جنت مین ممکن نہین اور نہ شہادت وہان متصور نماز و روزہ
حج و زکوۃ اگر جنت مین بہی فرض ہوتی تو وہان بہی ادا ہوسکتی تہی پر جنت مین کافر
نہین جو جہاد ہو دوزخ مین جا نہین سکتی اور جاتین تو کافر اب کافر نہین رہے یعنی
وہ انکار وجحود نہین جو اول تہا جو جہاد کیجیے اور نہ شہادت لیجیے اسکی کہ دنیا مین
جاتین یہہ بات متصور نہین مگر یہہ ہی تو سوای شہید اور کسکو آرزو ہی مراجعت دنیا ہوگی

نماز والونکو

tooobaa-elibrary.blogspot.com

نماز والونکو جو کچہہ بلا وہ بطفیل نماز ملا وہ وہان ادا ہوسکتی ہے علی ہذا القیاس زکوۃ
وصوم و حج کو خیال کر لیجیے کیونکہ بیت المعمور جو وہان موجود ہے خانہ کعبہ کی سیدہ مین ہے
اور یہہ بات مقرر ہے کہ تحت الثری سے فلک الافلاک تک کعبہ کے مقابل مین قبلہ ہی قبلہ ہی
غرض ادای جملہ عبادات سوای جہاد جنت مین ممکن ہے اور یہہ بہی ظاہر ہی کہ جس کسیکو کسی
راہ سے کوئی نعمت ملتی ہے وہ اوس راہ کو نہین چہوڑتا تا مقدور اوسمین عمر کہپاتا ہے
یہی وجہہ ہے کہ تاجرونکو زراعت اور مزارعونکو تجارت نوکری پیشونکو زمینداری زمینداروں کو
نوکری دشوار ہوجاتی ہے یہانتک کہ سالکو نسے باوجود اوس ذلت اور خواری اور
دردر پہٹ پہٹ کے اپنا انداز نہین چہوڑا جاتا اسلیے شہدا ہی کو یہہ آرزو ہوگی باقی
آیہ لکم فیہا ما تشتہیہ الانفس مین لفظ فیہا سے یہہ ظاہر ہے کہ وعدہ اگر ہے
تو اون چیزونکا ہے جو جنت مین ہین دنیا کی چیزونکا وعدہ نہین اور فلما رای الخ مین بہی
اسیطرف اشارہ ہے اور کیون نہو لفظ حاجت خود اس پر شاہد ہے اسلیے حاجت
اسی کہتے ہین کہ کوئی چیز ضروریات دین و دنیا مین سے ہو اور قوام بنیاد بشری اوسپر
موقوف ہو جیسی غذا وغیرہ یا قیام دین کا اوسپر مدار ہو جیسی علم اور پہر اسوجہ سے
اوسکی خواہش ہو آرزو کو حاجت نہین کہتے ہین تو ظاہر ہے کہ جنت مین اس قسم کی
چیزین جنسی حاجت متعلق ہو سب موجود ہونگی اور دنیا مین جانا اور بارا جانا اس قسم کی

چیز نہیں ہو سوال سوم حدیث مشکوۃ صفحہ ۱۲ سطر ۸ عن عائشۃ رض قالت دعی
رسول اللہ صلعم الی جنازۃ صبی من الانصار فقلت یا رسول اللہ طوبی لھذا
عصفور من عصافیر الجنۃ لم یعمل بسوء ولم یدرکہ فقال او غیر ذالک
یا عائشۃ ان اللہ خلق للجنۃ اھلا خلقھم لھا وھم فی اصلاب
اباءھم وخلق للنار اھلا خلقھم وھم فی اصلاب اباءھم رواہ مسلم
صفحہ ۱۲ سطر ۲۱ عن عائشۃ رض قالت قلت یا رسول اللہ فذراری المشرکین
قال ھم من اباءھم فقلت یا رسول بلا عمل قال اللہ اعلم بما کانوا عاملین
قلت فذراری المشرکین قال ھم من اباءھم قلت بلا عمل قال اللہ اعلم
بما کانوا عاملین رواہ ابوداود صفحہ ۲۲ سطر ۱ المولود فی الجنۃ
پہلی حدیث کا یہہ مضمون ہے کہ ای عائشہ اسکو بالیقین جنتی کہنا نچاہیے کیونکہ یہہ امر خدا کے
علم مین ہے کہ اسکو اللہ نے دوزخی لکھدیا ہے یا جنتی جیسا کچھہ ہوتا ہے وہ باپ کی پشت
مین ہونیکی وقت لکھا ہوتا ہے اس سے یہہ معلوم ہوا کہ مسلمان کے مری ہوی بچی کو قطعی
جنتی نجانین اور دوسری حدیث سے یہہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانونکی بچی تو قطعی جنتی اور مشرکین کے
دوزخی ہین اور تیسری حدیث کے جز سے یہہ امر ثابت ہوتا ہے کہ سب کے بچی جنتی ہین تعارض ہوی ہے
اور دوسری حدیث مین جو دونون فریق کے بچونکی دوزخی اور جنتی ہونیکی نسبت لفظ اللہ

اعلم

اعلم بما کانوا عاملین فرمایا ہے یہہ بھی بظاہر مشکل ہے کیونکہ جب اونکی عمل کی ہی خبر نہین
کہ خیر و شر کس قسم کا عمل انسی سرزد ہوگا پھر ایک فریق کی بچونکا قطعی جنتی اور دوسری فریق کے
بچونکا قطعی دوزخی فرما دینا کسطرح ٹھیک ہوگا اور نیز قبل اسکے کہ اونکو کسی فعل کی قدرت ہو
وہ فطرت اسلامی پر مری ہین دوزخ کی کسطرح مستحق ہو سکتی ہین جواب جملہ
ھم من اباءھم جملہ طبعیہ ہے مگر اسکی یہہ معنی ہین کہ موضوع اور محمول مین علاقہ طبعی ہے
یعنی جیسے آدمی کے آدمی اور گدہی کے گدہا پیدا ہوتا ہے اور یہہ دوام طبعی ہے اگر اسکے
مخالف ہو تو وہ بوجہہ تغیر اصل طبعیت ہوتا ہے بوجہہ اصل طبیعت نہین ہوتا غرض اصل
طبیعت کو تو یہی لازم ہے اور اسوجہہ سے جیسے یون کہہ سکتی کہ آدمی کے آدمی ہوا کرتا ہے
ایسی ہی یون بھی کہہ سکتی ہین کہ ھم من اباءھم مگر جیسے بوجہہ احتمال معلوم کسی خاص
حمل کے نسبت یہہ یقین نہین ہوتا کہ موافق طبیعت اصلیہ ہوگا ایسے ہی خاص کسی مولود کی
نسبت یہہ نہین کہہ سکتے کہ یہہ جنتی ہوگا یا دوزخی ہوگا اور اللہ اعلم بما کانوا عاملین
سے یہہ غرض ہے کہ جیسی مدار قیمت زر و نقرہ اصل حقیقہ پر ہے کسوٹی پر لگانا فقط
اوسکے دریافت کرنے کے لیے ہے ثواب و عذاب اور مقدار ثواب و عذاب اصل
طبیعیہ پر ہے اعمال فقط اوسکے مظہر ہین مثلاً خطوط کسوٹی فقط بغرض امتحان مطلوب ہین
چنانچہ لیبلوکم ایکم احسن عملا اس پر شاہد ہے مگر چونکہ امتحان

tooba-elibrary.blogspot.com

دو غرض سے ہوتا ہے کبھی اپنے اطمینان کے لئے جیسے مشتری کا زر و نقرہ کو کسوٹی پر لگانا
اور کبھی دوسرے کی امتحان کے لئے جیسے بائع زر و نقرہ کا اونکو کسوٹی پر لگانا اور خدا تعالے
یہان پہلی صورت متصور نہین کیونکہ وہ علیم و خبیر ہے تو خواہ مخواہ دوسری ہی صورت کا
اقرار کرنا پڑیگا مگر یہہ ہی تو چہوٹی بچونکی امتحان کی کچہہ ضرورت نہین خدا کو پہلی ہی اونکی
حقیقت کی خبر ہے خود اونکو مثل بالغونکی اسکے کہنے کی گنجایش نہین کہ لو ان اللہ ھدانی
لکنت من المتقین کیونکہ اصل طبیعت گو موجود ہے سامان کارگذاری طبیعت موجود
نہین یعنی جیسے سانپ بہڑ کی بچے مین پیدا ہوتی ہے طبیعت نوعیہ یعنی خلقیہ پہلے مین
اجاتی ہے پر اسوقت بوجہہ ضعف جثہ و کمی قوت اپنا کام نہین کر سکتے انسان بچونکو بہی
سمجہیے اسوقت تعین طبیعت نوعیہ کے لئے جو نتیجہ امتحان ہوتا ہے اس سے بہتر کوئی
طریقہ نہین کہ اونکی اصل کو ٹٹولی سو وہ ہم من ابائہم سے مفہوم ہو چکا القصہ
ہم من ابائہم اس پر شاہد ہے کہ امتحان کی حاجت نہین یہہ بات تو موافق
مفہوم ظاہری تہی اور غور سے دیکہیے تو یہہ معنی ہین کہ وہ اپنے آبا ہی سے پیدا ہوتی ہین
اونکی طبیعت نوعیہ کو اونکی طبیعت نوعیہ مین دخل ہے اونکی طبیعت شخصیہ کو اونکی
طبیعت شخصیہ مین دخل ہے وقت علوق ماں باپ کے طبیعت پر جو کیفیت عارض ہوتی ہے
نطفہ کی جبلت مین داخل ہو جاتی ہے اور اسوجہہ سے عوارض لاحقہ یہان ذاتی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہو جاتی ہین اور لوازم ماہیہ شخصیہ مین شمار کئے جاتے ہین اور وجہہ اسکی یہہ ہوتی ہے کہ والدین
ولد کے حق مین مبدا و سبب ہوتے ہین اور مبدا کا یہہ کام ہے کہ وہانسے کوئی چیز نکلکر دوسری
طرف جاتی ہو جیسے مبدا نور مثلاً آفتاب ہے اور اوسکے روبرو کوئی سرخ یا سبز آئینہ آجاوے
اور اوسکا نور آئینہ مین کو نکلکر جاوے تو گو آئینہ آفتاب کے حساب سے اوپر کی جہت ہے پر آئینہ
دوسری طرف رنگ مذکور نور کی ذات مین داخل ہو جاتا ہے یہی وجہہ ہے کہ جدا نہین کر سکتے
ایسے ہی کیفیات علوق والدین کے حق مین تو عارضی ہوتی ہین پر اولاد کے حق مین عوارض ذاتیہ
بن جاتی ہین اسی بنا پر اختلاف شکل و صورت و مزاج و انداز ذہنی ہے مگر یہہ ہی تو پہر مطلب
ارشاد یہہ ہوگا کہ وہ اپنے والدین سے پیدا ہو گئے ہین اونکی حقیقت اور اوسوقت کی کیفیت سے
معلوم ہو سکتا ہے کہ اونکی کیا حقیقت اور کیا قدر و قیمت ہے باقی عمل کی کچہہ حاجت نہین عمل فقط
امتحان کے لئے تہا اور خدا کو امتحان کی حاجت نہین اوسکو معلوم ہے کہ آگ سے اثر ظاہر ہو تو
یہہ ہو کہ جلاتی اور پانی سے اثر ظاہر ہو تو یہہ ہو بجہای اور چونکہ اونکی حقیقت کی استحقاق کے
موافق اونسے معاملہ کیا جاویگا تو نہ فالیوم لا تظلم نفس الخ کے مخالف ہوگا اور نہ
روایت اولی کے معارض واللہ اعلم پہلی معنون ہین من کو تبعیضیہ لیا تہا ان معنون مین من کو
ابتدائیہ اور اگر پہلی معنون مین بہی ابتدائیہ ہی لیجئے تو کچہہ حرج نہین فقط   سوال چہارم ۴
حدیث مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۰ سطر ۲ عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم الوائدۃ والموؤدۃ فی النار صفحہ ۳۳۴ سطر ۱۰ والوئید فی الجنۃ
پہلی حدیث سے سودہ جسکو زندہ دفن کر دیا ہو دوزخی ہونا ثابت ہوا ہے اور دوسری حدیث
جملہ سے جنتی ہونا معلوم ہوتا ہے صریح تعارض ہے دوزخی ہونیکی کوئی وجہ بیان کرنی چاہیے
وہ تو معصوم بیخبر ہیں اونکی طرف سے کیا الزام ہے اگر کوئی یہہ کہے کہ چونکہ اوسکا پیدا ہونا اونکی
والدین کو باعث ایسی فعل شنیع کا ہوا اسواسطے وہ دوزخی ہوئی یہہ جواب بیجا ہے جیسا
نہیں ہوتا کیونکہ اوسکو اپنے پیدا نہ پیدا ہونیکا اختیار نہیں ہے جو اوسکی طرف کچھ الزام عاید ہوئے
جواب الوائدۃ والموؤدۃ او علی ہذا القیاس الوئید من الف لام عہد لیا جاوے
تو کچھ تعارض ہی نہیں اول حدیث میں اور فرد ہوگا اور دوسری میں اور فرد اور اگر طبیعت ہی
مراد لیجیے تو احتمال اختلاف زمان ممکن ہے ہوسکتا ہے کہ پہلی دوزخ میں جاتی اور پھر جنت میں
آجاتی اور صورت اوسکی یہہ ہو کہ جیسے وہ مائیں جو اپنی بال بچونکی نگہبان تہیں اس محبت کے باعث
بطفیل اطفال جنت میں جاوینگی اور اونکی بچی اس محبت کے مکافاۃ میں محبت سے پیش آکر جنت میں
کہینچ لیجاوینگے ایسی ہی وہ مائیں جو اپنی بچونکو زندہ دفن کر دینگی یا قتل کر دینگی اس عداوت
و سنگدلی کے باعث دوزخ میں جاتیں اور اونکی بچی اوس بیرحمی کی مکافاۃ میں عداوت سے
پیش آتیں اور دیگی دیکر دوزخ میں پہونچاتیں اس معتبہ کے باعث جو پہونچانیکی سبب ظہور میں
آئیگی یہہ ارشاد ہوا کہ الوائدۃ والموؤدۃ فی النار پر چونکہ سودہ کا یہہ کلام ایسا ہوگا

جس

toobaa-elibrary.blogspot.com

جیسا ملائکہ کرتی ہیں تو اس وجہ سے وہ بمنزلہ ملازمان سرکاری ہونگی جو خدمات
جیلخانہ پر مامور ہوتے ہیں جیسی انکو اس وجہ سے کہ وہ اہل تعذیب ہیں اور کار پردازان
تکلیف ہوتے ہیں جیلخانہ کی کچھ تکلیف نہیں پہونچتی ایسے ہی سودہ بہی عذاب نار سے
محفوظ رہینگی اور نار اسکو نہ ستائیگی ورنہ ایسا قصہ ہو کہ ایک ملازم دوسری ملازم کو
ستاوے اس قسم کے الفاظ کی ساتھہ اس مضمون کی ادا کرنے سے غرض یہہ ہو کہ اس تعریض سے
لوگونکی دلونمیں خوف پیدا ہو یعنی جب یہہ سنینگی کہ سودہ بہی دوزخ میں جاوینگی تو اپنی فہم
کی موافق یہی سمجھینگے کہ اس فعل شنیع کی نحوست کے سبب یہہ بلا اوسکو پیش آئی اس صورت میں
انکو یہہ اندیشہ ہوگا کہ جب اس فعل شنیع کی باعث مظلوم معصوم تک ماری پڑی تو کیا عجب ہے
کہ انکا وبال ہم پر دس بردس تک پہونچے اسلئے اپنی بچاو کی تہ اس امر سے ہر شخص مانع ہوگا
اور تعریض کا اس غرض کے لئے جائز ہونا بدلالت نص اس سے ثابت ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے بغرض خوش طبعی ایک بوڑہیا سے یہہ ارشاد کیا کہ بڑہیا جنت
میں نجاویگی جب وہ آزردہ ہوتی تو یون فرمایا کہ جوان ہو کر جاویگی بڑہاپی کی صورت
میں نجاویگی الغرض یہہ ارشاد کہ بڑہیا جنت میں نجاویگی باعتبار معنی مطابقی اس بات پر
دلالت نہیں کرتا کہ جو یہان بڑہیا ہو چکی وہ جنت میں نجاویگی مگر بایں خیال کہ وقت کلام تو
وہ بڑہیا تہی اسیطرف ذہن دوڑ گیا کہ جو یہان بڑہیا ہو چکی وہ جنت میں نجاویگی اسیطرح

لفظ فی النار باعتبار معنی مطابقی تعذیب پر دلالت نہیں کرتا مگر چونکہ بنی آدم کا دوزخ میں
جانا باعتبار اصل وضع بغرض عذاب ہی ہوگا تو اسیطرف ذہن دوڑتا ہے اور اس سے
فائدہ منع بمعاصی اور نہی عن المنکر حاصل ہوجاتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہہ وہ بات ہے
جو اصل بعثت انبیا اور غرض ارسال رسل ہے جب مزاح و خوش طبعی کے لئے توریہ نیز
جائز ہوتی ہیں حالانکہ اونکو غرض بعثت نہیں کہہ سکتے تو نہی عن المنکر اور تخویف کے لئے جو
مثل امر بالمعروف اور بشارت منجملہ اغراض بعثت ہیں کیونکر جائز نہوگی اور اگر لفظ
فی النار سے تعذیب ہی مقصود ہو تو پہر ایسی صورت ہوگی کہ جیسے اپنے قتل اور اپنے اعضا کے
قطع کی باعث قاتل و قاطع بجمیع اجزائہ دوزخ میں جائینگے سر مقتول ہی اور وہ بہی اور
عضو مقطوع بہی اور باقی بدن ایسی ہی بدیں توجہ کہ ہنوز استغنا عن الالام اور استقلال
میسر نہیں آیا یہہ و تیدیہی مثل اعضا مقتول مذکور ہے یعنی جیسی اوسکے اعضا اپنے قیام و قرار
و غذا وغیرہ میں مستغنی اور مستقل نہیں بدن کے تابع ہیں ایسی ہی مودہ بہی والدہ کی تابع ہے
اوسکا قتل کرنا بمنزلہ قطع اعضا قطع راس و دست و پا ہے اسلئے اوسکی تعذیب
بہی بحکم حکمت ضرور ہے نہ بایں توجہ کہ فعل تابع قتل کو اوس سے تعلق ہے جو یہہ شبہہ پیش آئے
کہ حضرت عیسی علیہ السلام بوجہہ شرک امت کیوں نہوے بہرحال اگر تعذیب ہو تو اس وجہہ سے
ہو مگر چونکہ مظلوم ہیں مستدعی دخول جنت ہے تو بعد چندے مودہ بہی اوس سے جدا ہوکر

جنت میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

جنت میں آجاوے اور بعد عذاب راحت پاوی اور کیون نہو بجمیع الوجوہ عدم استقلال و
عدم استغنا نہیں تعدد روح سے ظاہر ہے کہ من وجہ استقلال اور استغنا بہی بعد زندگانی
میں بالکل تابع نہیں وصول غذا بہی بتوسط والدہ متصور ہے اگر بجمیع الوجوہ استقلال ہوتا
تو یہہ جدائی بہی نہوتی علی الدوام والدہ کے ساتھہ دوزخ میں گذرتے ۝ سوال پنجم ۔
جملہ حدیث کتاب مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۹ سطر ۲ فانطلق بی جبرئیل حتی اتی السماء الدنیا
فاستفتح قیل من ہذا قال جبرئیل قیل و من معک قال محمد قیل وقد ارسل
الیہ قال نعم قیل مرحبا بہ فنعم المجئ جاء ففتح الخ اسکے معنی سے یہہ بات معلوم ہوتی ہے
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی معراج کی آسمانوں پر شہرت نہ تہی کیونکہ اگر خبر مشہور ہوتی
تو ہر آسمان کے دربان متعجب ہوتی دریافت نکرتے بلکہ دروازے ہی بند نکرتے کیونکہ جو
کوئی اپنے مکان یا سیر باغ کو بلاتا ہے اور بلانا اوسی تاک سے ہو کہ خاص شخص لینے جائے
پہر دروازوں کا بند کرنا تعجب کی بات ہے اور نیز اشتیاق ملاقات پر بہی حرف آتا ہے
جواب دربار عام کیوقت ایوان شاہی کی دروازے کہولے جاتے ہیں ورنہ مقتضای
رفعت منزلت اور شوکت سلطنت یہہ ہوتا ہے کہ دروازہ بند رہیں تاکہ ہر کس و ناکس
نہ آنے پاوے اور دیکہنے والونکو یہہ اشارہ ہو کہ ہماری بادشاہی کوئی نہیں جو دروازہ
کہلا رکہتے اور رسم ملاقات جاری ہو اسکے بعد اگر کہولا جاوے تو وہ کہولنا خواہمخواہ اسباب

شاہد ہوگا کہ جسکے لیے کہولا گیا ہے بڑا ہی رفیع المنزلت ہی جو یون ملاقات کی ٹہری مگر یہہ
دلالت اوسیوقت کامل ہوگی جو وقت پر دروازہ کہلی ورنہ پہر اوسکی خصوصیت کی سمجہنے کی
کوئی صورت نہیں اسلئے رمضان مین تو دروازے برابر کہلی رہتے ہین کیونکہ وہ وقت بمنزلہ
وقت دربار عام ہوتا ہے اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی لیئے پہلی نہ کہولا گیا تاکہ اوسکی خصوصیت
معلوم ہوجاتی اور یہی وجہہ ہوئی جو دربانونکو یہہ اطلاع نہوئی کہ آج محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
آتے ہین اونکی لیے دروازہ کہولدینا بلکہ شہرت رفعت منزلت محمدی پر قناعت کی تا قبل
حکم الحاکم سنکر کہولدینا سننے والونکی لیے آپکے قرب و منزلت کے پہچاننے کے لیے ذریعہ کامل
ہوجاوے یعنی اسوقت اگر پہلی سے حکم دیا جاتا تو یہہ احتمال تہا کہ دربان یون نکہولتی اور
عجب تہا کہدیتے ہم کیا جانین تم کون ہو حکم ہوا تو تعمیل کردی اس سے کچہہ بحث نہین کہ آنیوالا ایسا ہی
یا چہوٹا ہی اتفاق سے اسی طرح بلالیا ہے جیسی سفیروں کی کم رتبہ ملازمون اور غلامونکو
بلالیا کرتے ہین جب پہلے سے دربان کو کچہہ حکم نہین ہوا اور پہر نام سنتی ہی دروازہ کہولا گیا تو معلوم ہوا
کہ قرب منزلت محمدی ہر خس و ناکس کو معلوم ہی اور جب اس وجہہ سے دربانونکو اطلاع کی ضرورت
نہوئی تو اور کونسی وجہہ تہی جو انکو اطلاع کیجاتی منجملہ ارکان دولت ہوتی اور زمرہ ارباب مجلس
مین سے ہوتی تو یون ہی سہی سوال ششم صفحہ ۲۰ سطر ۲ عن ابی ھریرۃ قال قال
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما من مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ

یہودانہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ کما تنتج البہیمۃ بہیمۃ جمعاء ھل تحسون
فیہا من جدعاء ثم یقول فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل
لخلق اللہ — آیۃ او حدیث سے ہر انسان کا فطرت پر پیدا ہونا ثابت ہوتا ہی لیکن
جب اللہ تعالی نے فطرت پر پیدا کیا تو فطرت اسلامی یعنے اصل طبیعت جسکو جبلت کہنی
ٹہیری کیونکہ معنی لفظ جبلۃ اللہ کے خلقۃ اللہ آتے ہین اور ایک جگہہ حدیث مین آیا ہے کہ اگر کوئی
یہہ کہی کہ پہاڑ اپنی جگہہ سے ٹل گیا ہے تو اعتبار کرلینا مگر اس بات کا اعتبار نکرنا کہ کوئی اپنی
جبلت سے ٹل گیا ہے دونون حدیثون مین بظاہر تعارض ہے اور دوسری یہہ کہ جب ہر مولود
قبل پیدائش شقی یا سعید لکہا جاتا ہے تو پہر فطرت پر پیدا ہونگی کیا معنی وہ تو اوسی اپنی
سعادت یا شقاوت مکنونہ پر پیدا ہوگا۔ جواب فطرت اور کچہہ ہے اور طبیعت اور ختم
اور کچہہ ہے مرتبہ فطرت مرتبہ مختوم علیہ ہے مرتبہ ختم نہین مرتبہ اول مقدم بالذات ہے اور مرتبہ ثانیے
موخر بالذات پر زمانہ کی اعتبار سے کچہہ تقدم و تاخر نہین ابتدای زمانہ ذات سے دونون ساتہہ
ہین پر اتنا ہی کہ جیسی سخاوت اور غضب کے تحرک کے لیے اسباب معلومہ کی ضرورت ہے اور اصل
صفت کے وجود کی لیے کسی اور کی حاجت نہین ایسی ہی تحرک مرتبہ ختم کی لیے جو معبر بشقاوت
ہے اسباب خارجیہ کی ضرورت ہے والدین کی صحبت اور اونکا اغوا اوسکی تحرک کا باعث
ہوجاتا ہے اسلئے یہہ ارشاد ہوا کہ فابواہ یہودانہ الخ الغرض مرتبہ فطرت مختوم علیہ

اور مستور ہو جاتا ہے اور مرتبہ ختم ساتر ہو مرتبہ ختم کی وجہ سے مرتبہ فطرت زایل نہین ہو جاتا
جو یہ شبہہ ہو کہ صفت اصلی کو ماں باپ کسطرح زایل کر دیتے ہین حالانکہ یہہ ارشاد ہو چکا ہے
لا تبدیل لخلق اللہ مگر مرتبہ فطرت وہ اعتقاد توحید ہے خاصکر اس مقام مین ظاہر ہے
اور ظاہر ہے کہ وہ تہ دل سے زایل نہین ہو سکتا کیونکہ جب اپنی حقیقت کو خدا کی نسبت ایک امر
انتزاعی سمجہا اور بمنزلہ دہوپ کے جو ایک سطح نورانی اور منتہای اشعہ ہوتا ہے وجود محض کے
حق مین ایک حسد فاصل خیال کیا تو لا ریب یہہ بہی کہنا پڑیگا کہ جیسا سطح بشرط ادراک سوا
اون جسم کے جسکی وہ سطح ہے اور کسیکو اپنا منشا وجود اور لایق نیاز نسمجہینگے تو پہر حقایق ممکنہ
بہی بشرط ادراک سوای اپنے منشاء انتزاع کے اور کسیکو اپنا مبدا اور قابل نماز نہین سمجہہ سکتے
سو انسان کے لو ادراک و شعور مین تو تامل ہی نہین تو اس اعتقاد کی تہ دل مین ہونے سے بہی
انکار نہین ہو سکتا اور چونکہ اپنی حقیقت اور اپنے ادراک مین کوئی چیز حایل نہین تو اور کسی
چیز کا علم ہو سکے یا نہو سکے پر اپنے علم سے کوئی چیز مانع نہین ہو سکتی یعنی کوئی چیز حجاب
فیمابین نہوگا اور جب اپنے علم کا یہہ حال ہی تو جس چیز کے علم پر اپنا علم ہی موقوف ہو اور اوسمین
اور ادراک مین کوئی حایل نہوگا اور اوسکا علم ہوا تو اسی شان کی سایہ ہوگا کہ وہ اپنا مبدا
او قیوم ہی اور سوا اسکے اور کچہہ نہین تو پہر اعتقاد توحید مین کیا کلام ہے اس اعتقاد کا
مقتضا یہہ تہا کہ اسکی اطاعت مین سر مو تفاوت نہوتا انکار وجود تو در کنار مگر چونکہ

منجملہ صفات معدومہ یہہ انکار وجود بہی ہے اور ظاہر ہے کہ یہہ مرتبہ فعلیت ہے تو بالضرور اس فعلیت کیلئے
ایک مرتبہ قوت ہوگا اور اسیکو مرتبہ ختم خیال فرمائی اور ظاہر ہے کہ مرتبہ قوت ذات موصوف سے
جدا نہین ہوتا منجملہ لوازم ہوا کرتا ہے اسلئے اگر یون کہا جاوی کہ یہہ مرتبہ جو اصل شقاوت ہے
اور اوسکے مقابل کا مرتبہ جسکو سعادت کہتے ماں کی پیٹ ہی سے ساتہہ آتے ہین تو غلط نہوگا
سراسر صحیح و صواب ہوگا واللہ تعالی اعلم ؛؛ اول تو وقع تعارض المولود فی الجنۃ
جو نسبت ہم من اباءہم اور نیز ان اللہ خلق للجنۃ اھلا الخ وکما قال بظاہر معلوم
ہوتا ہے یاد نرہا اور بعد اختتام یاد آیا تو جہان اوسکا موقع تہا جگہہ نہ باقی حاشیہ پر کچہہ
لکہنا شروع کیا تہا مگر آخر کار گنجایش نہ نکلی اسلئے آخر مین لکہنا پڑا اور پہر جو دیکہا تو بعض
وجوہ سے یہی اچہا ہوا کیونکہ بعض پہلو تقریر متعلق المولود فی الجنۃ کی تقریر جواب سوال
اخیر پر موقوف ہین بالجملہ اپنے موقع پر تو لکہنے کا اتفاق نہوا بطور تتمہ آخر مین لکہتا ہون
المولود میں بشرط صحت حدیث اگر الف لام عہد ہو تب تو کچہہ تعارض ہی نہین ورنہ دو
صورتین ہین ایک تو یہہ کہ فرق افراد ذراری و مولود بوسیلہ فرق حقیقت کیا جاوے
دوسرے یہہ ہے کہ ہم من اباءہم کو خبر انکشافی اور مولود فی الجنۃ کو حکم وحی قرار دیجے
پہر خبر کی انکشافی ہونے پر بہی دو احتمال ہین ایک تو یہہ کہ جواب مطابق سوال ہو ظاہر مین بہی
اور واقع مین بہی اس صورت مین تو یہہ خبر انکشافی بدلالت التزامی جواب سوال پر

toobaa-elibrary.blogspot.com

دلالت کریگی مگر چونکہ یہہ جز الزامی مطابق شبہہ نہیں تو ارشاد المولود فی الجنۃ سے اوسکی اصلاح
کی گئی اور دوسرا احتمال یہہ ہے کہ یہہ کلام از قبیل تعریض ہو جواب واقعی نہو صورت جواب ہو
تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ ذریّہ کہنا تو اوسوقت جائز ہو جبکہ اثر صحبت والدین کچھہ
نہ کچھہ آچکا ہو اور قبل وصول اثر اوسکو ذریّہ کہنا باعتبار لغت جائز نہو اور جائز بھی ہو تو
اس اعتبار سے ہو کہ وہ خورد و نوش وغیرہ امور ضروریہ مین تابع والدین ہے کیونکہ ذریہ مین
مضمون اتباع ملحوظ ہے مگر لفظ ذراری المومنین اور لفظ ذراری المشرکین باعتبار حقیقت
اسطرف ناظر ہے کہ وہ اتباع شرک و ایمان مین ہے سو یہہ بات قبل وصول اثر صحبت متصور نہیں
البتہ قبل وصول مذکور لفظ مولود کہنا صحیح ہے سو ذریہ تو بوجہ قبول اثر مذکور مصداق ہم
من آبائہم ہون مگر چونکہ بوجہ ضعف معلوم قبل بلوغ زمانہ معتد بہ نہیں تو بلا عمل کہنا
درست ہوا خاصکر اسوقت مین جسمین بجز تاثیر اعتقادی بوجہ صغر سنی عمل کی نوبت ہی
نہ آئی ہو اوسکے بعد ارشاد اللہ اعلم بما کانوا عاملین اس غرض کے لئیے
کہ اثر مذکور اور قوی و ملکات ذریہ کے بعد تخمینہ عمل صحیح صحیح معلوم ہو سکتا ہے
رہی حدیث رفع القلم عن ثلاث وہ بظاہر معارض مواخذہ ذریہ معلوم ہوتی ہے
مگر غور سے دیکھئے تو یہہ مطلب ہے کہ اس زمانہ کی عمل کا اور عدم عمل کا اعتبار نہو گا پر وقت اعتبار
یعنی وقت بلوغ جو کچھہ اونسے سرزد ہوگا اوسی استعداد کا ثمرہ جو پہلے سے مکنون تہا ہر حال

غرض یہہ ہے کہ استعداد پہلی سے تہی اب یہہ اثر ظاہر ہوا اسکی موافق تخمینہ ہو جائیگا مگر یہہ ہے
تو پہر المولود فی الجنۃ کی یہہ معنی ہونگی کہ مرتبہ فطرۃ تو فعلیۃ تک پہونچا ہوا اور مرتبہ ختم ہوہی
نہ ہنوز مرتبہ قوت ہی مین ہی مرتبہ فعلیۃ تک نہیں پہونچا اسلئے بوجہ بیکاری مرتبہ ختم اور
فعلیۃ مرتبہ فطرت مولود مستحق جنت ہے ہوگا اور اوسوقت ختم شقاوت سے عام ربیگا جنکا
ظاہر ہے حاصل اس تقریر کا تو یہہ ہوگا کہ مولود اور ذریہ اور ہگر اسوقت وہ تقریر
جو متعلق سوال سوم ہے کسیقدر غلط ہوگی پر حدیثین سبکی سب باعتبار مدلول صحیح ہونگی
اور اگر جملہ ہم من آبائہم کو خبر انکشافی نہ کہئے اور تعریض کہئے تب بہی یہی صورت ہی
کیونکہ اس صورت مین اصل مطلب تو اتنا ہی ہوگا کہ ذراری باعتبار حقیقت بنی نوع
آبا ہین پر بظاہر یہہ کلام اسپر بہی دلالت کرتی ہے کہ وہ جنتی و دوزخی ہونی مین بہی آبا کے
شریک حال ہین خاصکر جبکہ یون کہا جاوے کہ اصل سوال اس امر کا تہا کہ وہ جنتی ہین یا دوزخی
اور اس دلالت ظاہری سے جسکے اعتبار سے اوسی تعریض کہہ سکتے ہین غرض وہی تخویف
اور تحذیر ہو تاکہ سننے والی مشرکین کی صحبت چہوڑین اور مومنین کے صحبت اختیار کرین غرض
اسصورت مین بہی باعتبار مدلول سب حدیثین واقعی ہونگی اور اگر یہہ کہئے کہ انکشاف
مذکور کی بنا پر آپنے ہم من آبائہم فرمایا اور مطلب یہہ ہو کہ ذراری کو شریک نوع آبا
سمجھکر شرکت عذاب و ثواب کی طرف اشارہ فرمایا تہا تو اس صورت مین انکشاف تو

صحیح پر حکم اشتراک فی العذاب والصواب غلط اور اس قسم کی غلطی انبیاء کرام علیہم السلام سے ممکن ہے پر اصلاح اوسکی ضروری ہے اسلئے بطور اصلاح بحکم وحی یہہ ارشاد ہوا ہو کہ المولود فی الجنۃ اور یہہ بھی احتمال ہے کہ غلطی نہو بلکہ اول اول وہی حکم ہو مگر آخر کار بمقتضای کرم یہہ ارشاد ہوا ہو کہ المولود فی الجنۃ غرض درصورت صحت جملہ احادیث انطباق سب طرح ممکن ہے اور شاید یہی وجہہ ہوئی کہ ذراری کے باب مین اختلاف عظیم ہے والله اعلم بحقیقۃ الحال فقط

فرق مراتب تقوی علم و عمل بسم الله الرحمن الرحیم و معنی حدیث فضل العالم الخ

حسب درخواست جناب حکیم ضیاء الدین صاحب ثبتہ الله وایانا علی الصراط المستقیم جو بندہ کے مخدوم و مکرم ہین طبع نارسا یون متقاضی ہے کہ درباب تفضیل علم یا عبادت ایک قول فیصل واضح ایسا لکہئے کہ جس سے خلجان یک لخت اہل انصاف کی دل سے اوڑ جاوے اور خوب صریح واضح ہو جاوی اسلئے اول بطور دعوی یہہ معروض ہے کہ مایہ فخر انسانی کل تین چیزین ہین علم اور تقوی اور عمل جسے عبادت کہتی ہین پہر ان تینون مین سے اصل اور عمدہ تقوی ہے بعد ازان علم بعد ازان عمل جب یہہ دعوی مشرح ہو چکا تو اب لازم ہے کہ اسکے دلائل نقلیہ اور عقلیہ دونون قسم کے پیش کیجئے تاکہ موجب مزید اطمینان ہو مگر چونکہ بیان دلائل دعوی مذکور موقوف ایک

تفصیل

تفصیل پر ہے اسلئے بطور تمہید اول گوش گذار اہل انصاف ہے کہ خداوند بیمثل و مثال اور بندگان سراپا امتثال کی مثال ایسی ہے جیسی کوئی شہنشاہ ذی جاہ جو حسن و جمال اور جود و سخا اور حسن اخلاق اور ہر قسم کے کمال مین یکتا ہو اور اسکو کسیطرح کی حاجت عارض حال نہو بلکہ وہ بے نیازی اور بیغرضی مین بیہمتا ہو اور با اینہمہ اوسکی ذات جملہ کمالات عیوب سے منزہ اور مبرا ہو یعنی ہر قسم کی وہ خوبیان جسکے سبب دوسرونکو محبت پیدا ہوتی ہے موجود ہون اور علی ہذا القیاس ہر طرحکی وہ باتین جنسے اورونکو خوف اور اندیشہ ہو اوسکی ذات مین حاصل ہون اب ظاہر ہے کہ رعایای بادشاہ مین سے جو کوئی صاحب عقل صاحب دل صاحب نظر ہوگا اور اسیر نظارہ جمال باکمال بادشاہی اور الطاف شہنشاہی سے بہرہ ور اور ماسوا اسکے اور کمالات سے مطلع ہوگا تو بیشک وہ مرد سلیم فریفتہ جمال اور دلدادہ ہر کمال ہوگا محبت حسنی اور احسانی اور کمالی سے شیفتہ و فریفتہ ہو کہ ہر دم جویای رضای بادشاہی رہیگا اور بالطبع متقاضا محبت خلاف رضاء بادشاہی سے متنفر اور مجتنب ہوگا معہذا خیال شوکت و سلطنت و بیغرضی اور بے نیازی سے ہر دم خایف و ترسان رہیگا اور اس سبب سے بہی رضا کا طالب اور ناخوشی سے مجتنب ہوگا مگر چونکہ طلب رضا اور اجتناب امور غیر مرضیہ موقوف علم مرضیات اور علم غیر مرضیات پر ہے تو لاجرم قوانین ادب اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

دیگر احکام صادرہ کو محفوظ اور مستحضر کرکے ہر دم و ہر لحظہ پابند قوانین ادب اور احکام صادرہ
پر ہیگا اور وجہ اس خیال کی منطبق ہونیکی خداوند ذوالجلال والاکرام اور بندگان خاص پر ظاہر ہے
کیونکہ خداوند کریم کا جامع جمیع کمالات ہونا خواہ جمالی ہو خواہ اور کمالی متفق علیہ کافہ انام
خصوصا اہل اسلام ہے اور علی ہذا القیاس خداوند اکرم الاکرمین کا جمیع عیوب اور نقصانات
سے منزہ اور مقدس ہونا بھی ہر فرد بشر خصوصا امتہ خیر البشر صلے اللہ علیہ وسلم کی
نزدیک مسلم بلکہ کسی بادشاہ وغیرہ کا جامع جمیع کمالات ہونا اور عیوب سے منزہ ہونا تو
ایک فرض محال ہے البتہ خداوند جلیل کا جامع جمیع کمالات ہونا اور تمام عیوب سے منزہ ہونا
از تحقیق ہے انسانوں میں تو جامع جمیع کمالات انسانی ہونا اور عیوب نفسانی سے بری ہونا
بھی ایک اعجوبہ ہی بجز ذات مصطفوی صلے اللہ علیہ وسلم اور کسیکو کہا نہیں جا سکتا
سو شوکت سلطنت اور حشم و خدم ملوکانہ کا ہونا بظاہر وہاں بھی نہ تھا مگر تفہیم
کے لیے ایسے امور کی فرض کر لینے میں کچھ حرج نہیں الغرض جناب باری عز اسمہ کا جامع
جمال و جلال اور منزہ از ہر عیب اور موصوف بہر کمال ہونا سب کے نزدیک محقق اور مسلم ہے
علی ہذا القیاس بندگان خاص کا جمال خداوندی پر عاشق ہونا اور بتقاضاء محبت
جویای رضا اور خلاف مرضی ہو جانے سے اندیشہ مند رہنا اور اسیطرح اوسکی
بیغرضی اور بے نیازی اور شوکت کی وجہ سے اوسکے غضب سے خائف ہو کر اپنی

بجاوی

toobaa-elibrary.blogspot.com

بجاآوری فکر میں گذارنا سب کے نزدیک خصوصا اہل اسلام کے نزدیک محقق اور مسلم ہے
جب یہہ بات ذہن نشین ہو چکی تو اب اہل فہم کی خدمت میں یہہ گذارش ہے کہ بندگان خاص کے
احوال کی تنقیح اور تشریح کرنے سے چند باتیں مرتب معلوم ہوتی ہیں اول تو خداوند علیم کے
جلال و جمال و کمال کا یقین ہونا ضروری ہے کیونکہ اگر خدا کے اوصاف کمال اور جلال کی
کسی وجہ سے اطلاع نہوگی تو نہ خدا سے محبت ہوگی اور نہ اوس سے خوف پیدا ہوگا کیونکہ
محبت کا مدار جمال اور اوصاف کمال پر ہے اور خوف کا مدار بیغرضی اور جلال پر ہے پہر جب
انکی اطلاع ہی نہوتی تو محبت اور خوف کا نام و نشان بھی نہوگا مزید توضیح کے لیے عرض رساں
ہوں کہ اگر شیر اندھیری میں پاس کھڑا ہو اور آدمی اوسکو غلطی سے گائے سمجھ جاتی تو ہرگز اوسے
خوف نہوگا علی ہذا القیاس اندھیری میں اگر حسین بے نظیر کسی عاشق مزاج کی پاس موجود ہو
اور وہ اوسکو بسبب اندھیری کے قبیح المنظر سمجھ لے تو ہوی محبت بھی اوسکے دل میں نہ آئیگی
اور جب نہ محبت ہوتی اور نہ خوف تو طلب رضا اور غیر مرضیات سے احتراز کی کوئی صورت نہیں
چنانچہ ظاہر ہے کہ نفس آرام طلب بغیر ان دو موکلوں کے کار دشوار عبادت و تقوی
کو ہرگز سر نہیں اوٹھا سکتا اس لیے خداوند کریم بھی فرماتے ہیں وانہا لکبیرۃ
الا علی الخاشعین الذین یظنون انہم ملاقو ربہم وانہم الیہ راجعون
یعنی بیشک نماز ایک بھاری چیز ہے مگر خشوع والوں پر جو یوں سمجھتے ہیں کہ ہیں خدا سے

بلتا ہے اور ہم اوسکے طرف جانی والی ہین فقط اسی سے معلوم ہوا کہ نماز کا ادا کرنا
بے خشوع بہت دشوار ہے اور یہہ بہی معلوم ہوا کہ خشوع ان دو خیالون پر موقوف ہے
کہ ہمین خدا سے ملاقات کرنی ہے اور اوسکی طرف جانا ہے سو اس مین سے تمنای وصال
اور اندیشہ بازپرس جو محبت اور خوف پر موقوف ہین دونون نکلتے ہین اور اگر کوتے
اس ظن ملاقات اور رجوع کو فقط باعث خوف ہی قرار دی او محبت سے مربوط نہ سمجہی تو
آیہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی تو اس باب مین صریح ہے کہ محبت
سہولت اتباع شرع کا باعث قوی ہے کیونکہ امتحان محبت نبی یہہ ہوا کہ اتباع کرکی
دکہلا دو علی ہذا القیاس فاما من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الہوی
فان الجنۃ ہی الماوی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ خوف خداوندی کی سبب
نفس کو اوسکی خواہش سے روک سکتی ہین اسلئے اول خاف فرمایا بعد ازان ونہی النفس
اور یہہ ظاہر ہے کہ نفس کا خواہش نفسانی سے روکنا ہی دینداری ہے کیونکہ اتباع شرع
اور مجاہدہ او عبادت مین جو اشکال ہے تو اسی سبب سے کہ خلاف خواہش کرنا پڑتا ہی
القصہ تا وقتیکہ جمال وجلال خداوندی پر اطلاع اور اوسکا یقین نہو تو محبت اور خوف کا
ہونا جو دو رکن دین اور سبب امکان اتباع شرع متین ہین متصور نہین اور جب یہی نہوی
تو نہ نفس کافرکیش تو خود آرام طلب ہے عبادت وتقوی اوسکی بلا کریگی تو لاجرم بندگان

خاص

خاص کا جلال وجمال خداوندی پر بالیقین مطلع ہونا ضرور پڑا مگر اطلاع یقینی دو طرح
ہو سکتی ہے ایک تو دیکہی بہالی دوسری سُنی سُنائی چنانچہ ان دونون مرتبون کی طرف
جملہ مندرجہ حدیث متفق علیہ صحیحین مین اشارہ موجود ہی وہ جملہ یہہ ہے ان الاحسان
ان تعبد ربک کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک مطلب یہہ ہے
کہ احسان یعنے عبادت کی خوبی یہہ ہے کہ خدا کی عبادت تو ایسی طرح کرے جانو تو اوسے
دیکہتا ہے اور جو دیکہنا نصیب نہو تو یہی کہ یون سمجہی کہ وہ مجہی دیکہتا ہے سو مضمون
اول اول کیطرف مشیر ہے اور مضمون دوم مضمون دوم کیطرف باقی رہا یہہ شبہہ کہ
کانک تراہ بلفظ تشبیہہ فرمایا ہے سو اس سے عین رویۃ نہین نکلتی جو معرفت کی
طرف اشارہ ہو کیونکہ معرفت کے باب مین اوس یقین کو محرر سطور نے معتبر رکہا ہے جو
دیکہنے بہالنے سے پیدا ہوتا ہے بلکہ اوس سے یون ثابت ہوتا ہے کہ ایسی حالت ہو جو
مشابہ رویت کے ہو سو اسکا جواب یہ ہے کہ رویت کا لفظ عرف مین چشم ظاہری سے
دیکہنے کو کہتے ہین سو اگر کبہی دیدار کی کیفیت اس آنکہہ سے حاصل نہو بلکہ کسی اور حاسہ
سے ہو جیسی خواب مین یا معاملہ و مکاشفہ مین تو اورونکی سمجہانیکو بطور تشبیہہ کے کہہ دیا
کرتے ہین جانو مین یون دیکہتا ہون ورنہ حقیقت مین رویت چشم قلب سے متعلق ہے آنکہہ
فقط بشرط عینک کے ہی مدد کی نہین چنانچہ سب اہل فہم جانتے ہین اسلئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

toobaa-elibrary.blogspot.com

کانک تراہ فرمایا فقط تراہ نفرمایا بلکہ نظر مکاشفہ اہل حق مین جسقدر وضاحت اور یقین ہوتا ہے
نظر ظاہری مین نہین ہوتا اس لئے کہ نظر ظاہری بوسیلہ نور آفتاب وغیرہ کام دیتی ہے اور
نظر باطن اہل حق مین نور خداوندی سے کام چلتا ہے چنانچہ حدیث مین موجود ہے اتقوا
فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ یعنی مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ بوسیلہ
اللہ کے نور کے دیکھتا ہے العرض بدہ باطن کا مشاہدہ حق معاینہ چشم ظاہری جو نسبت
اجسام واشکال والوان کے ہوتا ہے بڑھکر ہے سو معرفت حقیقت مین ایک قسم کی رویت ہے
دوسرا جواب یہہ ہے کہ خدا کی تجلیات کا کچھ ٹھکانا نہین ایک سے ایک زیادہ واضح ہی سو معرفت
مین گو رویت ہے کیون نہو پر قیامت کو جو دیدار ہوگا تو اوس تجلی کے سامنی معرفت کی تجلی
ایسی ہے جیسے شمع فانوس کے پردہ مین نظر آئی بے پردہ نہو سو اس لئے آپنے کانک تراہ
فرمایا تراہ نفرمایا کیونکہ تراہ جب اپنی موقع پر ہو جب یطرحکا حجاب باقی نرہی جیسے خدا نصیب کری
قیامت کو ہوگا مگر یہہ بہی واضح ہے کہ جیسے شمع کی تجلی کو فانوس مین دیکھنا ہی کہتے ہین سو
خدا کی تجلی کو جو معرفت مین حجابون کے پیچہی سے ہوتی ہے اسی رویت کیون نہ کہتی جب یہہ
معلوم ہو چکا تو اتنا اور بہی سنئے کہ ہم اول کو معرفت کہتے ہین اور ثانی کو یقین کو اعتقاد
الغرض خداوند جلیل کے جلال وجمال کا علم الیقینی ہونا بندگان خاص کے لئے ضرور ہے اور اسی علم
کیطرف آیۃ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء مین اشارہ ہی کیونکہ اسکے یہہ معنی ہین کہ

خداسے عالم ہی ڈرتے ہین سو اگر عالم سی عالم جلال وجمال مراد نہو بلکہ عالم مسایل صوم وصلوۃ
ودیگر احکام مراد ہو تو قطع نظر اسکے کہ صدہا جای اسکے خلاف مشہود ہے عالم مسائل
فاسق وفاجر ہین اور بہت سے جاہل خدا سی ڈرتے ہین خوف کو علم مسائل سے کچھ علاقہ ہی
تو نہین ہان جیسے علم ذات وصفات شیر موجب خوف شیر ہے ایسی ہی علم ذات وصفات
خداوندی جو علم جمال وجلال ہے البتہ موجب خوف خداوندی ہے اس صورت مین یہہ معنی ہوتے
کہ خدا سے جاننی والے ہی ڈرتے ہین جو اوسی جانتے ہین اونہین کے دل مین اوسکا
خوف ہے الغرض حال اول بندگان خاص کا تو یہی علم الیقینی جو مسمی بمعرفت واعتقاد ہے
اوسکے بعد بقدر قابلیت وادراک محبت اور خوف پیدا ہوکر دل مین فکر رضاجوئی
اور غیر مرضیات سے احتراز واجتناب کا عزم پیدا ہوتا ہے اسکا نام تقوی ہی خود خوف
جیسا کہ مشہور ہی تقوی نہین کیونکہ تقوی اور تقاۃ عربی مین بچاو کو کہتے ہین سو بچاو کا
مضمون خوف پر متفرع ہوتا ہے وہ خوف کسیطرح کا ہو خواہ بوجہ محبت ہو یا بوجہ
خیال بے نیازی وقہاری وجباری دوسری حدیث صحیح مین وارد ہی المتقی
من یتقی الشبہات یعنی متقی وہ ہے جو شبہات سے بہی بچی اس سے صاف
واضح ہوگیا کہ تقوی بری کاموں سے بچنی کو اور اپنے بچاو کر لینے کو کہتے ہین ڈرنی کو
نہین کہتی ہان بے ڈر کے تقوی البتہ ہو نہین سکتا تقوی خوف ہی پر متفرع ہوتا ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

اب ایک اور گذارش ہے کہ صبر اور شکر اور توکل اور احسان جسکے شرح بحوالہ حدیث مذکور
ہو چکی اور محبت اور خوف اور اخلاص اور رضا وغیرہ مقامات واحوال محمودہ مرضیہ
سب تقوی کے ساتھہ دست وگریبان ہیں یہہ سب امور مذکورہ اور تقوی آپس میں
لازم وملزوم ہیں اگر محبت اور خوف اور رضا اور اخلاص وتقوی کے مبادی اور مقدمات
میں سے ہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ گناہ سے بچنے کے اسباب یہی ہیں تو توکل اور صبر اور شکر
اوسکے لوازم اور توابع بلکہ اوسکے اجزا میں سے ہیں کیونکہ اگر صبر یا شکر یا توکل نہوگا
تو بیشک موجب نارضامندی خالق ہوگا اور نارضامندی کاموجن سے بچنے ہی کو تقوی
کہتے ہیں پہر جب نارضامندی کی نوبت آئی تو تقوی کہاں غرض ناظران اوراق میں سے
کسیکو یہہ شبہہ نگذرے کہ محرر اوراق اس بات کا مدعی ہے کہ مایہ شرف انسانی کل تین ہی
چیزیں ہیں علم تقوی عمل حالانکہ مقامات وغیرہ اور احوال متعددہ مذکورہ بہی موجب شرف
انسان ہیں کیونکہ یہہ سب تقوی کے لازم وملزوم اور باانیہمہ جو اسکے ملزوم ہیں وہ علم
مذکور یعنی معرفت اور اعتقاد کی لوازم میں سے ہیں سوان دونوں کو ذکر کرنا سبکا
ذکر کرنا ہے الحاصل جب فکر رضاجوئی اور عزم احتراز امور غیر مرضیہ بباعث کمال
معرفت اور رسوخ اعتقاد کے قلب پر غالب اور مستولی ہوا تو مقام تقوی انسان کو
حاصل ہوگیا لیکن یہہ فکر اور عزم چین نہیں لینے دیتا تا وقتیکہ تفصیل امور مرضیہ اور غیر مرضیہ کے

معلوم نہوا اس لئے تقوی کو لازم ہوا کہ انسان اپنے شان کی موافق رضامندی نارضامندی
کی باتیں دریافت کرے مثلاً اگر مال ہو تو زکوۃ وحج کے مسایل بہی معلوم ہوں ورنہ کچہ
ضرورت نہیں غرض تقوی کے واسطے علم احکام لازم ہوا مگر اس علم کی دو قسمیں ہیں
ایک تو علم احکام متعلقہ اخلاق واحوال قلبیہ اسکو تو ہم علم طریقت اور علم باطنی کہتے ہیں
دوسری علم احکام متعلق اعمال بدنیہ اسکو علم فقہ اور علم ظاہر کہتے ہیں اس سے یہہ بہی
معلوم ہوگیا کہ علم خضر علیہ السلام باین اصطلاح علم باطن نہ تہا جو کوئی یوں کہے کہ
حضرت خضر علیہ السلام علم طریقت اور علم باطنی میں حضرت موسی علیہ السلام سے
فایق تہے بلکہ یہہ غلط فہمی ہے علم ظاہری وباطنی اور علم معرفت واعتقاد میں جو
لوازم اور ملزوم تقوی ہیں حضرت موسی علیہ السلام ہی فایق تہے ورنہ یہہ افضلیت
جو موسی علیہ السلام کو بہ نسبت خضر علیہ السلام کی مجمع علیہ اہل اسلام ہے حضرت موسی
علیہ السلام کو نصیب نہوتی کیونکہ مدار افضلیت مزید تقوی پر ہے چنانچہ انشاء اللہ قریب ہی
ثابت ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ ملزوم بقدر لازم اور لازم بقدر ملزوم ہوتا ہے جتنی آگ
ہوگی وتنی ہی حرارت ہوگی جسقدر حرارت ہوگی وتنی آگ پہر جب بدلیل افضلیت حضرت
موسی علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام سے تقوی میں فایق ہونا ثابت ہوا تو علم
معرفت واعتقاد اور علم احکام میں بہی اونکا فایق ہونا لازم آیا ہاں علم وقایع میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

البتہ حضرت خضر علیہ السلام کا قدم آگی بڑہا ہوا معلوم ہوتا ہی سو یہہ علم علم معرفت و اعتقاد اور
علم احکام سے کچہہ نسبت نہین رکہتا کیونکہ وہ تین واقعہ جو حضرت خضر علیہ السلام کو بطور
مکاشفہ معلوم ہوئے عوام کو بطور معاینہ معلوم ہو سکتے ہین بادشاہ غاصب کا پیچہے سے آنا
حضرت خضر علیہ السلام کو اگر دور سے معلوم ہو گیا اور حجاب بُعد مکانی اونکی حق مین حجاب نہوا
تو جو لوگ بادشاہ مذکور کے ہمراہ تہی اونکو بطور معاینہ پاس سے یہی بات معلوم ہوتی
علی ہذا القیاس لڑکے کا کافر ہونا اگر اونکو قبل بلوغ معلوم ہو گیا اور بُعد زمانی اونکی حق مین
حجاب نہوا تو بشرط بلوغ جو اوس لڑکے کے ہمعصر ہوتے عوام خواص اوسکے کفر کو آنکہون سے
دیکہتے علی ہذا القیاس ایک دیوار کا یتیمونکی مملوک ہونا اور اوسکے نیچے خزانہ کا ہونا اور اون
یتیمونکی باپ کا صالح ہونا یہہ ساری امور ایسے ہین کہ عوام کو بطور معاینہ بوساطت غیر
معلوم ہو سکتے ہین مگر اتنا فرق ہے کہ اونکی حق مین جیسا زمانہ مستقبل قصہ قتل طفل مین حجاب ہو گیا تہا
اور حضرت خضر کے حق مین حجاب نہین ہوا تہا یہان دربارہ صلاحیت پدر یتیمان زمانہ ماضی
عوام کے لئے حجاب ہو گیا اور حضرت خضر کے لئے نہوا اور جیسی قصہ شکستن کشتی مین بُعد مکانی
عوام کی نظرونکی لئے حجاب ہو گیا اور حضرت خضر علیہ السلام کے لئے نہوا یہان حائل جسمانی
یعنی دیوار دربارہ خزانہ عوام کے ابصار کا حجاب ہو گیا حضرت خضر علیہ السلام کی لئے
نہوا باقی رہی یہہ بات کہ بعد اسکے مکشوف ہو جاتیگی کہ ایک بادشاہ غاصب کشتیان پکڑتا آتا ہے

اونہون

toobaa-elibrary.blogspot.com

اونہون نے کشتی کو باین غرض توڑ ڈالا کہ وہ ٹوٹی دیکہکر چہوڑ جاوی اور اوسکے مالک اوسی
درست کر کے بعد اوسکے چلے جانے کے پہر اپنا کام چلاوین تو یہہ منجملہ احکام شرعیہ تہا جسمین
حضرت موسی علیہ السلام کا فائق ہونا معلوم ہے کیونکہ اسکا حاصل احسان اور مروت
اور مکافات احسان ہے سو یہہ باتین منجملہ علم طریقت ہین علی ہذا القیاس بعد اسکی معلوم
ہونے کے کہ یہہ لڑکا کافر نہادی ہے جیسی بہیڑئے یا شیر کا بچہ بعد بڑی ہونے کے پہاڑنے
کہانے لگتا ہے گو روز پیدایش اوسمین یہہ بات نہ پائی جاتی ہو ایسی ہی یہہ بہی بعد بلوغ
رنگ لائیگا اور اپنے دانت دکہلائیگا سو جیسی شیر بہیڑئے کے بچونکو اول ہی قتل کر دینا فرض ہے
مصلحت ہے خلاف انصاف نہین ایسی ہی اوس لڑکے کے قتل کو بہی حضرت خضر نے
عین مصلحت دینی سمجہہ کر قتل کر دیا تو کوئی بات عیب کی نہوئی بلکہ منجملہ اتباع احکام شرع
ہوا جو حضرت موسی علیہ السلام کا خاص منصب تہا کیونکہ اسکا ماحصل قتل کفار ہوا جسکے
لئے جہاد شرائع مین مقرر ہوا ہے الغرض علوم خاص خضری علوم عوام سے اگر ممتاز
ہین تو طریق حصول مین ممتاز ہین حقیقت مین متحد ہین ہان علوم موسوی یعنی علوم انبیا
جو ذات باریتعالی اور علم صفات باریتعالی اور علم احکام باریتعالی ہین اونکی کسیطرح
عوام کو اطلاع ہی نہین ہو سکتی جسمین سے خاصکر احکام جو فی الحقیقت ما فی الضمیر جناب
باریتعالی ہے کیونکہ ہماری تمہارے ما فی الضمیر جب ایسی مستور و محجوب ہوں کہ بینی سے

سینہ کیا اگر دلکو چاک کر کے دل سے ملاقی تو بے اظہار صاحب ما فی الضمیر اوسکے ما فی الضمیر کی اطلاع نہو
تو ما فی الضمیر جناب باریتعالی جسکا حجاب خود ذات جناب باری ہے چنانچہ سورہ جن مین لفظ
علی غیبہ مین غیب کا ضمیر جناب باریتعالی کی طرف مضاف کرنا بہی اسپر شاہد ہے بے اوسکے
اظہار کے کیونکر معلوم ہوگا مگر ظاہر ہے کہ کوئی اپنا ما فی الضمیر اوسی سے کہتا ہے جس سے اوسکا
دل ملتا ہے تو ما فی الضمیر جناب باریتعالی لاجرم اونہین پر ظاہر کیا جائیگا جو کمال درجہ کو
پسندیدہ جناب باریتعالی ہونگی اور اورونکو اونکی ساتہہ کچھہ نسبت نہوگی اسلئے جناب
باریتعالی نے ارشاد فرمایا لا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول
یعنی نہین ظاہر کرتا خداوند کریم اپنے ما فی الضمیر کو کسی پر مگر رسولون پر جو اوسکے چہیتی ہوتے
بندی ہین القصہ علوم ہو سوی عوام کو بوساطت رسول کسیطرح معلوم نہین ہوسکتی
اور علوم خضری بوساطت غیر عوام کو معلوم ہوسکتے ہین چنانچہ واضح ہوچکا ہے باقی رہا
اس بات کا الہام کہ فلانی دیوار کو سیدہی کردو جیسا کہ لفظ وما فعلتہ عن امری
اس پر دلالت کرتا ہے سو یہہ بات ہرچند عوام کو معلوم نہین ہوسکتی پر انبیا کو بدرجہ اولی
اس قسم کی باتین معلوم ہوسکتی ہین چہ جائیکہ رسول معہذا ایک امر جزئی کا الہام قواعد کلیہ
یعنی احکام کے الہام کی برابر نہین ہوسکتا اس تقریر سے وہ شبہہ بہی مرتفع ہوگیا جو
بعض کم فہمون کو اس قصہ کو دیکھکر پیدا ہوتا ہے کہ حضرت خضر کے باب مین قول محقق یہی

کہ وہ ولی ہین نبی نہین پہر کیا وجہہ کہ اونکو خلاف شریعت الہام ہوا حالانکہ خداوند کریم اونکے
باب مین فرماتا ہے آتیناہ رحمۃ من عندنا وعلمناہ من لدنا علما یعنی دی ہمنے
اوسکو اپنے پاس کی رحمت اور سکہلایا ہمنے اوسکو اپنے پاس سے علم اور یہہ بہی محقق ہے کہ
مکاشفہ خلاف شرع غلط ہوتا ہے قابل تعریف کجا بلکہ صحت مکاشفہ کے لیے میزان یہی ہے
کہ شریعت کے خلاف نہو اور وجہ اس شبہہ کی رفع ہوجانے کی یہہ ہے کہ جو باتین حضرت
خضر کو منکشف ہوتے ہین وہ شرع کے مخالف نہین بلکہ اون امور مین مخالفت اور
موافقت کی گنجایش ہی نہین کیونکہ شرع علم احکام کا نام ہے احکام طریقت ہو یا
احکام شریعت علم وقائع جزئیہ ایک بات جداگانہ ہے اور بعد مکشوف ہونی امور معلومہ
کے جو کچھہ اونسے صادر ہوا وہ سب موافق شرع تہا یا احسان کا بدلا احسان کیا یا
ایک کافر کو بیجان کیا یا یتیمون کے ساتہہ احسان کیا سو یہہ تینون باتین ظاہر ہین کہ
عین دین وایمان ہین اور نیز اس قصہ کو دیکھکر جو بعضی کم فہم بیدین یہہ استدلال
کیا کرتے ہین کہ مرید کو لازم ہے کہ اگر پیر خلاف شرع بہی کہی تب بہی فرمانبرداری
مین قصور نہ کری اونکو بہی گنجایش استدلال باقی نرہی کیونکہ حضرت خضر علیہ السلام کو کوئی امر
خلاف شرع مکشوف نہین ہوا تہا جو اور پیرونکی نسبت یہہ گمان کیا جاوی بلکہ حدیث
صحیح لا طاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق اس باب مین نص صریح ہے کہ خلاف

toobaa-elibrary.blogspot.com

شرع کوئی بی کیون نکہی ہرگز تسلیم نکرنا چاہیے ہان مومنان کامل اور پیران عظام کی
نسبت بدگمان نہو اگر کوئی بات کسی پیر کامل کے ایسی آپکو خلاف شرع بہی معلوم ہو
تب بہی مثل افعال حضرت خضر علیہ السلام کے کہ بظاہر خلاف شرع معلوم ہوتی تہی اور حقیقت
مین مخالف نہ تہی اونکی افعال کی مخالفت کو اپنے قصور فہم پر محمول کرکے نہ دل سے
اون افعال کو موافق ہی سمجہی اور موافق نص صریح ظنوا المؤمنین خیرا کی حسن عقیدہ
اور حسن ظن سے پیش آئی اب بات کہین کی کہین جا پڑی کہنا تہا کچہہ کہنے لگا کچہہ پہر
بر سر مطلب آتا ہون غرض یہہ ہے کہ تقوی کو علم احکام جو منقسم بعلم طریقت و علم شریعت ہے
لازم ہے اور تقوی کا وجود دو علمون پر موقوف ہے ایک فوقانی جو علم معرفت و اعتقاد ہے
دوسرا علم تحتانی جو علم احکام ہے ایک تقوی کے اوپر ہے ایک تقوی کے نیچے ایک اوسکا سبب ہے ایک
اوسکا آلہ مگر چونکہ تحصیل علم احکام بوجہ تقوی بغرض عمل تہی تو عمل موافق علم مذکور حسب استطاعت
آپ لازم ہوگا اور اون اعمال کے ساتہہ تقوی کو ایسی نسبت ہوگی جیسے روح کو بدن کے ساتہہ
سو جیسے بسبب کمال ارتباط کے جسم انسانی کو انسان کہدیتے ہین حالانکہ انسان حقیقی وہ
روح ہے بدن نہین بدن ایک آلہ ہے ایسی ہی حقیقت مین تقوی بہی اوسی فکر اور عزم مصمم کا
نام ہے جسکا اوپر مذکور ہو چکا اعمال اوسکے لیے بمنزلہ بدن کے روح کے ہین اور
صاحب اعمال نیک اور مجتنب اعمال بد کو جو متقی کہتے ہین تو اسی سبب سے کہتی ہین کہ اعمال آلہ
تقوی ہین

تقوی مین یعنے عذاب اور عتاب خداوندی سے بچاؤ انہین اعمال کے سبب میسر آتا ہے
جیسے بوسیلہ سپر تروار کے وار سے آدمی بچ سکتا ہے اور جیساکہ روح کو اپنے آلہ کے
ساتہہ کمال درجہ ارتباط ہے گویا ہر جزو بدن مین سرایت کئی ہوتی ہے ایسا ہی تقوی یعنی
مذکور کو اعمال شرع متین کے ساتہہ بعینہ یہی نسبت ہی جیسی روح بر مدار مدارج شرف و
— منفعت بدن ہے ایسا ہی تقوی بر مدار مدارج شرف و منفعت اعمال ہے اسی واسطے
جناب باریتعالی فرماتے ہین لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤہا ولکن ینالہ
التقوی منکم یعنی نہین پہونچتا اللہ کے یہان گوشت اور خون قربانیونکا بلکہ پہونچتا ہے
اللہ کے یہان تقوی تمہارا یعنی وہ فکر اور عزم مصمم جسکے سبب نوبت قربانیونکی آئی ہمارے یہان
اوسکی پرسش ہے اور اوسی پر نظر ہے اسیکی موافق حدیث شریف مین اسطرح کے
الفاظ ہین ان اللہ لا ینظر الی اعمالکم و صورکم ولکن اللہ ینظر الی قلوبکم
و نیاتکم یعنی اللہ تعالی نہین دیکہتا تمہاری اعمال اور صورتونکو بلکہ اللہ دیکہتا ہے
تمہاری دلونکو اور نیتونکو سو اعمال خیر کی نیت وہی تقوی ہے کیونکہ نیت حقیقت مین
اوسی خیال کو کہتے ہین جو باعث عمل ہو مثلا کوئی خدا کی رضا کے لیے نماز پڑہتا ہی سو
خیال رضا اوسکی نیت ہوتی اور کوئی دکہلانی کے لیے پڑہتا ہے سو اوسکی نیت خیال ریا
ہوا اور ظاہر ہے کہ بندگان خاص کے حق مین باعث اعمال وہی خیال رضا جوئی اور عزم استوار

toobaa-elibrary.blogspot.com

امور غیر مرضیہ ہے سو یہی تقوی مذکور ہے اب ہر کوئی اس تشریح و تنقیح سے سمجھ گیا ہوگا کہ بندگان خاص کو اول علم معرفت و اعتقاد پیدا ہوتا ہے بعد ازان تقوی من بعد علم احکام اوسکے بعد عمل جب یہہ مقدمہ ممہد ہوچکا تو سامعین مشتاقین کو معلوم ہو کہ یہہ بات تو اثنا تقریر تمہید مین آپ واضح ہوگئی کہ مایہ شرف انسانی کل تین امور مذکورہ مین باقی رہی یہہ بات کہ ان سب مین افضل تقوی ہے اسکی کیا دلیل اسلئے سامعین کو تکلیف توجہہ و انصاف دیکر عرض رسا ہون کہ جناب باریتعالی کی بات تو بہر حال باریتعالی ہی کی بات ہے وہ جو کچھہ فرماتے ہین سر مو اوسمین تفاوت نہین ہوسکتا سو کلام ربانی مین اونہین کا مقولہ موجود ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم یعنی بیشک خدا کے نزدیک بڑی عزت والا وہی ہے جو زیادہ تقوی والا ہے اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ جناب باری جل جلالہ صاف صراحۃً نہ کہ اشارۃً بتاکید یون فرماتے ہین کہ سب مین معزز و مکرم وہی ہے جو سب مین زیادہ متقی ہے اب اگر ہمکو یہہ بات معلوم یا مظنون ہو کہ ایک شخص تو تقوی مین زیادہ ہے اور دوسرا علم مین تو ہم بیشک بشہادت خداوندی بطور یقین کے یا ظن کے اوسکو افضل کہینگے جو تقوی مین زیادہ ہوگا دوسری جاہی یون ارشاد ہے ام نجعل المتقین کالفجار یعنی کیا ہم برابر کردین متقیون کو فاجرون کی ساتھہ اور ظاہر ہے کہ فاجر اوسی ہی کہتے ہین جو متقی نہو اگرچہ عالم ہو بلکہ عالم ہو کر متقی نہو تو سب فاجرون کا فاجر ہے پھر جب عالم

tooba-elibrary.blogspot.com

فاجر برابر بھی نہوا تو افضل تو کاہکو ہوگا لیکن اتنی بات اور سن لینی چاہیئے کہ موافق حدیث شریف حب الدنیا راس کل خطیئۃ اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ جسکو محبت دنیا زیادہ ہوگی وہ فسق و فجور مین بھی زیادہ ہوگا اور جسمین محبت دنیا نہوگی یا کم ہوگی اوسمین فسق و فجور بھی نہوگا یا کم ہوگا اور جسقدر فسق و فجور کی کمی ہوگی اوسیقدر تقوی زیادہ ہوگا اگر بالکل فسق و فجور نہوگا تو بالکل تقوی ہی تقوی ہوگا اسکی ایسی مثال ہے جیسی نور اور ظلمت کہ اونمین سے جسقدر ایک کم ہوگا دوسرا اوتناہی زیادہ ہوگا اور اگر ایک بالکل نہوگا تو دوسرا بالکل ہوگا اس سے یہہ بات ثابت ہوگئی کہ صوفیان حقیقی یعنی جنکا قلب محبت دنیا سے پاک و صاف ہوکر محبت خداوندی سے پر ہوگیا ہے بہ نسبت اون علما کے جو فقط علم احکام اونکی نصیب ہوا اور بسبب حاصل نہونے علم معرفت و اعتقاد کے ابھی اونکا قلب نہ محبت دنیا سے پاک ہوا اور نہ محبت خدا سے پر افضل و اشرف ہون معہذا دربارہ امور منہیہ قلبیہ بہ نسبت امور ناپسندیدہ بدنیہ کے نہی شدید ہے چنانچہ حدیث ان اللہ لا ینظر الی اعمالکم و صورکم الخ جو مذکور ہوچکی اوسپر شاہد ہے سو جو شخص امور غیر مرضیہ قلبیہ سے منزہ ہوا اور دربارہ احوال و اخلاق قلبی متقی ہو اگر احیاناً اوس سے بمقتضای بشری نہ بوجہہ دیگر درباب احکام بدنی کچھہ قصور بھی ہوگا تو بشرط قدر شناسی شریعت اور اعزاز و اکرام دین ظاہر اور علم استحقاق احکام ظاہرہ اوس شخص سے

افضل ہی ہوگا جو علم احکام مین اوس سے فائق ہے اور رعایت تقوی دربارہ احکام بدنی بہی کماحقہ کرتا ہے پر قلب اوسکا احوال و اخلاق ناپسندیدہ سے ابہی تک پاک نہین ہوا معہذا ان اللہ یحب المتقین ان اللہ مع المتقین سے کلام اللہ بہرا ہوا ہے ان اللہ یحب العلماء ایک جا بہی نہین اور یہہ بہی واضح ہے کہ محبت اوسی چیز سے ہوتی ہے جو اپنے نزدیک اون اشیا سے اچہی ہو جن اشیا سے محبت نہو جب یہہ بات مسلم ہو چکی تو اب ایک اور گذارش ہے کہ عالم ظاہری بے عمل یا کم عمل سے تو متقی کا افضل و اشرف ہونا قطع نظر دلائل مذکورہ کے یون بہی مسلم ہی کیونکہ جہان مین تارکان دنیا اور متقیان بے غرض کے ساتہہ جسقدر محبت کرتے ہین عالمان بے عمل یا کم عمل کے ساتہہ وتی نہین کرتے ہر عارف ربانی جسکے تئے ابناء زمان کے نزدیک بسبب قصور فہم کے تقوی کی کچہہ حاجت نہین بلکہ جسکی نسبت عارف ہونیکا گمان ہو اگر وہ بے قید ہو تو ابناء زمان دونی اوسکے معتقد ہوتے ہین اسلئے یہہ معروض ہے کہ اول تو عارف بے تقوی ایک مفہوم بے مصداق اور لفظ بے معنی ہے اسلئے کہ عارف کو تقوی لازم ہے یہہ ممکن ہی نہین کہ معرفت نصیب ہو اور باانہمہ فکر رضاجوئی خداوندی اور عزم احتراز منہیات دل مین پیدا نہو کیونکہ ہر انسان کی خمیر مین یہہ دو باتین رکہی ہوئی ہین کہ لذت کی چیز اگر پیش آتی تو اوسکی طرف راغب اور جو ہیبت کی شی پیش آتی تو اوس سے ڈری یہہ کلیہ اگرچہ بدیہی ہے محتاج دلیل نہین پر بعض کم عقلان مدعیان دینداری کہتے ہین یہہ بہی اوز قوم

کہ

کہ اہل شرع کی نزدیک بہی مسلم ہی نہین تو وعد و وعید اور ثواب و عقاب آخرت سب لغو ہو جاتیگی جب اسقدر محقق ہو چکا تو اب عرض یہہ ہے کہ درصورت حصول معرفت لازم ہے کہ جمال و جلال خداوندی مکشوف و مشہود ہو اور یہہ بہی ظاہر و متیقن ہے کہ جمال خداوندی سے زیادہ کوئی لذت کی چیز نہین اور جلال خداوندی سے زیادہ کوئی چیز خوف انگیز نہین قطع نظر اسکے بدیہی اور مسلم الثبوت ہونے کی احادیث صحیحہ مین اسکی طرف اشارہ موجود ہے اور اہل فہم تو آیہ کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون ثم انہم لصالوا الجحیم سے یہہ مطلب نکال سکتے ہین کیونکہ اس آیہ کا ماحصل تو یہہ ہے کہ کفار اپنے رب کے دیدار سے محروم رہینگی پہر اسکے ساتہہ جہنم مین جلدی سکین گے اور یہہ کچہہ ارشاد ہے بطور دہمکانے اور ڈرانے کے فرمایا ہے اور قاعدہ ہی کہ آدمی تکلیف کی چیز سے ڈرتا ہے سو دیدار سے محروم رہ جانی بہی جب تکلیف ہو کہ دیدار مین آرام و لذت اور اوسکی تمنا ہو اور چونکہ محرومی دیدار کو اول لیا اور عذاب نار کو بطور ضمیمہ کی بعد مین بیان کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ بڑا عذاب اوس روز محرومی دیدار ہی ہے گا یعنی کفار اوس روز دیدار سے محروم و محجوب تو ہون ہی گے پر اوسکے ساتہہ یہہ بہی نصیب ہوگا کہ عافیت ظاہری ہی ہو بلکہ عذاب نار بہی ہوگا تاکہ من جمیع الوجوہ تکلیف ہی تکلیف ہو اور جب محرومی دیدار سب عذابوں سے اول نمبر ہوا تو دیدار نعمت ہونے مین سب سے اول ہوگا اور جب دیدار خداوندی سب نعمتون سے بڑہ کر ہوا تو صاحب معرفت کو بہی آخر ایک قسم کا

toobaa-elibrary.blogspot.com

دیدار ہوتا ہے مثل دیدار جنت وانکشاف اور بے پردہ نہ سہی پھر کیا معنی کہ صاحب معرفت
کو محبت اور لذت پیدا نہو اور بتقاضای محبت اور بوجہ طلبگاری فکر رضا اور اندیشہ ناخوشی
اوسکے دل میں پیدا نہو اور جب یہ پیدا ہوا تو پھر تقوی آپ حاصل ہو گا کیونکہ اوپر کی تحقیقات سے
واضح ہو چکا ہے کہ تقوی اسیکا نام ہے اس سے ثابت ہوا کہ ابلیس کو معرفت حاصل نتھی
ورنہ خلاف رضامندی اوس سے ظہور مین نہ آتا اور اگر بپاس خاطر معترض و مخالف ہم اس بات
کو تسلیم بھی کرلین تو اول تو ہمکو یہہ کہنے کی گنجایش ہے کہ کلام بنی آدم مین تھی مقصود یہہ تہا کہ
انسانون مین یہہ بھی ممکن ہے کہ عارف ہو اور متقی نہو یا نہین سو یہہ بات واضح ہو گئی کہ ہر فرد
بشر کی خمیر اور نہاد مین رغبت و محبت اشیاء لذیذہ اور نفرت اشیاء ناپسندیدہ رکہی ہوئی ہے
پھر کب ہو سکتا ہے کہ مشاہدہ جیسی چیز لذیذ میسر آئی اور اوسکو رغبت اور محبت پیدا نہو اور
شیفتہ رضاء خداوندی نہبنی اور ناخوشی کا اندیشہ نہو اگر ابلیس مین یہہ بات نہو تو نہو وہ اور
نوع ہے انسان اور نوع دوسری یہہ کہ اگر بالفرض باوجود معرفت کے تقوی یعنی رعایت
رضاء و خوف عدم رضا نہو تو وہ مثل ابلیس کے مطرود و ملعون درگاہ ہو گیا موافق
مثل مشہور عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد اس صورت مین اس سے زیادہ
اور کیا حجت ملیگی کہ ابلیس باوجود معرفت کے بسبب نہونے تقوی کے جب ایسا ملعون ہو گیا
تو اور ونکا تو کیا ذکر الغرض بوجوہ مذکورہ یہہ بات کالعیان معلوم ہوتی ہے کہ اگر بالفرض معرفت ہو

اور تقوی

اور تقوی نہو تو وہ معرفت کچھہ کام نہ آئیگی بلکہ اولٹے موجب شدت عتاب ہو جائیگی چنانچہ
ظاہر ہی ہے ہم دیکھتے ہین کہ اگر حکام وقت کو کوئی خوب جانتا ہو اور کسیطرح کا احتمال واقفیت
نہو وہ اگر سامنے آجای اور سلام نکری اور ادب پیش نہ آئی تو لاجرم مورد عتاب ہو گا
اور اگر کوئی اندہا بہرا نا واقف سامنی آجای اور سلام نکری تو اوس سے حکام کو کچھہ بہی خاطر
نہو گی غرض عالم علم احکام کو تقوی کی اتنی ضرورت نہین جتنی عالم علم معرفت کو ضرورت ہے،
پھر جب عالم علم احکام کو درصورت نہونی تقوی کے اہل عالم اتنا ذلیل و خوار سمجھتے ہون تو
عالم علم معرفت کو درصورت نہونی تقوی کے اوس سے بہی بدتر سمجھنا چاہتے معہذا کلام اللہ سے
بہی یہی سمجھہ مین آتا ہے کہ اہل معرفت کو بہی تقوی ہی سے شرف ہے تفصیل اسکی یہہ ہی کہ
کہ یہہ تو پہلی معلوم ہو چکا کہ آیہ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء مین علم سے
علم معرفت واعتقاد مراد ہے اور پہر ایسے علما کی تعریف مین یون فرمایا کہ یہہ لوگ
خدا سے ڈرتی ہین اور بموجب تعریف علماء ربانی بہی خوف ہی فقط علم حق تعریف مین کافی
نہین بلکہ علم حق کی بہی بڑی تعریف یہی کہ وہ ذریعہ حصول خوف ہی اور یہہ بہی ظاہر ہے کہ خوف
روح تقوی ہے تو معلوم ہوا کہ تقوی ہی باعث افضلیت ہے علم معرفت بذات خود باعث
افضلیت نہین توضیح کےلئے ایک مثال عرض کرتا ہون حسابون لیتے ہین کہ روشنی
آفتاب بنی چیز ہے اور اوس سے اہل عقل دو باتین سمجھتے ہین ایک تو یہہ کہ آفتاب اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

اشیا ہنوز رہے روشنی مین پڑا ہوا ہے دوسری یہہ کہ باعث خوبی آفتاب ہی روشنی ہے
ورنہ قطع نظر روشنی کے آفتاب مین بذات خود کوئی بات قابل تعریف نہین اگر ہوگا تو کوئی اور
وصف ہوگا جیسے اوسکی گولائی بلکہ اوسکی یہی بڑی تعریف ہے کہ ایسی روشنی کی اوسمین
قابلیت ہے مثلاً نہ یہہ کہ ذات آفتاب فقط قابل تعریف ہے ایسی ہی آیۃ انما یخشی اللہ سے بہی
اہل فہم دو باتین سمجہتے ہین ایک تو یہہ کہ علماء ربانی خوف وخشیہ مین اوروں سے بڑہے ہوتے ہین بلکہ
اونہین مین یہہ بات منحصر ہے کیونکہ خوف جاننے والے ہی کو ہوتا ہے جو انجانی آدمی کیا اندیشہ دوسرے
یہہ کہ باعث تعریف وموجب ثنا علماء ربانی یہی خوف ہے یا اور کوئی وصف فقط علم کچہہ قابل
تعریف نہین اور جہان کہین بظاہر فقط علم کی تعریف ہی آتی ہے جیسے مثلاً حدیث فضل العالم
علی العابد کفضلی علی ادناکم مین جسکے یہہ معنی ہین کہ بزرگی عالم کی عابد پر ایسی ہے
جیسے بزرگی میری اوپر ادنی تمہارے کے فقط تو حقیقت مین نفس علم کی فضیلت مقصود نہین بلکہ
وجہ اوسکے یہی اہل فہم کے نزدیک وہی سہولت تقوی ہے کیونکہ اسکی ایسی مثال ہے جیسے یون کہئے
پٹا سیف بانک جاننے والے انجان لڑنے والون سے افضل ہین سب جانتے ہین کہ پٹا وغیرہ فنون
سپہ گری کو جو فضیلت ہی تو اسی وجہ سے ہے کہ اونکے وسیلہ سے آدمی حریف کے وار سے
بچ سکتا ہے اور حریف کو اگرچہ قوی اور صاحب سلاح ہو ایک دو فیق سے کیون نہو مار سکتا ہے
ایسی ہی عالم کو فقط عابد پر بزرگی ہے تو اس وجہ سے ہی کہ بوسیلہ علم آدمی شیطان کے فریب

اورخدا

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور خدا کی ناخوشی سے بچ سکتا ہے بلکہ شیطان کو ایسے لوگون سے دبکر بہاگنا پڑتا ہے چنانچہ
الشیطان یفر من ظل عمر اور فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف
عابد سے بہی یہی ثابت ہوتی جملہ مین غرض شرف علم کی بات پہر تقوی ہی پر جا پڑی معہذا جیسے اس
مثال مین کہ پٹا سیف بانک وغیرہ فنون سپہ گری کے جاننے والے کو انجان لڑنے والے پر فضیلت ہے
اہل دانش وفہم فنون سپہ گری کی جاننے والے کی جانب بہی لڑنے کی قید سمجہتے ہین اور اوسکا حاصل
اونکے نزدیک بحکم عرف یہہ ہوتا ہے کہ فنون سپہ گری کا جاننے والا اگر لڑے تو انجان لڑنے والے سے
اچہا رہیگا چنانچہ ظاہر ہے کیونکہ بے لڑے اور بے مقابلہ حریف کی سامنے چپکے کہڑے کہڑے
پٹے جانتے ہین انجان لڑنے والے پر کیا فوقیت ہے ایسی ہی حدیث فضل العالم علی العابد مین
اہل علم وفہم قید عبادت سمجہتے ہین اس صورت مین اس حدیث کے یہہ معنی ہونگے کہ علم کی موافق
عبادت کرنے والے کو فقط انکی عبادت کرنے والے پر ایسی فضیلت ہے جیسے مجہکو تمہارے کسی ادنی پر
اور یہہ بہی ظاہر ہے کہ علم کے موافق عبادت ہو تو تقوی پہلی ہوگا کیونکہ علم احکام تو نام اسی
بات کا ہی کہ مرضی غیر مرضی خدا کو پہچانے اور مرضی غیر مرضی کو پہچان کر کام کریگا تو تقوی ساتہہ
رہیگا اور اگر ہم بپاس خاطر علما ظاہر اس سے بہی درگذر کرین اور یون ہی کہین کہ علم کو
ہر طرح عبادت پر فوقیت ہے تو اول تو یہہ بات ہماری کسی دعوے اصلی کے مخالف
نہین کیونکہ ہم تقوی کو علم سے افضل کہتے ہین اگر عبادت سے علم افضل ہوا تو ہمارا

کہ نقصان بہرحال علمائے ظاہر فقط بوجہ علم ظاہر یا بوجہ تقویٰ ظاہر صوفیان صافی پہ جنکے مفہوم میں تقویٰ داخل ہے اور بہر وہ تقویٰ بھی ایسا کہ اصل دنیا ہی سے احتراز جسکے موجب خطا و گناہ تھی ہرگز افضل نہیں ہوسکتی اور اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ حدیث فضل العالم میں اگر عالم سے عالم مسائل و احکام مراد ہو جیسا کہ ظاہر ہی یہی ہے تب ہی علمائے ظاہر کو اہل تقویٰ پر جو فی الحقیقت صوفیان صافی اور متبعان ظاہر و باطن ہیں فضیلت نہیں ہوسکتی چہ جائیکہ عالم سے عالم کامل جامع علم معرفت و علم احکام مراد ہو چنانچہ بنظر دقیق یہی معلوم ہوتا ہے اسصورت میں تو ہمارا دعویٰ صریح اسی دلیل سے ثابت ہوجائیگا کیونکہ جامع علم معرفت و علم احکام بجز صوفیہ کرام اور کوئی نہیں ہوتا علمائے ظاہر کو اگر علم معرفت نصیب ہوتا تو علمائے ظاہری کیوں کہلاتے باقی رہی یہ بات کہ نظر دقیق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس حدیث میں عالم سے عالم کامل جامع علم معرفت و علم احکام مراد ہی اسکے کیا وجہ ہی سو جناب من میری جانب متوجہ ہو کر سنتی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یوں فرمایا کہ عالم کو عابد پر ایسی فضیلت ہے جیسی مجھ کو تمہارے میں سے کسی ادنی پر تو یہ معنی نہیں کہ میری اور عالم کی فضیلت دونوں ہر طرح سے برابر ہیں ورنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خیر البشر نہ رہینگی بلکہ علما کو رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر الٹی فضیلت نکلیگی کیونکہ ادنی مسلمان سے یا ادنی صحابی سے مسلمان عابد یا صحابی عابد بالیقین افضل ہے تو اس صورت میں جو نسبت کہ رسول اللہ

صلے اللہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

صلے اللہ علیہ وسلم کو ادنی مسلمان یا ادنی صحابی سے تھی وہی نسبت عالم کو مسلمان عابد یا صحابی عابد کے ساتھ نکلی تو جیسے عابد ادنی سے افضل تھا عالم بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے افضل ہوگا اور بعینہ یہ ایسا قصہ ہوجائیگا جیسا کہا کرتے ہیں چوبیس کو بارہ کی ساتھ وہی نسبت ہے جو آٹھ کو چار کے ساتھ تو جیسی برابری نسبت کے چوبیس آٹھ سے زیادہ ہی ایسی ہی باوجود برابری فضیلت کے عالم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر فضیلت ہوگی بلکہ مطلب یہ ہی کہ عالم کو عابد پر اس قسم کی فضیلت ہے جس قسم کی مجھکو ادنی پر یعنی تشبیہ نوعی مراد ہی تشبیہ شخصی مراد نہیں اور تشبیہ نوعی مراد ہو تو یہ صورت ہوگی جیسا کہا کرتے ہیں کہ سونا چاندی سے افضل ہے یعنی سونے کی نوع چاندی کی نوع سے افضل ہے سو اس صورت میں ماشہ برابر سونیکو جیسا ماشہ برابر چاندی پر شرف ہی ویسا ہی ہزار من چاندی پر شرف ہے اسیطرح نوع علم کو اگرچہ تھوڑا ہی کیوں نہو نوع عبادت پر اگرچہ بہت ہی کیوں نہو شرف اور فضل ہوگا مگر جیسی سونے اور چاندی کی مثال میں درصورتیکہ سونا ماشہ برابر اور چاندی ہزار من ہو چاندی کو ایک شرف کثرت ایسا حاصل ہوگا کہ سونیکو باوجود شرف ذاتی ہونیکے اوسکے ساتھ کچھ نسبت نہیں ہزار من چاندی سے جو ثروت ہوگی اور جسقدر عیش و آرام دینی و دنیوی میسر آسکتا ہے ماشہ برابر سونے سے ہرگز نہ وہ ثروت ہوسکتی ہے اور نہ وہ عیش و آرام میسر آسکتا ہے ایسی ہی علم و عبادت کا حال سمجھنا چاہیئے یعنی ہرچند نوع علم کو اگرچہ

ماشاء برابر ہو ہزارون عبادت پر شرف ہے اور یون کہہ سکتے ہین کہ اس عالم کو اس عابد پر ایسا
شرف ہے جیسا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی ادنی پر مگر عابد مذکور کو بوجہہ ہزارون ہونے
عبادت کی اوس عالم پر ایسا شرف ہے کہ یہہ اگر اوسکی کفش برداری بہی کرے تو بجا ہے
کیونکہ ماشاء یہہ ہو سکیگا مالک لاجرم ہزارون جاندیکی مالک کی خدمتگاری کرسکتا ہے پر بر عکس
نہین ہو سکتا اس صورت مین علما کو مطلقاً اہل عبادت پر بہی شرف نہین ہو سکتا ہے جائیکہ اہل تقوی
اور خلاصہ اہل تقوی اور عبادت یعنی صوفیان صافی پر خیر یہہ بات تو من جانب اللہ دوسری مطلب
کی تمہید مین آگئی مطلب یہہ تہا کہ اس حدیث مین عالم سے عالم کامل جامع علم معرفت و علم
احکام جو منقسم بعلم طریقت و شریعت ہے مراد ہے سو اوسکی وجہہ یہہ ہے کہ حسب تشبیہہ نوعی مراد ہونے
تواب دریافت کرنا چاہیے کہ رسول کو ادنی امتی پر کس نوع کا شرف ہوتا ہے اسلیئے
معروض ہے کہ اس جگہہ شرف حسن و جمال یا کثرت مال یا شرف حسب و نسب تو مراد ہی نہین ہے اگر
تو شرف عند اللہ مراد ہے سو وہ شرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو امتیون پر بوجہہ علم
معرفت و تقوی و علم احکام و لوازم علم معرفت و علم احکام ہے سو اس قسم کا شرف اوسی
عالم کو ہوگا جو جامع علم معرفت و علم احکام ہو کیونکہ علم معرفت و علم احکام تو اوسمین ہونگے ہی
پر تقوی بہی ساتہہ ہوگا کیونکہ یہی ثابت ہو چکا ہی کہ علم معرفت کو خشیت اور تقوی لازم ہے
سو ایسا عالم بجز صوفیان کامل اور کوئی نہین ہوتا جب یہہ بات ثابت ہوگئی تو اب اس

حدیث

حدیث مین علماء ظاہر کے افضل کہنے والونکی تو دلیل باقی نرہی بلکہ انکی دلیل اونکے
مخالفونکے دعوی کی دلیل ہوگئی مگر ناظران سطور پر اتنا اور واضح رہے کہ غرض محرر سطور یہہ نہین
کہ صوفی صورتونکو جیسی آجکل کے صوفی ہین علمائے ظاہر پر فضیلت ہے اور نہ یہہ کہ علم ظاہر کچہہ چیز ہی نہین
حاشا و کلا اس خاکپای فقرا اور خادم علما کو دونون سے نسبت نیازمندی حاصل ہے پر
بیان فرق مراتب لدر دفع اوہام بعض احباب کیلئے ان اوراق کا سیاہ کرنا پڑا ابعرض
یہہ ہے کہ تقوی کی افضلیت علم پر اور علم کی عبادت پر مشرح ہوگئی پر علم معرفت اور علم احکام
مین جو کچہہ نسبت ہی باقی رہ گئی اسلیئے بطور یاددہانیدہ گوش گذار ہون کہ تقریر متعلق آیہ
انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء سے اتنی بات تو ثابت ہوگئی ہے کہ تقوی
علم معرفت سے حاصل ہوتا ہے علم احکام کو اوسکی حصول مین کچہہ تاثیر نہین ہان اوسکا آلہ اگر کہیے
تو بجا ہی جیسی عبادت بہی اوسکا آلہ ہے تو اس صورت مین لاجرم علم معرفت جو باعث حصول تقوی ہے
جو سب سے اشرف ہے علم احکام سے اشرف ہوگا معہذا علم بمعنی دانستن ہے اور دانستن سب مین
مشترک ہے علم خوشبو ہو یا علم بدبو علم اشیاء عمدہ ہو یا علم اشیاء غیر عمدہ تو اس صورت مین
کسی علم کو کسی علم پر شرف ذاتی تو ہو ہی نہین سکتا کیونکہ حقیقۃ اور ذات ہر علم کی وہی ایک
دانستن ہے بلکہ شرف ہوگا تو باعتبار معلوم کے ہوگا یعنی جس علم کا معلوم عمدہ اور افضل
ہوگا وہ علم بہی اوس علم سے افضل اور عمدہ ہوگا جسکا معلوم افضل اور عمدہ نہوگا

toobaa-elibrary.blogspot.com

مثلاً علم عطر علم بول و براز سے اس وجہہ سے افضل ہے کہ اسکا معلوم علم بول و براز کے
معلوم یعنی بول و براز سے افضل ہے اور جب افضلیت علم باعتبار افضلیت معلوم ہوئے
تو علم ذات و صفات و تجلیات و شیون باریتعالی جو علم معرفت ہی علم احکام سے افضل ہوگا
اس صورت مین صوفیہ کرام کو قطع نظر شرف تقوی و لوازم تقوی علماء ظاہر کی نسبت دوسرا
ایک شرف ذاتی ہوگا اور حدیث العلماء ورثۃ الانبیاء اگر پایہ ثبوت کو بھی پہونچ جائے
تو علماء علم معرفت وہ شریک وراثت ہونگے بلکہ جیسی اون بنا کی اولاد وارث ہوتی ہے
اور اولاد مین سے اولاد پسری کا حصہ اولاد دختری سے دونا ہوتا ہے ایسا ہی وراثت
انبیا مین علمای معرفت کا حصہ علمای علم احکام کے حصہ سے زیادہ ہوگا فقط

مرتبان عمل بسم اللہ الرحمن الرحیم بلفظ الحدیث

کمترین سراپا گناہ ہیچمدان محمد قاسم جناب مولوی نصر اللہ خانصاحب کے خدمت مین بعد سلام
مسنون عرض پرداز ہے آپکا عنایت نامہ اور یہہ دس سوالونکا استفتا جو مجموعہ مولوی
عبد الکریم صاحب پنجابی کے جواب لکھے ہوے ہین اور مولوی محمد حسین صاحب اور مولوی عبید اللہ صاحب
اونکی تصدیق فرماتے ہی کتنی روز ہوئی میری پاس پہونچا مگر کچھہ اپنی طبیعت بشکانی نہی
کچھہ کثرت مشاغل ضروریہ کا ہجوم اسلئے دل لگا کر دیکھنے کی فرصت نہ ملی آج ساتوین صفر کو
لیکر بیٹھا ہون تمہید استفتا کو دیکھکر بہت رنج ہوا افسوس ہر قوم مین اتحادی نہین تو

مسلمانون

مسلمانون مین نہین جتنی جھگڑی اور قصہ ساری عالم مین ہونگی وہ تہی ہی شاید اس قوم مین
ہون انا للہ وانا الیہ راجعون خدا تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو کیسی کیسی
تاکیدین اتفاق کے باب مین فرمائین اور نزاع و جدال سے کس کس طرح روکین با اینہمہ نوبت اگر
تو نزاع مین ہوکمی ہو تو اتفاق مین ہو علما کی کم فہمی کی باعث اختلاف پیدا ہوا تعصب کے
باعث اوس اختلاف کے اوٹھنی کی کوئی صورت نہ نکلی تسپر خود رائی کی یہہ نوبت پہونچی کہ
ترجمہ کرنیوالی بلکہ ترجمہ پڑھنی والے اپنی فہم کے پیرو ہوتی مولانا صاحب یہہ نوبت پہونچی
تو ایسی وقت مین استفتا و فتوی کس مرض کی دوا ہے بجز اسکے کہ اختلاف سابق
مین ایک اور رستا نکل آئی اب ہر یہ او حنیفہ جدی جدی ہوگئی ہر کوئی اپنی وضع کی سنتا ہے
مولویونکی بات اگر سنتے ہین تو اس کا نسی آئی دوسری کان مین سے نکل گئے ایسی وقت مین
اس حدیث پر عمل کا وقت ہے اذا رایت ہوًی متبعًا وشحًا مطاعًا ودنیا موثرۃ
واعجاب کل ذی رای برایہ فعلیک بخاصۃ نفسک ودع
امر العوام او کما قال علاوہ برین اپنی کم علمی و بے سر و سامانی سے اب تک
مسائل ضروریہ مشہورہ مین بہی مجھکو جواب دینی کا اتفاق نہین ہوتا ہان اتنی بات ہے کہ اگر مسئلہ
معلوم ہوتا ہے اور احباب کو اوسکی وجہہ کی تلاش ہوتی ہے اور مجھہ تک مشورہ کی نوبت
آتی ہے تو اگر بذریعہ خطوط استفسار کی نوبت آتی ہے تو کبھی کبھی بہت تقاضا تو کچھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

بعد تحریر کا اتفاق ہو جاتا ہے مگر اب اس سے بھی احتراز بے ادبی معلوم ہوتا ہی ہدایت کی
کوئی صورت نہیں البتہ فتنہ برپا ہو جاتے ہین اسلئے ہمکو ان سوالونکی جواب مین کچھ عرض
معروض کرنا بھی دشوار ہے البتہ آپکے خاطر سے ڈرتے ڈرتے اتنا لکھتا ہون کہ مین تمام
مسائل مسطورہ مین آپکا ہمصفیر ہون مگر ہان مخالفت تقلید کو بھی اس زمانہ مین خالی
فتنہ انگیزی سے نہیں سمجھتا یہہ میری گذارش اگرچہ ان صاحبونکو بری لگی پر مین کیا کرون
اپنی سمجھ سے معذور ہون لکھتا ہون تو ان صاحبونکی ناخوشی کا اندیشہ جس سے ایک فتنہ تازہ
اور نزاع کا کھٹکا ہے اور نہیں لکھتا ہون تو کتمان علم کا الزام موجود گو میری نزدیک اس وقت
کی خاموشی کو کتمان کہہ سکتے ہین باوجود اس یکسوئی کو سکوت سے تعبیر کر سکتے ہین بلکہ علیکم
انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اهتدیتم کی موافق اوسکو خود راے
کہئے تو بجا ہی مولانا اس زمانہ کی ترک تقلید کو فتنہ انگیزی کہنا ایسا ہی جیسا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو بوجہ تطویل قراۃ فتان کہا تھا طول قنوت
فضائل یقینی ہیں اور پھر آپ فتان فرمائین بجز اسکے کہ تفرق جماعت نماز کا
نقصان طول قنوت کے نفع سے زیادہ سمجھا ہو اور کیا کہئے مگر ہم دیکھتے ہین کہ امور
مختلف فیہا جنکے باب مین ہم کوئی یقینی بات نہیں کہہ سکتے ورنہ اختلاف کی نوبت ہے
کیون آتی اس زمانہ مین موجب تفرق جماعت اسلام ہو گئی جسکا نقصان تفرق نماز سے

بہی زیادہ

کہین زیادہ ہے باوجود اسکے ایسی باتون پر اڑنا کیونکر موجب فتنہ انگیزی نہو گا بہی وجہہ معلوم
ہوتی ہے کہ حضرت عثمان رضی نے سبع قرات یعنی سبع لغات کو جنکو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے باستدعاء تام بشہادت احادیث خدای تعالی سے حاصل کیا تھا موقوف
کر دیا صحابہ نے سمجھا کہ تفرق جماعت اسلام کے نوبت سر پر آئی اگر امت کو نہ سنبھالا تو دیکھیے
کیا ہوتا ہے الغرض اور پر تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فضائل طول قنوت پر مراعات
جماعت تمام کو مقدم رکھا اور صحابہ نے رعایت سبع لغات سے بقاء اجتماع اہل اسلام کو
افضل سمجھا قصہ مختصر بوجہہ عدم توقع قبول نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فضائل
طول قنوت مقتدیان حضرت معاذ کو سمجھا کر اوس فتنہ کو دبایا اور نہ صحابہ نے ان سبع
لغات کی حقیقت امت مرحومہ کو سمجھا کر اس فتنہ کو بجھایا اسیطرح اب بھی عوام کالانعام سے
توقع نہیں آپ صاحبون سے بوجہہ علم البتہ توقع باقی ہے ان شبہات سے آپ سمجھ گئے ہونگے
کہ مین تارکان تقلید کو کیسا سمجھتا ہون اور انکی برا کہنی والونکو کیسا اور مقلدون کو کیسا
جانتا ہون اور اونکی انداز کو کیسا غرض باوجود ارشاد کو حضرت معاذ کی فضائل کا کوئی
منکر نہیں ہو سکتا پر وجوب تقصیر قرات مین بھی شک کی گنجائش نہیں ایسے ہی تارکان تقلید کو
بنظر نیت خیر اس سے زیادہ برا نہیں کہہ سکتا کہ فتنہ انگیز ہین اور اس سبب سے اونکی ایذا کھینچنے
والونکو بہت برا سمجھتا ہون باقی جو کچھ آپنے تمہید مین لکھا ہے بجا ہے اس سے زیادہ اور

tooobaa-elibrary.blogspot.com

کیا عرض کروں مُہر میری پاس اب کیا کبھی ہوتی ہی نہیں اسلیے مُہر لگانے سے معذور ہوں ؟

العبد   بسم اللہ الرحمن الرحیم   محمد قاسم

برادر مکرم السلام علیکم وہ عنایت نامہ جسمیں اعتراض یاد ریان مرقوم تہا گنگوہ میں پہونچا تہا مگر بوجہ نکاح صاحبزادہ مولانا وہاں احباب کا ہجوم تہا وہاں تو اسلیے جواب کا موقع نہ ملا نانوتہ آکر جواب لکہکر روانہ کیا تہا مگر قریب پندرہ دن کے ہوتی ہونگی اب تک رسید نہیں شاید ضرورت نہ سمجہی ہو ورنہ یہی احتمال ہے کہ نہ پہونچا ہو اس خیال سے مکرر جواب عرض کرتا ہوں بہت سے محکوم ہونا اسباب عزت میں سے ہے اور کثرت حکام موجب ذلت میں سے بادشاہ کی نسبت سب محکوم ہیں وہ سب میں معزز ہوتا ہی اور رعیت کے حق میں جو کہ دار اور کنسٹبل سے لیکر بادشاہ اور لاٹ تک سب حاکم ہوتے ہیں وہ سب میں ذلیل سمجہے جاتے ہیں اس صورت میں اگر کسی ملازم کو نیچے کے عہدہ سی بڑہاتے بڑہاتے گورنری اور سلطنت تک پہونچا دیں تو ہر نوبت میں بوجہ افزائش حکومت و تکثر رعیت عزت کو ترقی ہوگی اور اگر سلطان وقت کو گہٹاتی گہٹاتے عوام الناس رعیت میں داخل کر دیں تو ہر تنزل میں بوجہ نقصان حکومت و کمی رعیت ذلت و خواری کو زیادتی ہوگی غرض رعیت کے حاکم بہت ہوتے ہیں اور بادشاہ کی محکوم زیادہ ہوتے ہیں وہ سب میں زیادہ معزز یہ سب میں زیادہ ذلیل ہوتے ہیں یہ مضمون دلپذیر جب دلنشین ہو چکا تو اور

[illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

سنیے مسلمانوں کی طور پر تو زوج حاکم ہوتا ہے اور زوجہ محکوم اور نصرانیان زمانہ حال کے طور پر عورۃ حاکم ہوتی ہے اور خاوند محکوم وجہ اسکی یہ ہے کہ مسلمانوں میں خاوند کی طرف سے مہر ہوتا ہے عورۃ کی طرف سے کچھ نہیں ہوتا مرد کو اختیار طلاق ہوتا ہے عورۃ کو نہیں ہوتا مرد خود مختار ہوتا ہی عورۃ نہیں ہوتی یعنی مرد کہیں آنے جانے میں عورت کی اجازت کا محتاج نہیں عورۃ اپنی جانی آنے میں مرد کی اجازت کی محتاج ایک مرد چار عورۃ تک نکاح میں لا سکتا ہے عورۃ ایک سے زیادہ سے نکاح کی مجاز نہیں اور نصرانیان زمانہ حال کے طور پر نہ مرد کی طرف سے مہر ہی نہ اوسکو اختیار طلاق ہے عورۃ خود مختار کیا فعل مختار ہوتی ہے مرد کو ایک سے زیادہ کی اجازت نہیں ان امور کو دیکہنے سے مسلمانوں کی طور پر خاوند کے حکومت اور عورۃ کی محکومی ظاہر ہوتی مرد کی وحدت اور عورتوں کی کثرت سے یہہ بات عیاں ہے کہ مرد محکوم نہیں اگر ہی تو عورت ہی محکوم ہے کیونکہ حاکم ایک ہوتا ہے نہ محکوم ہاں محکوم البتہ متعدد ہوا کرتے ہیں چنانچہ مشاہدہ احوال سلاطین و رعایا سے ظاہر ہے مرد کی خود مختاری اور عورت کی بے اختیاری تو ہر کوئی جانتا ہے کہ بے محکومیت مرد و محکومی عورۃ درست نہیں ہو سکتی مرد کی طرف سے طلاق کا ہونا اور عورت کی طرف سے نہ ہونا اسبات پر شاہد ہے کہ مرد صاحب رعیت ہے اور عورت منجملہ رعیت اخر یہی اختیار صاحب رعیت کو بہ نسبت رعیت حاصل ہوا کرتا ہے جب چاہی صاحب رعیت اپنی رعیت کو اپنی مکان سی باہر کر دی علی ہذا القیاس آقا کو بہ نسبت نوکر اور مالک کو بہ نسبت غلام

یہی اختیار ہوتا ہے مولی جب چاہی غلام کو آزاد کر دی پر غلام بطور خود آزاد نہیں ہو سکتا
بادشاہ جسوقت اوسکا جی چاہی نوکر کو موقوف کر دی پر نوکر بے قبول استعفا نوکری نہیں چھوڑ سکتا
رہا یہہ دلیل خریداری ہے جس سے مالکیتہ زوج کا تسلیم کرنا ضرور ہو جاتا ہے ہان اتنی بات ہے
کہ جیسے اپنے اقربا کی خریداری کے بعد اونکی بیع کا اختیار نہیں رہتا ایسے ہی بعد خریداری زوجہ
زوجکو اوسکی بیع کا اختیار نہیں رہتا جیسے چھت کی کڑیونکو باوجود چھت مین لگی رہنے کے بیع
نہین کر سکتا ایسے ہی زوجہ کو باوجود زوجہ ہونیکے بیع نہین کر سکتا البتہ وجہ ممانعت جدا
جدی جدی ہے چھت کی کڑیونکو قبل انفصال تسلیم نہین کر سکتا پہر بیع کری تو کیونکر کری اپنے
اقربا مملوک ہوتی ہے آزاد ہو جاتے ہین پہر بیع کیجئی تو کسکو کیجئی اور زوجہ کی بیع کا مانع وہی
امر ہے جو مانع تعدد ازواج اور سبب امتناع نکاح وقت عدت ہے اوسکی اطلاع مد نظر ہی تو
سنئے بشہادت جملہ نساء کم حرث لکم مقصود اصلی عورتونسے اولاد ہی در صورت تعدد
ازواج واجتماع چند شوہر اشتراک اولاد لازم آئیگا اور تقسیم کے کوئی صورت نہ نکلی گی کیونکہ
اول تو یہہ ضرور نہیں کہ بقدر تعداد ازواج ہی اولاد ہو اور یوہی تو سب شکل وصورت و ہنر و کمال
ومزاج وسیرت مین یکسان ہون دوسری اولاد کی تقسیم جب ہو سکی جبکہ بحبث کی تقسیم
ہو سکے وہ ممکن نہیں یہہ کیونکر ہو مگر تعداد ازواج کی صورت مین جیسی یہہ دشواری ہے وقت
عدت نکاح کیا جای تو جب بہی ہی احتمال اشتراک نسب ہے کیونکہ وجہ تقرر عدت یہی ہے

کہ کسیکے حمل مین کسیکا نطفہ شریک نہو جای اگر بعد طلاق و موت خاوند دوسرون سے
نکاح کی اجازت ہو تو ہو سکتا ہے کہ ایک ساعت پیشتر پہلی شوہر سے اتفاق مجامعت ہوا ہو
اور اوسکا نطفہ رحم زن مین ٹہرا ہو اور دوسری ساعت مین شوہر ثانی سے اتفاق ہوا اور اوسکا
نطفہ قرار پاوی اسلئے اوس عورت کی عدت جسکو بعد مفارقت یا موت شوہر حمل معلوم ہوا ہو
یا اثناء عدت مین حمل ظاہر ہو جای فقط وضع حمل مقرر ہوئی خواہ ایک ساعت بعد اتفاق وضع ہو
یا مدت دراز کے بعد اور اس تقریر سے یہہ بہی معلوم ہو سکتا ہے کہ متعہ اور نکاح موقت بہی
جایز نہین ہو سکتی کیونکہ اس صورت مین عورت مدت معینہ کے لئے اجیر ہو گی سو جیسی بعد
اختتام مدت اجارہ اور اجیر ونکو دوسرون سے عقد اجارہ کا اختیار ہوتا ہے ایسی ہی بمجرد
انقضاء مدت متعہ و نکاح اوسکو اختیار ہو گا چنانچہ مجوزان متعہ و نکاح موقت کے
نزدیک متعہ اور نکاح موقت مین عدت کا نہونا ہی اسپر شاہد ہے مگر اس صورت مین
درصورت نکاح بمجرد انقضاء مدت متعہ و نکاح موقت وہی امکان قربت زوجین
ایک دو ساعت کے پس و پیش مین لازم آئیگا جس سے احتمال اختلاط نطفتین اور اشتراک
نسب کا کھٹکا پیدا ہو گا مگر جب وجہ ممانعت تعدد شوہر و نکاح وقت عدت احتمال
اشتراک نسب ہے تو بیع زوجہ بہی کسیطرح صحیح نہین ہو سکتی ورنہ بمجرد بیع جیسے اور بیعونمین
مشتریکو اختیار تصرف ہوتا ہے اسیطرح مشتری زوجہ کو بہی زوجہ پر تصرف کا اختیار

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوگا اور اس صورت میں یہہ ممکن ہوگا کہ ایک ساعت پیشتر بیع سے زوج اول سے مباشرت کا
اتفاق ہوا ہو اور ایک ساعت بعد بیع سے شوہر ثانی کو اتفاق قربت ہو اور دونونکا نطفہ
مشترک ہو جاوے اور اشتراک نسب اور اختلاط ولدیتہ لازم آوے بالجملہ مہر دلیل خریداری ہے
جس سے زوجہ کا مملوک ہونا ثابت ہوتا ہے پر باوجود مملوکیت اوسکا بیع نکر سکنا ایک امر
خارجی کی باعث ہے مقتضاء اصل عقد نہیں اس تقریر سے زنان اہل اسلام کا محکوم شوہر
ہونا تو بوجہ اتم ظاہر ہو گیا زنان نصرانیان زمانہ حال کا حاکم ہونا بہی سن لیجئے مہر و طلاق وغیرہ
امور مذکور کا نہونا اس امر کے لئے تو دلیل کامل ہے کہ وہ محکوم شوہر تو نہیں پر اونکے حاکم ہونیکے لئے
اتنی بات ہی کافی ہے کہ اگر اتفاق مفارقت بوجہہ ناخوشی ہو جاوے تو عورت کہیں بیٹھی رہو پر مثل
خراج سلطانی شوہر کے ذمہ زر مقرر کا پہونچانا ضرور ہوگا اور قوانین حسن معاشرت نصرانیان
زمانہ حال کو دیکہیے تو جسقدر مردونکی ذمہ مدارات زنان ہے اوسقدر عورتونکی ذمہ مراعات
مزاج مردان نہیں اگر یون کہیے کہ نصرانیان زمانہ حال بوجہہ کمال شفقت زوجہ کو مثل اولاد
سمجہتے ہین تو اوسکا جواب یہی کہ بجاے اولاد منصب حکومت ہی حاصل ہوتا ہے عورتون پر
حکومت کا نہونا اس پر شاہد ہے کہ نصرانیان زمانہ حال اپنی ازواج کو اپنی اولاد سے بہی زیادہ
سمجہتے ہین اور وہ زیادتی یہی ہے کہ اولاد محکوم بہی ہوتی ہے ازواج محکوم تو کیا اولٹی حاکم ہوتی
ہین اور کیون نہون بوجہہ کمال حسن و جمال محبوبیت مین یکتا ہوتی ہین اور اہل محبت جانتے ہین کہ محبوبیت

اسباب

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسباب کمال حکومت مین سے ہے بالجملہ زنان اہل اسلام اپنے شوہرونکی محکوم ہین اور زنان نصرانیان
زمانہ حال اپنے خاوندونکی حاکم اور ظاہر ہے کہ جنت مین جو کچہہ ہوگا انعام و اکرام ہوگا سو حکام کی زیادتے
تو انعام و اکرام کی اقسام مین سے ہو ہی نہین سکتے البتہ محکومونکی کثرت از قسم انعام و اکرام ہی
اس لئے مردان اہل اسلام کو تو بالفرد چار سے زیادہ پر حکومت ملیگی اور زنان اہل اسلام پر
ایک شوہر سے زیادہ کوئی حاکم نہوگا پر نصرانیان زمانہ حال کے حق مین بعرض محال اگر مغفرت
نصیب ہو ہی تو معاملہ بالعکس ہوگا عورتونکے لئے ایک شوہر سے زیادہ بہت سے شوہر محکوم
ملینگے اور مردون پر ایک عورت سے زیادہ اور کوئی عورت حاکم نہوگی اور اگر بالفرض والتقدیر
مسلمانونکی سامنے نصرانیان زمانہ حال بوجہہ شرم و خجالت عورتونکی حکومت اور مردونکی
محکومیت مین کچہہ گفتگو کرین یا انکار کر بیٹہین تو اسکا کیا جواب کہ حاکم نہین تو محکوم ہی نہین
محکوم ہونے مین ہرگز مجال دم زدن نہین اس صورت مین مرد و زن ایک دوسرے کے حق مین مثل دیگر لذائذ
ونعماء ہونگی سو جیسی لذیذ کہانے اور شربت پاکیزہ عمدہ پوشاکین اور عمدہ سواریان سبکو
بکثرت عنایت ہونگی ایسی ہی یہہ لذت کے سامان بہی زنان نصرانیان زمانہ حال کو بکثرت
میسر آوینگی اور اس بات مین مرد و زن دونون برابر رہینگی کیونکہ جیسی عورت مرد کی لئے
سامان لذت و راحت ہے ایسی ہی مرد عورت کے لئے سامان لذت و راحت ہے ہان یہہ
عذر کرین تو بجا ہی کہ ہمین جنت ہی نصیب نہوگی باقی یہہ عذر کہ جنت مین یہہ سامان ہی نہونگے

اہل عقل کے نزدیک گو زشتہ سے کم نہیں کیونکہ یہہ سامان اگر شان خلاقی قدوس کے مناسب نہ تہی تو
دنیا مین کیون پیدا کئی بلکہ مناسب یون تہا کہ اگر پیدا ہی کرنا تہا تو جنت مین پیدا کرنا تہا دنیا مین
ان سامانونکو پیدا کرنا مناسب نہ تہا وجہ اسکی یہہ ہے کہ دنیا دار عبادت ہے اور جنت خانہ راحت یہہ سامان
عبادت مین خارج ہین راحت مین خارج نہین بلکہ خود سامان راحت ہین علاوہ برین کوئی شخص
باختیار خود اپنی محبوبات اور مرغوبات سے جب تک دستبردار نہین ہو سکتا جب تک کہ اوسسے بہتر کی
امید نہو کسان غلہ کو زمین مین ڈالکر اسی امید پر خراب کرتا ہے کہ اوس سے زیادہ کی امید ہی اور
تاجر اپنا روپیہ بالعوض مال اسباب کو جبہی دے سکتا ہے کہ اوس مال کی بکری پر اوسی مال کے زیادہ
کے حصول کی توقع ہو اور ظاہر ہے کہ زیادہ کم ہونیکے لئے ضرور ہے کہ کم و زیادہ باہم ایک نوع کے
فرد ہون اور دونون ایک قسم مین سے ہون مقادیر متصلہ اور مقادیر منفصلہ مین کمی زیادتی کا
ایک دوسری کی نسبت اطلاق درست نہین علی ہذا القیاس وزن اور مساحت مین ایک دوسری کی
نسبت کمی زیادتی کی اطلاق کی کوئی صورت نہین جسم کی زیادتی اور ہے اور گرمی سردی کی
اور سیاہی سفیدی کی اور نور ظلمت کی اور خوشبو اور بدبو کی وغیرہ کی زیادتی کمی اور ایک
دوسرے سے کچہہ نسبت نہین ایک کو دوسری کی نسبت کم زیادہ نہین کہہ سکتے اور ظاہر یہہ بہی ہے
کہ انعام کے وعدہ پر کسی بد کام کا ترک کرانا اسپر شاہد ہے کہ تارک کار بد اپنی اوس کار بد کو
جو اوسکا محبوب ہے باختیار خود ترک کرتا ہے بلکہ عذاب کی دہمکی بہی اہل عقل کے نزدیک

دہمکی

دلیل اختیار ہے اگر اختیار نہو تو دہمکانی کی کیا معنی جیسے اینٹ پتہر کو ہم ہلاتی پہینکتے ہین اسیطرح
اگر حال بشر بہی ہوتا تو نہ وعدہ انعام کی کوئی صورت تہی نہ وعید عذاب کی کوئی شکل اس صورت مین
خواہمخواہ یہہ ماننا پڑیگا کہ تارکان لذائذ دنیا کی لئے جو باختیار خود حسب فرمان واجب الاذعان
حضرت خالق چہوڑتے ہین اوسی قسم کی لذتین بلکہ اونسے بہتر جنت مین عطا ہون بالجملہ نصرانیان
زمانہ حال مسلمانونکی سامنے اس مقدمہ مین دم نہین مار سکتے ہان اگر متبعان تعلیم عیسوی جنکا
اپتا نہین اور بوجہ تحریف سب ضایع ہوگئی اگر کچہہ کہتی تو مضائقہ نہ تہا مگر اونکی انکار حکومت
زبان سے ہمکو اندیشہ بہی نہ تہا ہم پر بوجہ اتحاد مشرب معترض بہی نہو سکتے واللہ اعلم بالصواب فقط

در تحقیق مال حرام بسم اللہ الرحمن الرحیم و حرمت و کراہت آن

جناب مرزا صاحب السلام علیکم بندہ کمترین اور میری متعلقین خدا کا شکر ہے خیریت
سے ہین ایک احمد کی والدہ کسیقدر کسلمندی الله سے امید ہے جلد اچہی ہو جائے احمد کو دیوبند
بہیجدیا ہے خدا جانے کیا کرتا ہی جب یہہ خیال آتا ہے کہ وہ کہلار ڑہانی والی کثیر المشاغل
اس پر ادب کمترین مانع تادیب تو ایک یاس سی ہو جاتی ہے اور جب اپنی کیفیت ایام تحصیل یاد آتی ہے
تو امید ہو جاتی ہے آپسے بہی دعا کا امیدوار ہون اپنا اظہار حال تو ہو چکا آج انیسوین
ذی الحجہ روز شنبہ ہی صبح چٹہی رسان آیا آپکا عنایت نامہ لایا کہولکر دیکہا تو سارہی تین
کے ٹکٹ بہی نکلے کسی روز انشاء اللہ آپکے ارشاد کی تعمیل کیجائیگی بالفعل تو آپکے

toobaa-elibrary.blogspot.com

عنایات کا شکر ادا کرتا ہون اور یہہ عرض کرتا ہون ذوق طبیعت کا آپ کی دہیان آتا ہے
تو جی خوش ہوتا ہے شکر خدا جی سے نکلتا ہے آپکی ضعف و ناتوانی کو خیال کرتا ہون تو ڈرتا
ہون جی مین کہتا ہون دیکہئے انجام کیا ہوتا ہے زیادہ کاوش ریاضت سے منع کیجئے تو آپکی ہمت سے
امید قبول نہین تیسیر کی مجاہدہ مین امید ذوق نہین اور ذوق نہین تو دل نیاز کیش کو حساب سے
کچہہ حصول نہین ریاضت حبس دم جیسک موجب سکون قلب و اطمینان دل ہے پر اسکو کیا کیجئے کہ آپ
مین تاب و تحمل نہین آپکی ہمت یہہ کام کراتی ہے ورنہ جریان بول و اندیشہ خروج ریاح ایسا نہین
کہ پہر بہی یہہ کام کیا جائی خیر جو ہولیا سو ہولیا آئندہ کی لیے وقت معوب یہہ دعا عاجزانہ کیجئے
اللہم انی ضعیف فقونی فی رضاك اپنی ضعف و ناتوانی پر خدا کی امداد کا سہارا ہو تو
کام سہل ہے ورنہ جہد بیتوفیق جان کندن بود مرزا صاحب بزرگونکی تصدق سے اصل
نسبت اور ایک قسم کا ذوق آپ کو میسر آگیا خدا کا شکر ادا کیجئے اور اوسکی ترقی اور بقا کی
التجا کیجئے اللہم انی اعوذبك من الحور بعد الکور اور اللہم زدنی ولا تنقص
دعا کی وقت پڑہا کیجئے زیادہ کیا عرض کیجئے ہان پہلی خطوط کا مکرر جواب عرض کرتا ہون پر اتنا
کہی دیتا ہون کہ مولوی فخر الحسن صاحب سے مجکو خط وصول نہین ہوا دو خط اونسی پہلی متحد المضمون
ڈاک مین آئی تہی جنمین سے مولوی فخر الحسن صاحب کے متعلق جتنا مضمون تہا اوسکی تعمیل
اول تو بذریعہ خطوط کئی طرح کی گئی تہی چنانچہ آپ کے خط مین بہی کسیقدر گذارش کیگئی تہی

الفوز

پر تقدیر سے وہ خط نہ پہونچا اوسکے بعد وہ خود آنکلے جو کچہہ کہنا تہا مکرر بالمشافہ عرض کیا گیا مگر
اتفاقات تقدیر سے اونہین ایام مین مولوی عبد الرب صاحب بہی کسی ضرورت مین آپہونچے
مولوی رشید احمد صاحب سے اس باب مین کچہہ گفتگو کرتے رہے مولوی فخر الحسن صاحب بہی
بولتی رہے جسکا انجام یہہ ہوا کہ بنی بنائی بات پہر بگڑ گئی مینی اس پر بہی مولوی فخر الحسن صاحب سے
عرض کر دیا تہا کہ محبت اور تعظیم سے لیجائین تو پہنچیں ورنہ یہی پر چلے جانا کاش کوئی اتفاق
کی صورت نکل آتی ورنہ اب تو ایک ہی کا فکر و وبال جان رہیگا پہر دو کا فکر ستائیگا اب
مضمون مال حرام عرض کرتا ہون مال حرام کی دو صورتین ہین ایک تو یہہ کہ ملک ہی مین نہ آئے
دوسری یہہ کہ مملوک تو ہو جائے پر کسی قسم کی خباثت ساتہہ لگ جائی پہلی صورت مین تو
بشرط امکان واپس کرنا اصل مالک کی طرف ضرور ہے اور واپس کرنا طاقت بشری سے
خارج ہو تو تصدق لازم ہے پر ہر کسیکو نذی ایسی اموال کے مصرف وہ لوگ ہین جنکو
مردار حلال ہے وہ کون ہین جنکی جان لب پر آجائی نہ کہائین تو مر جائین اور دوسری
صورت مین تا مقدور فسخ معاملہ ضرور ہے ورنہ بایع اور مشتری اور اجیر اور مستاجر دونون
گنہگار ہونگی فسخ معاملہ کے واسطی سو جہائی کہ یہہ صورت معاملات فاسدہ ہی مین ہوا کرتی ہے
اور فسخ معاملہ دشوار ہو تو اپنا کہانا پینا تو ناجائز ہی ہے — ناچار تصدق ہی لازم ہے
اپنی خیال مین تو یہہ ہے کہ اس قسم مین وہ تاکید نہین جتنا قسم اول مین تہا اگر فسخ

toobaa-elibrary.blogspot.com

معاملہ نہو سکے تو بھی کچھ ضرور نہیں کہ کسی چیز بیع ہی کو تلاش کرے کمتر درجہ کے حاجتمند کو بھی
دیدے تو گنجائش ہے پر یقینا نہیں کہہ سکتا شاید کسی کتاب میں اسکے مخالف نکل آئے مگر جب
یہہ خیال آتا ہے کہ یہاں ملک موجود دوسرے کو دیجئے تو خباثت کے ساتھہ جانیکا تعین نہیں تو پھر ہر
مسکین حاجتمند کے دیدینے کے کہنے کو جی چاہتا ہے تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ مال غصب
و رشوت و قیمت میتہ و خون و زن و مرد آزاد و خمر و خنزیر و اجرت معاصی مثل اجرت مزامیر
نوازی و اجرت نوحہ گری و اجرت زنا وغیرہ مملوک نہیں ہوتی مال غصب و مکسوبہ رشوت کا
مملوک نہونا تو آپکے نزدیک بھی مسلم ہی ہوگا اوسکے مملوک ہونیکے لئے کوئی وجہہ استحقاق متصور نہیں
ہاں اموال باقیہ میں شاید تردد ہو اسلئے عرض رسان ہوں کہ بیع میں مبادلۃ المال بالمال بالتراضی
و بالاختیار ہوتا ہے اور اجارہ میں مبادلۃ المال بالمنافع اسیطرح ہوتا ہے مگر مال اوس شی کو
کہتے ہیں جسکے طرف طبائع سلیمہ بالطبع مائل ہوں ورنہ مال نہیں وبال ہے مثال کی ضرورت ہو
تو اس قصہ کو ایسا سمجھئے جیسے لیموں کو اچھی کہانے بہلاتے ہیں اور جنکی طبیعت میں حالت
اعتدال سے انحراف آجاتا ہے اونکو افیون اور تماکو اور مٹی بھی فرا دیجاتے ہے ایسی ہی اہل
طبائع سلیمہ کو تو وہ اشیاء مرغوب ہوتی ہیں جنمیں منافع روحانی ہو بواسطہ یا بواسطہ بدن
اور اونکو نظر آئیں کیونکہ میلان کی تہ منافع شرط ہیں غیر نافع یا مضر کیطرف باوجود علم
حقیقت میلان محال ہے اور پھر منافع میں بھی لحاظ اصل و متبوع ضرور مثلا چری و بیس

اگرچہ اشیاء نافعہ اور اغذیہ مرغوبہ ہیں مگر باعث خریداری اگر خیال انسان ہی تو پھر چری
اور بیس بھی ویسا ہی بیکار ہے جیسا انسانکے حق میں خاک اور دھول اس صورت خوانخواہ اس
بات کا اقرار لازم ہے کہ اموال نافعہ جسم میں لحاظ روحانی ضرور ہوگا اور کیوں نہو روح راکب ہے
بدن مرکب روح اصل ہے بدن تابع تسیر اغذیہ اور لباس و شراب وغیرہ ضروریات بدن نہیں
تقویت بدن یا حفظ بدن کے سوا تغیر مزاج روحانی میں مداخلت مشہود اتنی بات تو ظاہر ہے
کیا اظہر ہے کہ ان اشیاء سے لذت یا الم روح کو حاصل ہوتا ہے یہہ تغیر احوال نہیں تو اور کیا ہے
اسی قیاس پر احوال نیک و بد کو غذا وغیرہ اشیاء کی ساتھہ مربوط سمجھئے یہی وجہہ ہوئی کہ بہت سی
غذائیں اور بہت سے لباس حرام ہو گئی اتنا فرق ہے کہ بعض اشیاء سب کے حق میں مضر روحانی
ہیں بعض بعض کے حق میں مضر بعض کے حق میں غیر مضر اول کیسے کے حق میں مال نہونگی دوسری قسم
جنکے حق میں ۔ نافع ہیں مضر نہیں مال ہونگی جنکے حق میں ۔ مضر ہیں نافع نہیں اونکی
حق میں مال نہونگی یہی وجہہ معلوم ہوتی ہے کہ خمر و خنزیر کفار کے حق میں مال سمجھے گئے اہل اسلام کے
تے مال نسمجھے گئے اگر کفار باہم معاملہ اشیاء مذکورہ کریں تو اثمان یعنی قیمت میں تصرف
مالکانہ اونکو روا ہوگا اور اونکا دینا اونکی حق میں موجب ملک ہوجائیگا اہل اسلام اگر یہہ
معاملہ کریں تو قیمت میں تصرف مالکانہ بائع کو درست نہوگا اونکا دینا اونکی حق میں
موجب ملک نہوگا وجہہ فرق یہہ ہے کہ مزاج ایمانی کے نے جو ایک صفت روحانی ہے،

toobaa-elibrary.blogspot.com

قوۃ علمیہ کے ضرورت قوۃ عملیہ کی حاجت جیسا درکار طہارت مطلوب قوۃ علمیہ نہو تو
کاہیکو خدا اکو خدا اور خود کو بندہ سمجھی قوۃ عملیہ نہو تو کیونکر دل سے عرض نیاز کری تن بدن سے
کسطرح خدمت بجالاتی خیر یعنی شراب سے قوۃ علمیہ کا نقصان افیون وغیرہ مفترات سے
قوۃ عملیہ مین فتور علی ہذا القیاس اگر طہارت باطن نہو تو نجاست باطن ہوا اور اسصورت
مین موافق قاعدہ مقررہ جیسی اصل ویسی ہی نسل جیسا تخم ویسا ہی پہل یہان ہی کیفیات
قلبیہ جو پیداوار ذریعہ دل مین ناپاک ہون اور قابل قبولی درگاہ قدوسی نہون ایسی ہی ایمانکو
لازم ہے کہ خدا سے شرماتی اگر نہ شرماتی تو یون کہو خدا کو مثل جمادات زمین و آسمان
در و دیوار سمجھتا ہے کسیطرح نہین شرماتا خدا کو مستحق حیا تو سمجھتا ہے پر اوسکو علیم
و خبیر سمیع بصیر نہین سمجھتا جو اوس سے شرم کی نوبت آتی اول صورۃ مین خدا کا معبود
ہونا غلط ہوجائیگا سب جانتی ہین کہ معبود ہونیکے لئے عظمۃ لازم ہے اور یہان اوسکا نام
و نشان نہین دوسری صورت مین اگر حسب الحجہ عظمت ہوگی مگر اتنی نہوگی جتنی خدا کو درکار
ہونی چاہئے وہ کسقدر ہے جسقدر آفتاب کو نورانیت مین اور کواکب پر ہی یعنی جب
اس بات کو تسلیم کیا کہ نور قمر و کواکب نور آفتاب سے مستفاد ہے تو یون کہو جہان کہین
ان ستارونکا نور ہے وہان نور آفتاب ہی ہے ایسے ہی جب اس بات کو مانا کہ ہم مین جو
کمال ہے وجود ہے یا اوصاف وجود مثل سمع بصر علم قدرت وہ سب خدا ہی کا فیض ہے

تو یہان

تو یہان جہان ہماری سمع بصر علم قدرۃ ہونگی وہان وہان خدا کی علم و سمع و بصر و
قدرت کا اقرار بھی لازم ہوگا جس سے خدا کا اپنی نسبت علیم و خبیر سمیع و بصیر ہونا
ماننا پڑیگا اسیطرح اور محرمات کی وجوہ حرمت نکل سکتے ہین مگر جب یہ لحاظ کیا جاے
کہ بعض اشیاء مذکورہ اصل ایمان کی جڑ کاٹتی ہین اور بعض اشیاء فقط اوسکی تفریعات
یعنی شاخ و برگ کو مضر ہین جس سے اوسکا بیکار ہونا لازم آتا ہے زوال اصل لازم نہین آتا
تو ان اشیاء کی حرمت اور احکام حرمت مین تفاوت ماننا پڑیگا خمر و خنزیر و میت
تو اصل ایمان مطلوب کو مضر ہین خمر سے فہم و علم کا زوال لازم آتا ہے جس پر حصول ایمان
موقوف ہے کون نہین جانتا کہ بے فہم و عقل لا الہ الا اللہ وغیرہ کا اعتقاد متصور نہین
اور قلب ناپاک سے اگرچہ ایمان اسطرح متصور ہے جیسے جسم ناپاک سے یعنی بے وضو و غسل
ادا ارکان نماز مگر جیسے نماز بے طہارت کہنی کو اگرچہ نماز ہے پر نماز مطلوب نہین ایسی ہی
ایمان قلب ناپاک اگرچہ برائے نام ایمان ہے پر ایمان مطلوب نہین مگر جیسے شرب خمر سے
کیفیت سکر روح پر طاری ہوتی ہے حالانکہ شرب شراب فعل جسمانی ہے شراب جزو
ہوتی ہے تو جزو بدن ہوتی ہے جزو روح نہین ہوتی داخل اگر ہوتی ہے تو جسم مین داخل
ہوتی ہے روح مین داخل نہین ہوتی ایسی ہی میت اور خنزیر کا کہانا اگرچہ فعل جسمانی
ہے گوشت میت و خنزیر جزو ہوتا ہے تو جزو بدن ہوتا ہے داخل اگر ہوتا ہے

تولدین ہی مین داخل ہوتا ہے روح کو ان باتون سے سروکار نہین مگر باوجود اسکے
ایک طرح کی نجاست مثل سکر روح پر عارض ہوتی ہے اور کیفیت ایمانی کو خراب کردیتی ہے
غرض بوجہ مہروض اس قسم کی اشیاء تو سرحد مالیت سے خارج ہوجاتی ہین اور اس وجہ سے
اونکی بیع منعقد نہین ہوسکتی جو حصول ملک قیمت متصور ہو اور جو اشیاء اس قسم کی
ہون کہ اونسی اصل ومعدن ایمان مین فرق و نقصان آئی نہ محل و قابل ایمان مین
خرابی واقع ہو بلکہ ثمرات ایمان مین فساد آجای تو اونکو یون نہین کہہ سکتے کہ وہ
اعتبار حد مالکیت سے خارج ہوگئین ہان بوجہ نقصان مذکور اونکا کہانا حرام
ہوجائیگا پر اور طرح اونسی منتفع ہونا حرام نہوگا اور اسلئے اونکی بیع وشرا کی اجازت
ہوگی اور انعقاد بیع متصور ہوگا جس سے حصول ملک زر قیمت لازم آئیگا سگان شکاری
کی بیع وشرا کی اجازۃ کی یہی وجہ ہے کہ اونکی کہانے سے فقط اندیشہ حصول اخلاق سگانہ
تہا مگر اخلاق سگانہ نہ اصل ایمان کے معارض ہین نہ محل ایمانی مفسد کون نہین جانتا
کہ جیسے نور کے لئے آفتاب منبع ہے ایسے ہی اعتقاد ایمانی کے لئے قوۃ علمی یعنی عقل منبع ہے
اور جیسے نور آفتاب کے لئے آئینہ محل قابل ہے ایسے ہی اعتقادیات کے لئے قوۃ عملیہ یعنی
قلب جسمین انقلاب اور تبدل کیفیات رہتا ہے محل قابل منبع کی خرابی اور محل کا فساد
دونون تابع اور حال کے خرابی کے باعث ہوتی ہین آفتاب اگر منکسف ہوجاتے

یا آئینہ

یا آئینہ کی قلعی بگڑ جای یا اوسمین مورچہ پڑجای دونون طرح نور آئینہ مین ظہور آئیگا ہان
اگر گرد وغبار آئینہ کو آدبای اور اس وجہ سے آئینہ بیکار ہوجای تو یہہ بیکاری اگرچہ
خارج کار ہے مگر ایسی نہین جس سے ابد کار منقطع ہوجاے رہی یہہ بات کہ کہانے مین سگ و
خوک دونون برابر ہے اگر اور استعمال مین بہی خوک وسگ برابر رہتے تو کیا بیجا تہا جیسے سگ شکاری
کتے سے شکار کرنا موجب حدوث اخلاق سگانہ نہین ایسے ہی اگر خوک کو نگہبانی اور کسی اور
طرح استعمال کرنے تو ناپاکی قلب کا اندیشہ نہتہا جو اور طرح استعمال بہی کہانی کی طرح حرام
ہی رہا اور اسوجہ سے اجازۃ بیع وشراء نہوئی اور در صورۃ وقوع اوسکو موجب ملک نہ سمجہا
اسکا جواب اول تو یہہ ہے کہ شور سے اور کوئی منفعت متعلق ہی نہین چنانچہ ظاہر ہے
ورنہ اور بہی کسیکو نہ سوجہتی تو اگر بزرگونکو تو ضرور سوجہتی ایک مدت سے انسن ہے استعمال
کرتے کرتے قرن گذر گئے دوسری ناپاکی ایسی صفت ہے کہ اول جسم ہی پر عارض ہوتی ہے
اور اوسکے واسطہ سے روح مین خباثت آجاتی ہے اور اخلاق وغیرہ ایسی کیفیات ہین
کہ اونکا مولد اول اگر ہے تو روح ہے جسم اس باب مین فقط سفیر محض ہے نجاست
مین جسم کا توسط ایسا ہے جیسا کشتی کا توسط حرکت جالس کے لئے اور اخلاق مین
جسم کا توسط ایسا ہے جیسا عینک کا توسط نگاہ کے لئے وہان تو کشتی اول متحرک
ہوتی ہے پر اوس کے حرکت جالس کو متحرک اور یہان آنکہ ہی دیکہتی ہے عینک نہین دیکہتی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایسے ہی نجاست تو اول اجسام پر عارض ہوتی ہے چنانچہ ظاہر ہے اونکی بعد ارواح پر جناب
ارواح نجاست عارض ہوتی ہے اور اخلاق اول ہی ارواحمین پیدا ہوتی ہین یہہ نہین کہ اول
جسم مین اخلاق پیدا ہوتی ہون اوسکے بعد ارواح تک نوبت پہنچتی ہو غرض نجاست اصل
مین صفت جسمانی ہے اسلئے ارواحکو اوسکے حصول مین احتیاج جسم ضروری اور اخلاق اصل مین
صفات روحانی ہین اور جسم روحکی حق مین قابل اچہا جسم اچہی روح کے لئے برا جسم بری روح
کے لئے جسم انسانی روح انسان کے لئے حادث ہے اور جسم کلبی روح کلبی کا حادث اور
ہر روحکو اوسکے اخلاق لازم اس فرق کے سمجھ لینے کے بعد یہہ بات خود ظاہر ہوگئی ہوگی
کہ خنزیر کا اگر اوسیطرح ہی استعمال کرین تب بہی اسی جسم سے قرب و اتصال لازم تہا کیونکہ
انتفاع اور استعمال بے اسکے متصور نہین اور قرب و اتصال کی صورۃ مین وہی تلاقی نجاست
جسم کو لازم ہی جس سے خود جسم کا تنجس اور اوسکے واسطے سے روح کا تنجس لازم تہا الغرض
جو چیزین ایمان کی معارض ہون یا محل ایمان کی مفسد ہون وہ تو مال ہی نہین بیع ہو تو کیونکر ہو
اور وہ اشیاء مملوک ہون تو کسطرح ہون اسلئے ایسی اشیاء کی بیع کو بیع باطل کہینگے
کیونکہ باطل اوس شے کو کہتے ہین جسکے لئے تحقق اور وجود نہو علی ہذا القیاس اون اجارات
کو جنمین منفعت از قسم معصیت خداوندی ہو یا معصیت تو نہو پر شے نافعہ اپنی مملوک نہو
اجارات باطلہ سمجہتی مملوک نہونیکے صورۃ مین تو حقیقت حال خود ظاہر ہے منافع کا مالک

وہی ہوتا

toobaa-elibrary.blogspot.com

وہی ہوتا ہے جو اشیاء نافعہ کا مالک ہو کون نہین جانتا جو گہوڑیکا مالک وہی اوسکے
منافع سواریکا مالک رہی معصیت کی بات اوسکی دو وجہ ہین ایک تو یہہ کہ بدن
انسانی مملوک انسانی نہین اس کہنے سے غرض یہہ ہے کہ بیع و شراء کا اختیار نہین اسکا
اختیار مالک حقیقی یعنے خداوند مالک الملک کو ہے بدن بہی مثل دیگر مخلوقات اوسکا مملوک ہے
انسان کے پاس فقط مستعار ہے اسکو وتنا ہی اختیار ہے جتنا مستعیر کو ہوتا ہے
یعنی بقدر اجازۃ معیر تصرف کا اختیار ہے سو معاصی مین مشغول کرنیکا اختیار ہی نہین
جو اونکی بیع کا یا اجارۃ معاصی کا اختیار ہو دوسرا جواب یہہ ہے کہ منافع کے منافع ہونے
مین فقط جسم ہی کا لحاظ نہین اگر ہے تو روح کا لحاظ ہے وجہ اسکی وہی تابعیۃ و متبوعیۃ
ہے خادم اور نوکر کو کام کرنے مین رضاء آقا کا خیال ضرور ہے اپنی رضا سے کام
نہین چلتا اور یہہ ہے تو منافع مین نفع روح پر نظر کرنی چاہئے نفع جسم پر نظر بیجا ہے
جب یہہ بات ذہن نشین ہوگئی تو اور سنئے خدا تعالی نے اونہین چیزون سے
منع کیا ہے جو روح انسانی کو مضر ہین وہ مضرۃ اصل مین اول روح ہی کو پہونچتی ہو
جیسے زنا اور شرب خمر مین یا بواسطہ بدن جیسے زہر کے کہانے مین جسم کا خراب ہوجانا
لازم ہے یا یون کہو روح کے قابو اوسکا نکلجانا ضرور ہے بہرحال روحکا بیدست
و پا رہجانا اور بے سامان ہوجانا لازم آتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس بیکاری اور بے

سرو سامانی سے کسقدر دین و دنیا کا نقصان پیش آتا ہے بہرحال معاصی کو مضرت روحانی ضرور ہے
اسلئے اونسے ممانعت ہوتی ورنہ خداوند جل مجدہ کا کوئی نقصان نہ تہا اوسکے اوامر و نواہی سب
اسی قسم کے ہین جیسے اطبا کے اوامر و نواہی بہ نسبت مریض ہوا کرتے ہین اور جب یہ بات ٹہیری
تو اجارہ مین معاصی کو ایسا سمجہنا چاہئے جیسا بیع مین خمر و خنزیر تہی جیسی اونکی بیع باطل تہی
ایسے ہی انکا اجارہ باطل ہوگا جیسے وہان ملک زر قیمت کی امید نہ تہی ایسے ہی یہان ملک زر اجرۃ
کی توقع نہین اسلئے اس قسم کے اموال بدستور سابق مشتری اور کرایہ دار ہی کی ملک مین رہتے ہین
اونکا حق ساقط نہین ہوتا جو نوش جان کیجئے جسطرح بن پڑے اونکو واپس کری اور اگر اونکا
کسیطرح پتا نہ ملی تو اوس قسم کے لوگونکو عطا کری جنکو مردار حلال ہو جاتا ہے اب یہہ بات باقی رہی
کہ اس تصدق کا ثواب ہوگا یا نہوگا اور ہوگا تو کسکو ہوگا مالک اصلی کو یا دینی والی کو لہا یا پینا جائز
ہوگا یا نہوگا اور مالک اوسکے وہ ہونگی یا نہونگی لینے والونکی حق مین جائز ہونا تو اسی بات سے
ظاہر ہے کہ اونکو حرام ہی حلال ہوگیا اس وقت پہر اوس سے کیا بحث رہی کہ وہ مال اونکا ملک
ہی ہوا یا نہوا مگر با اینہمہ کچہہ کہہ ہی دیجئے تو کچہہ حرج نہین میری خیال مین یہہ ہے کہ لینے والے
مثل غرما اسکے ہی مالک ہو جاوینگے ملک نہ کہتی تو تصدق کیون کہتی اور جب لینے
والونکو مالک سمجہا تو پہر اصل مالک کے ملک کا ارتفاع اب لازم آیگا ہان بعد تصدق
اگر اصل مالکو انکا پتا لگ جائیگا تو پہر تصدق کرنیوالونکو اوسکا تاوان دینا پڑیگا اور اسوقت یہ

اوس تصدق کا ثواب تصدق کرنیوالونکو ملیگا نہین تو دینی والی کی حق مین یہہ تصدق
فقط رافع عذاب ہوگا موجب ثواب نہ سمجہا جائیگا رہے اصل مالک اونکی ثواب کی بہی
بوجہ فقدان نیت کوئی صورۃ نہین ہان جیسی کہیتی کا نقصان جو جانور کر جاتے ہین اوسکا ثواب
کسیقدر اسلئے دلوا دیتے ہین کہ آخر اتنا تو مزارع خود ہی سمجہی ہوتے ہے کہ جانورونکی حفاظت
نہ کیجئے تو پہر نقصان ضرور ہے اور پہر ہی حفاظت قرار واقعی نکی ایسے ہی یہان یون سمجہنے کہ
اصل مالک نے جب اپنی مال سے صبر کرلیا تو اوس سے بیغرضی آپ لازم آتی جس سے دوسرونکی
گنجایش دستاندازی نظر آتی ہے اور ثواب کی صورت نکل آتی ہے اسلئے کہ اسوقت
دو حال سے خالی نہین یا تو کہا لینے والونکو اباحت کی نیت کرلی یا آخرۃ کا دعوی رکہا
اگر اباحت کی ٹہان لی تب تو ثواب مقرر ہے ہوچکا ورنہ دعوی آخرۃ تہا تو وہان اجر
کے نرخ پر عوض دلا دینگے وجہ اسکے یہہ ہے کہ مال دنیا دین کے لئے پیدا کیا گیا ہے
غرض اصلی اس مال سے امداد عبادت ہے جیسے گہاس دانہ سے غرض اصلی امداد سواری ہے
بہرحال ثواب کا ہونا مسلم ہان اتنی بات بہی مسلم کہ اگر نیت تصدق ہوتی تو صدقہ مین
نفاست بڑہ جانے اور اسلئے قیمت ثواب بہی زیادہ ہو جاتی اموال غیر مملوکہ کی متعلق جو
تحقیقات تہین اونسے تو فراغت ہوچکی اب اون اموال کا حال بہی سنئے جو مملوک تو ہین
پر خباثت سا تہہ لاحق ہے بیع فاسد اور اجارہ فاسد بعد قبض موجب ملک ہوجاتی ہین

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہاں قبل قبض مثل بیع و اجارہ صحیح استحقاق مطالبہ نہیں تفصیل اسکی تحقیق معنی بیع فاسد اور اجارہ فاسد پر موقوف ہے بیع فاسد اور اجارہ فاسد مین مثل بیع صحیح اور اجارہ صحیحہ طرفین مین اموال بمعنی مذکور ہوتے ہین اور طرفین کے مملوک ہوتے ہین نہ مال مغصوب ہوتا ہے نہ ایسی چیز ہوتی ہے جسکی طرف میلان طباع سلیمہ نہو ہان اتنا فرق ہوتا ہے کہ کوئی بیع باطل یا اجارہ باطلہ ساتھ لگا ہوا ہوتا ہے غرض ایک بیع تحقیقی یا اجارہ تحقیقی ہوتا ہے اور اوسکے ساتھ بیع باطل یا اجارہ باطلہ لگا ہوا ہوتا ہے مثلا سودی بیع یا قرض ہو تو اصل کے حساب مین جو کچھ دیا جائیگا وہ تو اصل کے مقابلہ مین سمجھا جائیگا اور اسقدر کی بیع کو بیع واقعی کہنا پڑیگا کیونکہ ساری ارکان بیع کے موجود پھر بھی بیع نہوا اسکے کیا معنی جیسے اگر کہہ یا مکان یا کہانے یا معجونات کے ساری ارکان یعنی اجزاء ضروری مادی صوری جب اکٹھی ہو جاتے ہین تو پھر اگر کہہ اور مکان اور کہانے اور معجونات کی تحقق مین تامل نہین رہتا ایسے ہی بعد اجتماع ارکان ضروریہ بیع اوسکے تحقق مین تامل بیجا ہے غرض بائع موجود مشتری موجود مبیع موجود قیمت موجود ایجاب موجود قبول موجود مبیع مال قیمت مال میت نہین خنزیر نہین دم نہین شراب انگوری نہین جو یون کہئے کہ بوجہ فقدان منافع مال کہنا ناروا ہے اور مبیع مغصوب یا غیر مملوک نہین قیمت غیر مملوک یا مغصوب نہین پھر کیونکر کہئے کہ بیع نہین مگر جیسے بعد رحصل بیع کا اقرار لازم ہے ایسے ہی

بقدر سود

toobaa-elibrary.blogspot.com

بقدر سود انعقاد بیع کی کوئی صورت نہین اوسکو مبیع کہئے تو قیمت کیا ہے اور قیمت کہئے تو مبیع کہان ہے سود مع اصل کو قرض یا مبیع کے مقابل کہئے تو کیونکر کہئے نہ شریعت سے اجازت نہ عقل کی طرف سے اباحت شریعت سے اجازت نہونا تو اسی سے ظاہر ہے کہ یہہ دونون ملکر اگر تنہا قرض یا مبیع کی مقابل ہو سکتے تو معاملات سودی ممنوع ہی کیون ہوتے اور عقل کی پوچھئے تو وہ کب کہہ سکتی ہے کہ ظلم بھی جایز ہو تفصیل اسکی یہہ ہے کہ مختلف جنس ہون تو یون بھی کہہ سکتے ہین کہ کسیکو کوئی چیز بہاتی ہے اور کسیکو کوئی کیا عجب ہے کہ بائع کو جتنی رغبت قیمت معین کیطرف ہے اوسیقدر مشتری کو مبیع معین کے ساتھ الفت ہو اور اسوجہ سے دونون برابر ہین پر اتحاد جنس کی صورۃ مین تفاوت رغبت کی کوئی صورۃ نہین زیادہ سے زیادہ کم سے کم رغبت ہوگی اور اسلئے خواہ مخواہ یہہ کہنا پڑیگا کہ سود لینی والا اوبہار ہا اور دینی والا ابترا اوسکو نفع ہوا اسکو ٹوٹا غرض مساوات میسر نہ آئی اور جب مساوات میسر نہ آئی تو پھر عدل و معادلہ کہاں معادلت بمعنی مساوات ہے اور عدل بمعنی تسویہ اسلئے یہہ معاملہ اگر رضا سے بھی ہوگا تو واقع مین رضا سے نہوگا کیونکہ بنای رضا اصل مین وہ رغبت تھی موجبات رغبت دونون جگہہ برابر مقدار کی کمی زیادتی مین رغبت کی زیادتی کمی ضرور ہے پر رضا دلی کا ہونا محال باقی رضاء خارجی جو بوجہ ضرورت ہوتی ہے اگر اوسکا بھی اعتبار کیا جاتی تو پھر دزد شمشیر جو کچھ لیا جای وہ بھی حلال ہو جایا کرے وہان بھی آدمی جان بچانی کے لئے

مال کے دینے پر راضی ہوجاتا ہے مگر جب قدر سود کے مقابلہ مین کوئی چیز نہین تو پہر اوسکی
بیع کا ہونا محال بیع دو طرف سے دو چیزونکی ہوتی ہے تنہا ایک آدمی یا ایک چیز سے بیع کا
تحقق متصور نہین اور یہہ بہی معلوم ہوچکا کہ باطل اوسیکو کہتے ہین جسکے لئے تحقق اور ثبوت نہو اور
یہی وجہ ہے کہ باطل کو حق کے مقابلہ مین بولتے ہین لیکن قدر اصل مین بیع تحقیقی ہی اور قدر
سود مین بیع باطل تو وہ بیع تحقیقی اور بیع باطل ملکر ایک بیع فاسد پیدا ہوگئی فاسد اوس
شی کو کہتے ہین کہ اوسکے وجود تو ہو پہر اوسمین کچہہ خرابی اور فساد آجاتے چنانچہ ہو واقع
فساد و فاسد سے یہہ مضمون خود سمجہہ مین آجائیگا اور یہین سے اجارہ فاسد اور اجارہ
باطل کی تحقیق سمجہہ مین آگئی ہوگی اور یہہ بہی معلوم ہوگیا ہوگا کہ اگر بیع تحقیقی کے ساتہہ اجارہ
باطل بہی لگا ہوا ہوگا تب بہی بیع مین فساد کا آجانا ضرور ہے جب یہہ سب باتین معلوم ہوگئین
تو اب یہہ گذارش اور سن لیجئے کہ بیع فاسد مین قبل قبض تو فریقین پر واجب ہوگا کہ معاملہ بیع
فسخ کردین اور کیون نہو ایک ظلم دوسری مخالفت حکم خداوندی ظلم ایسی بات کہ حکم خداوندی
نہوتا جب بہی اسکی عقل اوسکو تجویز کرتی اور حکم خداوندی کا یہہ حال کہ اچہی بات سے
منع کردین اور بری بات کی تاکید فرمائین تب بہی اوسی بیچون وچرا ماننا پڑے اور جب
معاملہ مذکور واجب الفسخ ٹہیرا تو پہر اوس سے استحقاق کا ثبوت معلوم ہو قبل القبض
بہی اسباب تقاضا معین سے سمجہی جلتے ہان اگر قبض تک نوبت پہونچ جائے تو پہر ملک اور

خبث

خبث دونون کا اقرار ضرور ہے ملک کے اقرار کی تو یہہ وجہ ہی کہ بیع متحقق ہوچکی اوسکے لوازم بہی
ساتہہ ہونے چاہئین مانع کوئی بیچ مین نہین جو یون کہا جائی کہ جیسے آفتاب کا نور در صورت
حیلولت ابر و غبار جیسی زمین تک نہین پہونچ سکتا ایسے ہی آثار بیع یعنی ملک مشتری مبیع تک
اور ملک بائع قیمت تک نہین پہونچ سکتے ہان قبل القبض باندیشہ مخالفت حکم خداوندی وجوب
فسخ اور مانع تقاضا تسلیم تہا جب بحکم تقدیر مخالفت کی نوبت آئی تو اب ملک کا مانع کون ہے
ہان یون کہئے کہ یہہ ملک بوجہ مذکور قابل ازالہ ہے مگر ہم اسی بات کو دوسری طرح سے
خباثت سے تعبیر کرتے ہین یعنی جب یہہ ٹہیری کہ اس ملک کے حصول مین مخالفت حکم خداوندی
لازم آئی ہے تو بیشک ایک برائی اوس ملک کے ساتہہ لاحق ہوگئی ایسے ہی ملک خبیث کہتے ہین
الغرض وجوب فسخ تو قبل القبض اور بعد القبض دونون صورتون مین مسلم مگر مثل بیوع صحیحہ
بعد القبض ملک کا ثبوت بہی واجب التسلیم ہے رہی یہہ بات کہ یہہ خباثت آگے بہی چلے گی یا
مشتری اور بائع تک ہی رہیگی مشتری اگر کسی اور کے ہاتہہ مبیع کو بیچدے یا ہبہ کردے
اور بائع قیمت سے کوئی اور چیز خرید لے تو وہ مبیع اول اور ثمن اول دوسرے بائع اور مشتری کے
پاس جاکر بہی خبیث ہی رہیگا یا اونکے حق مین پاک صاف ہوجائیگا میرے خیال مین یہہ آتا ہے
کہ وہ خباثت مذکورہ آگے نہ چلے گی وجہ اسکی یہہ ہے کہ سبب ملک تو اصل مین وہ بیع تحقیقی ہی
جسکا ہونا بیع فاسد مین ضروری تہا وہ بذات خود اچہی علت ہے اوپر کی برائی لگی تہی

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور ظاہر ہے کہ دوسری بیع کا مبنا۔ فقط بیع اول ہی معصیت مذکورہ نہیں اگر معصیت
مذکورہ کی نوبت آتی تب بھی بیع ثانی کے لئے بیع اول کافی تھی اور اگر بیع اول ہوئی اگرچہ
مخالفت حکم خداوندی کسیطرح وقوع میں آجاتی تو پھر بیع ثانی کی کوئی صورت نہ تھی
الغرض بوجہ بیع اگر مشتری مالک مبیع نہو لیتا تو دوسری کی ہاتھہ بیع نکر سکتا اس سے
صاف ظاہر ہے کہ بنای بیع ثانی فقط بیع اول ہے وہ بذات خود متحقق ہے مخالفت
خداوندی کی وجہ سے ایک خباثت اوپر سے عارض ہوگئی ہے وہ مخالفت آگے چلنی نہیں
اوسکا اثر کاہیکو چلیگا البتہ کسی چیز کا مملوک نہونا اوس چیز کی نسبت ایسا وصف ہین
کہ نیے دلانی ہین اوس سے جدا ہوجاتی اگر کوئی چیز اپنی ملک نہو اور پھر خدانخواستہ اوسکو
کسی کے ہاتھہ بیع کردین یا کسیکو ہبہ کردین تو بعد بیع ظاہری اور ہبہ ظاہری بھی یون
کہہ سکتے ہین کہ یہہ چیز واہب اور بائع کی ملک نہ تھی اور اسوجہ سے مشتری اور
موہوب لہ کی ملک نہین آتی اسلئے مال مغصوب اور مال رشوت اور قیمت بیع باطل و
اجارہ باطل کسیکو ہبہ کرین یا کسیکی ہاتھہ بیع کرین کسیطرح کسی مرتبہ مین حلال وطیب
نہین ہوسکتا اور کیونکر ہو یہان جناب بیع و ہبہ کوئی امر موجب ملک نہین اگر ہے
تو ظلم ہے یا گناہ مثال سے تسکین مطلوب ہو تو سنئے زرد و سبز آئینہ اور آتشین شیشہ مین سے
اگر نور منعکس ہوکر کہین جاے تو بیشک جہان وہ نور جائیگا وہان زردی سبزی حرارت بھی

ساتھہ جائیگی اور اگر اوس نور کی کروٹ پر ایک آئینہ سبز یا زرد یا آتشین شیشہ ایسی طرح رکھا ہو
ہو کہ نور کے ادہر اودہر ایک سطح اور اوس آئینہ یا شیشہ کے ایک سطح ایسی طرح ملی ہوئی ہون
جیسے دو اینٹین یا دو پتھر باہم ملی ہوتے ہوتے ہین غرض فقط تلاقی ہو نور اوس آئینہ یا شیشہ
مین منعکس اور نافذ نہو تو پھر رنگ آئینہ یا حرارت شیشہ آگی نجائیگی وجہ اسکی فقط یہی ہے
کہ نفوذ اور عکس کے صورتو مین بباعث حصول نور و حرارۃ مقام معلوم مین آئینہ اور آتشین
شیشہ پر ہے اگر آئینہ مذکور اور آتشین شیشہ نہوتا تو پھر یہان نور آتا نہ حرارۃ آتی اور دوسری
صورۃ مین حصول نور اوس آئینہ پر اور حصول حرارۃ اوس شیشہ پر موقوف نہین اسیطرح یہان
سمجھہ لیجئے کہ مکسوبہ ظلم دیوے واجارہ باطل کی بیع یا اونکا ہبہ ظلم اور گناہ پر موقوف ہی اور
مکسوبہ بیع فاسد کا ہبہ یا اوسکی بیع ظلم اور گناہ پر موقوف نہین واللہ اعلم وعلمہ
اتم واحکم مگر عرض یہہ ہے کہ اگر سر یا اطراف بدن مین کچھہ شور محسوس ہو تو
اوسمین تخیل اسم ذات رکھا کیجئے اور یون سمجھا کیجئے کہ محل شور کا ہر بُن مو ذکر خدا مین مشغول ہے
قلت فرصت اور کثرت مشاغل کے باعث متصل تحریر کا اتفاق نہوا اوقات مختلفہ مین
لکھہ کر تمام کیا اسلئے روز ابتداء تحریر ارسال نکر سکا آج روانہ کرتا ہون رسید سے
مطلع فرمائین حافظ رحیم بخش صاحب وغیرہ احباب سے اگر اتفاق ملاقات ہو اور یاد رہے
تو میرا سلام عرض کردینا فقط اس تقریر پریشان کو دیکھکر مین جانتا ہون آپ بیت

toobaa-elibrary.blogspot.com

پریشان ہونگی اور شاید خلجان بمعنی سمجھ کر دیکھنا ہی دشوار ہو پر آپکے فحوای کلام سے اسقدر
تسکین سوال کہ ہر شق مین مفہوم ہوتی تہی یون سمجھ کر کہ آپنے فہیم کی تسکین اور یکی باتونسے
تو معلوم جبتک تہ کی بات نکہی جاتے امید نہین کہ آپکا تردد جاتے یہہ چیند اوراق سیاہ
کردتی ہین اور اب پشیمان ہون کہ کیون وقت کہویا اور کس لئے کاغذ سیاہ کیا آپکا مطلب
اصلی تو فقط اتنی بات سے متعلق تہا کہ مال رشوت غصب اور کسوبہ زنا و دیگر محرمات اصلیہ
ملک مین نہین آتا اگر مالکان اصلی معلوم ہون تو ہتانا واجب ہے ورنہ بغرض دفع عذاب
اوسکے ذمہ تصدق واجب ہے پر لینے والی ایسے بے ایہون کہ افلاس کے باعث لبون پر
جان ہو فریکا ارمان ہو رہا ثواب وہ اگر ہوگا تو مالکان اصلی کو ہوگا یہہ اس لئے عرض کیا گیا
کہ مالکان اصلی اگر کافر ہونگی تو پہر صواب کی کوئی صورت نہین حیدر مرزا کو پیار کہیگا اوسکے
والدہ کو سلام کہدینا مولوی فخر الحسن صاحب ملین اور یاد رہے تو سلام کہلا بہیجنا اور
کہدینا نہ تم تفصیل احوال لکہتے ہو نہ یہان دل مانتا ہے جہان آپ اور کام کرتے ہین ایک
پرچہ ہماری نام بہی لکہہ بہیجئے سولہوین کا لکہا ہوا عدن سے مولوی احمد حسن صاحب کا
خط آیا تہا اسی روز کی روانگی کی خبر لکہی تہی یہہ حال معلوم نہین آپ بہی دعا کرین اور
ملنے والون سے سلام عرض کردین تمت بالخیر فقط

در تتمہ سمت الکلام والسلام بسم اللہ الرحمن الرحیم نفر محمد قاسم

toobaa-elibrary.blogspot.com

کمترین خلائق ہیچمدان محمد قاسم مخدوم و مکرم قاضی محمد اسمعیل صاحب کی خدمت سراپا برکت
مین بعد سلام مسنون و شوق مکنون کے عرض پرداز ہے کہ آپکا عنایت نامہ باعث افتخار
ہوا پر مجکو تعجب آتا ہے کہ ایسے لوگونکی جہگڑے مین جنکو حق و باطل سے کچہہ مطلب نہو اپنی بات سے
مطلب ہو اور علم و عقل و فہم تو درکنار الف کی نام بے تک نجانتی ہون مجھہ جیسی وحشی کو جسکو ایسے
قصے کبہی خوش نہ آتی ہون کہینچئے ہو اجی حضرت آپنے سنا نہین جواب جاہلان باشد خموشی
جب جاہل بر سر پرخاش ہو کر ٹہلو خم ٹہوک کر موجود ہو حق کی تلاش نہو ایسی وقت مین علماء کو
لازم ہے کہ اپنی زبانکو موہنہ مین رکہین میری کہنی کا یقین نہو تو آیہ وَإِذَا خَاطَبَهُمُ
الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا اور سوا اسکے اور آیتین جو اس مضمون کی ہین ملاحظہ
فرما دین ہان جاہل ہو کر حق طلب ہو تو اوسکی تسکین خاطر لازم ہے سو ایسے لوگون کی
علامت یہہ ہے کہ بحث مباحثہ کو تیار نہین ہوتی علماء کے موہنہ کو تکتی رہتی ہین جو
اونکی موہنہ سے نکلا اونہی پلے باندھ لیا جاہلون کی اور نیم ملانونکی بات کو نہین سنتی جنسے
اولٹا خطرہ ایمان ہو سو سائلان استفسار مسئلہ کچہہ ایسی آدمی ہین بعضی نیم ملاؤن کی
تقریرین اور بعضی معراج نامونکی تحریرین سنکر اور دیکہکر علم کی بات مین پانو اڑانی لگی
اور قول مشہور کو غیر مشہور اور غیر مشہور کو مشہور بتانی لگے اس سبب سے اور نیز اپنی نقاہت
اور والدہ کی بیماری اور بعض احباب کی تشریف آوری اور طلبہ کی خدمت گذاری کے

باعث جی ہرگز نہین چاہتا تہا کہ اس باب مین قلم گہسائی اور ورق سفید کو سیاہ بنائی علاوہ
برین مستفتی خواستگار روایات مشہور ضعیفہ اور طالب دلائل قویہ سو میری پاس اول کتابین کہان
جو روایتین نکالون اور سناؤن اور مستفتی کی بیان سے لیکے قویہ لاؤن اور بتاؤن غرض ہر طور جواب
لکہنے سے نہ لکہنے کو اچہا سمجہتا تہا مگر چونکہ آپکا حکم تہا مجبور ہو گیا یہ ڈر لگا مبادا آپ کچہ کا
کچہ سمجہ جائین اور میری ان مصلحت اندیشیونکو کسی اور بات پر محمول فرمائین اسلئے مختصر مختصر
کچہ عرض کئے دیتا ہون کیونکہ اگر گفتگو کو طول دیا جائی تو کم سے کم ہر بات کے لئے ایک ایک
دو دو جزو تو ہون مگر یہہ تحریر بہی فقط آپ کی اور آپکے اتباع کے لئے کیجاتی ہے ورنہ آپکے
مخالفون سے امید قبول نہین ہان جنکو میری بات پر اعتماد ہوگا وہ بہی اس سے منتفع ہو سکتا ہے
علی ہذا القیاس جو طالب حق ہوگا اوسکے لئے بہی یہہ تحریر مفید ہوگی اسلئے حسب درخواست مستفتی
مین بہی اسی بات کا پابند ہوتا ہون کہ حوالہ دون تو معتبر ہی کتاب کا حوالہ دون سو اہل ایمان کے
نزدیک کلام اللہ سے زیادہ معتبر کوئی کتاب نہین اور بعد کلام اللہ کے بخاری شریف اور مسلم شریف
سے اور صحاح ستہ اور مشکوۃ سے زیادہ کسی کتاب کا اعتبار نہین کلام اللہ کی آیتین لیجئے
اور کتابونکی روایتین لیجئے مگر کسیکو خدا تعالی اور رسول اللہ صلعم اور امام بخاری اور اونکی
راویونکی طرف بہی وہابیت کا گمان ہو تو پہر ہماری پاس کوئی جواب نہین حضرت من تفسیر
حسینی معتبر نہ ملا حسین واعظ اوسکا مصنف اہل سنت کے نزدیک قابل اعتبار بلکہ جانتی والے

جانتی

جانتی ہین کہ ملا حسین واعظ کوئی عالم محقق نہین بات سے آدمی پہچانا جاتا ہے اونکی باتین خود دلالت
کرتی ہین کہ یہہ شخص نہ عالم محقق ہے نہ مورخ معتبر خبر بات کی پہچاننی کے لئے تو بڑا حوصلہ چاہئے
مگر یہہ تخمین صحیح یہہ ہے کہ محققین کے نزدیک قابل اعتبار نہین نہ بوجہ علم نہ بوجہ دیانت علم کا
حال معروض ہوچکا دیانت کی بات پوچہتی تو اونکی باتون سے بوئی رفض آتی ہے اور اہل تحقیق کے
نزدیک متہم برفض ہے خیر رافضی ہونا بجز علماء متبحرین کے کون سمجہ سکتا ہے مگر اس بات کے لئے
کہ یہہ قول جسکو مستفتی بحوالہ زید کے معتبر اور مشہور بتلاتا ہے اور عمرو کو غیر مشہور اور غیر معتبر کہتا ہے
مشہور اور معتبر ہے اتنی بات ہیچ ہے کہ احادیث صحیحہ سے قول ملاقات حضرت جبرئیل ہی
صحیح معلوم ہوتا ہے اور مفسرین مین یہی مشہور ہے چنانچہ ماہران تفاسیر معتبرہ اسکی تصدیق
کرینگے انشاء اللہ تعالی فقط بایں وجہ کہ زبان پارسی ہے اکثر اطفال مکتب تک واقف ہوتے ہین
اور عربی کو کوئی جانتا ہے تفسیر حسینی کے مضامین ذہن نشین اکثر عوام ہو گئے ہین اور اسکے
بہروسی معراج نامہ اردو وغیرہ مین تصنیف ہو گئے غرض چونکہ تفسیر حسینی فارسی مین تہی وہ بہی
سلیس عوام مین مروج ہو گئی عربی کی تفسیرین ایکطرف دہری رہین باقی موافق ہونا قول معلوم کا
احادیث صحیحہ کے سو اوسکی تفصیل یہہ ہے کہ بخاری شریف مین صفحہ سات سو بیس مین اسی سورہ
کی تفسیر مین تین حدیثین ہین ایک تو حضرت عائشہ رض سے جسکا یہہ مضمون ہے کہ میری بال کہڑی
ہو جاتے ہین جو لوگ کہی کہ رسول اللہ صلعم نے خدا کو دیکہا دوسری حضرت عبد اللہ بن مسعود سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

جبکا یہہ مضمون ہے کہ آیۃ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی
سے مراد حضرت جبرئیل کی ملاقات ہے اور چہ سو بازوونکی ساتھہ اونکا دیدار مراد ہے
علی ہذا القیاس مسلم شریف مین صفحہ ۹۸ پر دو حدیثین موجود ہین جنمین سے پہلی حدیث سے تو
بحوالہ رسول اللہ صلعم کے یون معلوم ہوتا ہے کہ آیۃ وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی مین
حضرت جبرئیل کا دیکہنا مراد ہے اور دوسری حدیث سے یون معلوم ہوتا ہے کہ آیۃ ثُمَّ
دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی سے حضرت جبرئیل کا دیکہنا مراد ہے
اور اسی حدیث مین یہہ بہی مذکور ہے کہ حضرت جبرئیل یون تو مردونکی شکل مین آتے تہے
پر اسوقت جسکا اس سورۃ مین بیان ہے اوس صورۃ مین آئے جو اونکی صورۃ اصلی تہی
پہر اوسکے بعد ننانوین صفحہ مین حضرت ابوذر سے دو روایتین مذکور ہین جنمین سے پہلی حدیث
مین تو یہہ الفاظ ہین عن ابی ذر قال سالت رسول اللہ صلعم ہل رایت
ربک قال نورٌ انّٰی اراہ سو شارح نووی جو مشہور و معروف ہین اور صاحب مشکوۃ
اپنی کتاب مشکوۃ شریف مین اونکی حوالہ دیتے ہین اسی صفحہ مین یون فرماتے ہین کہ تمام اصول یعنے
سب حدیث کی کتابون سے ساری حدیث والون نے نورٌ کے ری کو دو پیش اور انی کے
الف کو زبر اور نون کو تشدید سے پڑہا ہے اور اس صورۃ مین اسکے معنی یہہ ہونگے کہ خداوند کریم
نور کے پردہ مین مستور ہے مین اوسکو کیونکر دیکہہ سکون دوسری ایک روایت اور بہی لکہی ہے

اوس روا

اوس روایت کے موافق ری کو زبر الف ساکن نون کو زیر یا کو تشدید ہے اس صورۃ مین دو
احتمال ہین ایک تو یہہ کہ وہ نورانی ہے مین اوسکو دیکہتا ہون دوسری یہہ کہ وہ خالق نور ہے
نور اوسکا حجاب ہے مین اوسکو کیسے دیکہہ سکتا ہون چنانچہ امام نووی نے بہی تاویل کی ہے اور اوسکے
بعد بحوالہ قاضی عیاض مصنف شفا کتاب مشہور حدیث جو بڑی معتبر عالم اور صحیح مسلم کے شارح
ہین یون رقم فرماتے ہین کہ یہہ روایت ہمین کہین نہین ملی اور نہ کہین اصول مین ہمنے اس روایت
کو دیکہا علاوہ برین اوسی صفحہ ۹۹ مین دوسری حدیث انہین حضرت ابوذر سے موجود ہے
جسکا مطلب موافق محاورہ کلام اور موافق تحریر امام نووی کے یہہ ہے کہ مینے نور دیکہا اور کچہہ
نہین دیکہا سو چونکہ یہہ دونون حدیثین ایک راوی سے ایک مقدمہ مین ہین تو دونونکا ایک
ہی مطلب ہوگا اس سے یہہ بہی معلوم ہوتا ہے کہ یہہ روایت غیر معتبر ہے اور ہے بہی تو اوسکی
بہی معنی وہی ہین جو مرقوم ہوتے اور اگر بالفرض اس روایت نامعلوم بے اصل کا یہی مطلب ہے
کہ مین خدا کو دیکہتا ہون تو اوس سے کیا سوال جواب کے وقت کی رویت اور دیدار ثابت ہوگا
سورۂ نجم کو اس سے کیا علاقہ جیسے سورۂ نجم مین صوم و صلوۃ و زکوۃ کا ذکر نہین اور یون
کہنے سے کہ اس سورۃ مین اور ان آیات مین احکام مذکورہ کا ذکر نہین آدمی وہابی نہین بنجاتا یون
کہنے سے بہی کہ اس سورۃ مین دیدار خداوندی کا ذکر نہین وہابی نہین بنجاتا پہر بیچارے شاہ
عبد العزیز صاحب اور صاحبان جلالین اتنی بات سے کیونکر وہابی ہوگئی اور اگر اس سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

بیہ صاحب وہابی ہوگئے تو رسول اللہ صلعم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوذر اور
حضرت عبد اللہ بن مسعود اور اونکے بھی کے راوی جنکے واسطے سے بخاری اور مسلم مین احادیث
مروی ہین اور علی ہذالقیاس امام بخاری اور امام مسلم اور امام نووی اور قاضی عیاض اور اونکے
اتباع اول وہابی ہوجاوینگے سواگر یہی وہابیت ہے تو ہم اور ہماری سات پشت وہابی ہین مگر
اسکو کیا کیجئے کہ وہابیونکی دورہ کو دو سو برس نہین ہوئے اور بیہ صاحب سوای شاہ عبد العزیز
صاحب کے اس زمانہ سے پہلی ہوگذری ورنہ تہمت وہابیت کا ان بزرگوار کی نسبت
خوب موقع تہا اب ندیدے جو شاہ عبد العزیز صاحب اور صاحبان جلالین کو وہابی سمجہتا ہے
کوئی پوچھے کہ بہلا شاہ عبد العزیز کو وہابی بنایا تو بنایا صاحبان جلالین تو آپ کے معنون کے
ڈیڑھ پانسو برس پہلی ہوگذرے ہین مثل مشہور مرتے کو مارین شاہ مدار اونپر بیہ طعن کرنا تہا
اونکی حمایت کرنی تہی اب التماس بیہ ہے کہ اگر میری ان باتون مین شبہہ ہو تو اگر کہین سے بخاری
و مسلم مطبوع ملین تو بہ نشان صفحات مسطورہ اگر کوئی صاحب ایسے ملین جنکو ان کتابون کے
دیکھنے اور سمجھنے کا سلیقہ ہو مطابق کرالین بلکہ صحیح مسلم کے صفحہ ۹۰ مین جو احادیث ہین اونکے
نیچے شرح نووی مسطور ہے اوسمین بحوالہ واحدی جو امام نووی سے مقدم ہین بیہ بہی مسطور ہے
کہ اکثر علماء تو بیہ فرماتے ہین کہ مراد بیہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے حضرت جبرئیل کو اونکی اصلی
صورہ مین دیکھا اور حضرت عبد اللہ بن عباس بیہ فرماتے ہین کہ خداوند کریم کو دیکھا غرض

اکثر

اکثر صحابہ اور تابعین اور اونکی بعد کے علماء تو قول اول کے طرف ہین اور حضرت عبد اللہ بن
عباس اور شاید اور بہی کوئی قول ثانی کی طرف ہین اسیواسطے بیضاوی نے قول اول ہی بیان کیا ہے
اور دوسری قول کو بطور تضعیف فقط ذکر کیا ہے اعنی بلفظ قیل سے نقل کیا ہے جس سے
موافق اصطلاح علماء بیہ مراد ہوتی ہے مگر بیضاوی کو وہابی کہنے سے کون مانع ہے اللہ نے
مونہہ مین زبان دی آگی کوئی آڑ نہین پہاڑ نہین جو روکی کودتے پہاندتے شوق سے چلے جاؤ
اب بعد ان سب مراتب کے التماس بیہ ہے کہ جو مسائل علماء متقدمین مین مختلف فیہ ہون
ایسے مسائل مین ایک جانب لینا اور ایک جانب والون پر طعن کرنا جاہلون اور بیدینون کا
کام ہے ورنہ حنفی شافعیون پر اور شافعی حنفیون پر لعن طعن کیا کرتے اس صورہ مین اون
مسائل کے ایک جانب والون پر جو صحابہ مین بہی مختلف فیہ ہون اور بیہودہ جانب بہی ایسی ہو
کہ اکثرون نے ترجیح دی ہو طعن کرنا اون لوگونکا کام ہے جنکی حق مین مولانا روم علیہ الرحمۃ
بیہ شعر ارشاد فرماتے ہین شعر چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد ٭ میلش اندر طعنہ پاکان برد
افسوس جاہلون اور نیم ملاؤن نے دین کو خراب کر ڈالا ایک صاحب اوٹہتے ہین تو بہت سے
اصول دینکو وہابیت کہہ جاتے ہین دوسری صاحب کہڑی ہوتے ہین تو بہت سے
اعمال صالحہ کو بدعت کہہ سناتے ہین اہل حق کو جان بچانی دشوار ہوگئی باقی رہا
رسول اللہ صلعم کی ثانی کا ممکن یا محال ہونا اسکا جواب کیا لکہون طرفین کے دلائل اور

پہر ایک جانب کے ترجیح کی وجوہ لکہوں تو استفسار کے دونوں جانب کے صاحبوں میں اتنا سلیقہ
نظر نہیں آتا کہ اونکو سمجہیں اس صورة میں ایسے مضامین کی تحریر میں اپنی اوقات کا خراب کرنا ہے
اور اپنے دماغ کا چور کر دینا ہے مگر یوں سمجہ کر کہ اور نہ سمجہینگے تو آپ بفضلہ تعالی صاحب وجدان ہیں انشاء اللہ
خوب سمجہ جاینگے دو ایک باتیں آسانسی کہے دیتا ہوں مخدوم من علماء متقدمین میں تو اس مسئلہ میں
اختلاف دیکہا نہ سنا ہاں تہوڑی دنونسی یہہ بات جہگڑی میں پڑ گئے اگر دو بڑے عالم تو اس
جانب ہیں کہ ماسوا خداوند کریم کے سب کا ثانی اور نظیر ممکن ہے اور وحدہ لاشریک ہونا خدا ہی کو
زیبا ہے اسواسطے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہی کے ساتہہ یہہ جملہ لگایا گیا اَشْهَدُ
اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے ساتہہ نہ بڑہایا گیا اور مولوی فضل حق صاحب مرحوم اور
اونکی اتباع اس جانب گئے ہیں کہ ممکن نہیں ہے مولوی صاحب مذکور کے دلائل کو دیکہہ کر یوں معلوم ہوتا ہے
کہ وہ بہی دل سے اسی بات کے قائل تہے کہ آپکا ثانی ممکن ہے کیونکہ دلائل سے اونکی فقط امتناع
بالغیر ثابت ہوتا ہے اور امتناع بالغیر خود امکان ہی پر دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ امتناع بالغیر
کے یہہ معنی ہیں کہ اپنی ذات سے تو فلانی چیز ممکن ہے پر کسی غیر کی وجہہ سے محال یا ممتنع ہو گئی سو اس
بات کے وہ لوگ بہی قائل ہیں جو ممکن بتلاتے ہیں کہ خداوند کریم کے وعدہ صادق کے سبب آپکا ثانی
ممتنع ہو گیا اور محال بنگیا ممتنع ذاتی اور محال ذاتی نہیں جیسے خدا کا ثانی اور اوسکا نظیر محال اور ممتنع
ذاتی ہے یعنی کسی غیر کے سبب محال اور ممتنع نہیں ہو گیا اپنی ذات ہی سے اصل محال اور ممتنع ہے

مولوی

مولوی فضل حق صاحب مرحوم کی ایک دلیل تو یہہ ہے کہ خدا نے وعدہ کر لیا ہے کہ رسول اللہ صلعم
ثانی پیدا نکرونگا سو اسکا جواب ایک تو یہی ہے کہ جو چیز وعدہ کے سبب محال ہو وہ ممتنع بالغیر ہے ممتنع
بالذات نہیں کیونکہ وعدہ کے سبب محال ہوئے اپنی ذات سے محال نہیں دوسرا یہہ کہ وعدہ کا کرنا خود اسی
بات پر دلالت کرتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیدا کرنا قدرت و اختیار خداوندی میں داخل ہے
ورنہ وعدہ کی کیا معنی وعدہ تو امور اختیاریہ میں ہوتا ہے جس بات کا کرنا نکرنا اپنے اختیار نہو وہ ممکن
وعدہ ممکن نہیں ہاں کبہی اون باتوں میں جو اپنے سے نہو سکیں دہوکا دینے کو اون لوگوں سے جو
ناواقف ہوں بطور وعدہ کے کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم یہہ بات نکرینگے سو یہہ بات ہم تم سے تو متصور ہے
خداوند کریم سے متصور نہیں ہمارا خدا دہوکی باز نہیں جو خداوند صادق القول کو دہوکی باز بہی
اوسکے ایمان و اسلام میں حرف ہی دوسری دلیل یہہ ہے کہ رسول اللہ صلعم کو خداوند کریم خاتم
النبیین فرماتے ہیں اگر آپکا ثانی پیدا ہو جاوے تو آپ خاتم النبیین نرہیں اور خدا کے کلام جہوٹی ہو جاوے
سو اسکا جواب اول تو اسی تقریر سے نکل آتا ہے کیونکہ یہاں بہی وعدہ پر مدار کار رہا دوسرے
حضرت آدم باعتبار پیدائش کے اول النبیین ہیں ورنہ آپکی نبوة موافق حدیث کنت
نبیا وادم بین الماء والطین سب سے اول ہے پہر خاتمیت کہاں ہوگی سو اگر رسول اللہ
صلعم کا ثانی محال ہے تو حضرت آدم کا ثانی بہی محال ہے علی ہذا القیاس اوسط الانبیاء اور اول الانبیاء
اور خاتم الانبیاء اور اول الاولیا اور خاتم الاولیا اور اوسط الاولیا بلکہ اول المخلوقات اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور آخر المخلوقات اور اوسط المخلوقات سبکا ثانی محال ہوگا اگر یہی محال کے معنی ہین تو اس سے کسی انکار ہے تیسری دلیل یہہ ہے کہ جیسے گل سرسبد یعنی ٹوکری مین ایک ہی پہول ہوتا ہے اعنی ہر مجموعہ مین افضل ایک ہی ہوتا ہے سو اس مجموعہ مین جسی عالم کہتے افضل جناب محمد الرسول اللہ صلعم ہین اگر اونکا ثانی موجود ہو تو یہہ بات غلط ہو جاے بلکہ ایک مجموعہ مین دو افضل ہو جائین سو اس شبہہ کا جواب اول تو یہہ ہے کہ یہہ امتناع بالغیر ہے امتناع بالذات نہین امتناع بالذات کی یہہ صورت ہے کہ پہول ٹوکری مین ہو یا علیحدہ اوسکا ثانی ممکن نہو علاوہ برین دو پہول ٹوکرے مین ایک سے ہون اور سب پہولون سے افضل ہون تو کیا قباحت ہے کوئی عاقل اسمین متامل نہین ہو سکتا معہذا اگر دوسرا ٹوکرا بہی ایسا ہو کہ اوسمین جنسہ اوپر سے نیچے تک ایک ہی سے پہول ہون جیسی اسمین گل سرسبد ہو ایسا ہی اوسمین جیسی اسمین اور باقی ہون ایسا ہی اوسمین تو کوئی صاحب عقل اسمین انکار نہین کر سکتا ایسے ہی اس عالم مین بہی دو افضل ہون یا کوئی دوسرا عالم بلکہ اسی عالم کے مشابہ ہو جیسی اس عالم مین رسول اللہ صلعم ہین اوس عالم مین بہی ایسے ہی رسول اللہ صلعم ہون اور باقی جیسے اسمین ہون ویسے ہی اوسمین تو اہل عقل تو انکار نہین کر سکتے کیونکہ خداوند کریم ایسی ایسی عالم ہزارون پیدا کر سکتا ہے چنانچہ بعض احادیث مین اسکے طرف اشارہ بہی موجود اگر خدا کو منظور ہے تو اون احادیث کا مضمون اور اوراق کا نشان بہی مرقوم ہوگا ماسوا

اسکے

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسکے جیسے ایک مجموعہ مین افضل ایک ہی ہوتا ہے ایسے ہی ادون یعنی کمتر بہی ایک ہی ہوتا ہے اور علی ہذا القیاس اوسط بہی ایک ہی ہوتا ہے سو جیسی رسالتمآب صلعم اس عالم مین افضل ہین شیطان مثلاً بدتر ہے اسیطرح کوئی اوسط ہے تو خداوند کریم شیطان کا ثانی اور اوس اوسط کا ثانی بہی پیدا نکر سکیگا علاوہ برین ہر نوع حیوانی مین گدہا ہو یا گہوڑا علی ہذا القیاس انواع اشجار وغیرہ مین ایک افضل اور ایک کمتر اور ایک اوسط ہوگا اونکا ثانی بہی خدا سے پیدا نہو سکیگا چوتہی دلیل یہہ ہے کہ جیسے دایرہ مین مرکز ایک ہی ہوتا ہے ایسی ہی رسول اللہ صلعم بہی عالم مین ایک ہی ہین اس دلیل مین اول تو یہی خرابی ہے کہ دائرہ کی اور عالم کی تشبیہہ کہتے مجانست اور مشابہت چاہیے جیسے مربع اور مثلث اور مستطیل او منحرف اور قوس اور مخمس مسدس وغیرہ کو اس بات مین دائرہ کے ساتہہ تشبیہہ نہین دی سکتے حالانکہ دائرہ اور اقسام مذکورہ مین اتنا تو اتحاد ہے کہ سب اقسام سطح مین سے ہین ایسے ہی عالم کو دایرہ کے ساتہہ تشبیہہ نہین دے سکتے علاوہ برین مرکز کی حقیقت فقط اتنی ہے کہ وہ بہی ایک نقطہ ہے اور یہہ بات کہ سب کی طرف سے بعد برابر ہو محیط کے باعث اوسمین پیدا ہو گئی ہے اوسکی ذات مین داخل نہین جب محیط نہ تہا تو وہ نقطہ تو تہا پر یہہ بات نہ تہی سو جو بات اپنی ذات مین نہو بلکہ کسی غیر کے باعث حاصل ہو گئی ہو جیسے پانی مین بباعث آگ کی گرمی پیدا ہو جاتی ہے

اوسکو ذاتی نہین کہتے عارضی اور خارجی کہتے ہین جیسی پانی کی گرمی کو ذاتی نہین کہتی عارضی
اور خارجی کہتے ہین اور جب ذاتی نہوی عارضی ہوئے تو اوسی کی طرف منسوب ہوگی
اور وہ غیر ہی اوسکا باعث کہلائیگا سو جیسی مرکز کی ثانی کا ممکن نہونا محیط کی جانب منسوب ہے
اپنی ذات کیطرف منسوب نہین ایسی ہی رسول اللہ صلعم کی ثانیکا امتناع باعث محیط عالم ہے
ذاتی نہین بایں ہمہ اگر ویسا ہی دائرہ اور بنایا جاے تو جیسے سارا دائرہ دوسری سارے
دائرہ کے ثانی ہوگا اسکا مرکز اوسکے مرکز کے ثانی ہوگا ایسا ہی اگر دوسرا مجموعہ بنایا جاے
تو جیسے یہہ مجموعہ عالم اوس مجموعہ عالم کا ثانی اور نظیر ہوگا رسول اللہ صلعم جو بمنزلہ مرکز اس
مجموعہ کے نسبت ہین دوسری مجموعہ کے اوس شخص کے مشابہ اور نظیر ہونگی جو بہ نسبت
اوسکے بمنزلہ مرکز ہو اس صورت ہین دونون باہم ایکدوسری کے نظیر ہونگی ماسوا اسکے
جیسے مجموعہ عالم ایک مرکز ہے ہر نوع مین بھی ایک مرکز چاہیے اس صورت مین ہر نوع
مین ایک فرد ایسا ہوگا کہ اوسکا نظیر ممکن نہوگا غرض یہہ دلائل اون لوگونکی ہین جو
رسول اللہ صلعم نے نظیر کو ممتنع بتاتی ہین سو ان دلائل کی حقیقت تو معلوم ہوگئی جو مطلب
ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے وہ اور ہے اور جو ان صاحبونکا دعوی ہے وہ اور ہے
مگر چونکہ مولوی فضل حق صاحب مرحوم کے علم و فضل کا شہرہ ہے تو اونکی بہ نسبت یہہ تصور
مین نہین آتا کہ اونکی غرض یہہ ہو کہ رسول اللہ صلعم کا ثانی بالذات محال ہے اور ممتنع ہے

یون ہو

toobaa-elibrary.blogspot.com

یون ہو تو عجب نہین کہ اونہونے فقط محال اور ممتنع فرمایا ہو کم فہمون نے محال بالذات
اور ممتنع بالذات سمجھ لیا ہو اور یہہ نہ سمجھا کہ محال اور ممتنع کی دو قسمین ہین ایک محال اور
ممتنع بالذات دوسرا محال اور ممتنع بالغیر ہر ایک کے لئے دلائل جدی جدی ہین اون
دلائل سے اہل عقل کو خود معلوم ہو جاتا ہے کہ فلانا مطلب ثابت ہوگا فلانا نہوگا
جیسے چاند سورج کے دیکھنے سے اہل بصر کو خوب معلوم ہو جاتا ہے کہ اس سے ایسا
چاندنا ہوگا اور اوس سے اسقدر چاندنا ہوگا یا جیسے آگ پانی کو دیکھکر تجربہ کارونکو
واضح ہو جاتا ہے کہ اس سے گرمی اور اس سے سردی ہوگی غرض سب کو تو نہین
کہہ سکتا کیونکہ اکثر اس قافلہ مین جاہل ہین اگرچہ نام کے مولوی ہین پر مولوی فضل حق صاحب کا
تو بیشک یہی مذہب ہوگا کیونکہ ایسی علم و فضل والا ایسا نہین کہہ سکتا اگر وہ بھی یہی
سمجھی تھی جو اونکی اتباع سمجھتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ یہہ علم و فضل کا شہرہ یون ہی غلط تھا
مگر مجکو یاد آیا کہ مولوی نور الحسن مرحوم کاندہلوی جو مولوی فضل حق صاحب مرحوم کے
ارشد تلامذہ مین سے ہین یہی عقیدہ رکہتے تہی کہ رسول اللہ صلعم کا ثانی ممکن چنانچہ میرے
سامنی خود اسکا تذکرہ آیا اور مولوی فیض الحسن صاحب کی نسبت ایک طالب علم بیان
کرتے تہے کہ اونکی تقریر سے بھی امتناع بالغیر ہی ثابت ہوتا تھا یہہ بھی اونکی بڑی
شاگردون سے ہین ان دونونکا اس بات کا قائل ہونا خود اس بات پر دلالت

کرتا ہے کہ مولوی فضل حق صاحب کا ہی مذہب ہو یا ان دونونکو اوستاد کی بات غلط نظر آئے
سو اگر بوجہ غلطی اوستاد انہون نے مذہب اوستاد کو چھوڑا تو اورونکو کیا لازم ہے کہ اونکا
اتباع کرین اور ہمین کسی سے کیا کام مولوی فضل حق ہون یا مولوی اسمعیل خدا تعالی اور رسول اللہ
صلعم کی بات سننی چاہئے سو خداوند علیم سورہ یسین مین جو دونو فریق کو یاد ہوگی آخر رکوع
مین فرماتے ہین اولیس الذی خلق السموات والارض بقادر علی ان
یخلق مثلھم بلی وھو الخلاق العلیم اسکا ترجمہ ملاحظہ فرماوین یہہ ہے
کیا وہ ذات جسنے آسمان و زمین کو پیدا کیا اسپر قادر نہین کہ وہ اونکا مثل پیدا کر دے
ہان کیون نہین وہ تو خلاق علیم ہے یہان تک ترجمہ تھا اب غور فرمائے کہ رسول اللہ صلعم
اور غیر رسول اللہ صلعم موافق حکم اس آیت کے اس بات مین شامل ہین کہ اونکی مثل پر خداوند
علیم قادر ہے کیونکہ یہہ بات خداوند کریم نے اون لوگون کے جواب مین ارشاد فرمائی ہے جو قیامت
کے منکر تھے اور یہہ کہتے تھے کہ ہڈیان جب پرانی ہوجاوینگی تو پہر اونکو کون زندہ کریگا
غرض قیامت کا اثبات اسپر موقوف ہوگیا کہ خداوند کریم اونکی مثل پر بہی قادر ہوگا
تو جو قیامت مین اوٹھیگا کوئی ہو رسول اللہ صلعم ہون یا غیر اوسکے مثل پر قادر ہوگا بلکہ
شروع سے دیکھئے تو یون فرماتے ہین اولم یر الانسان انا خلقناہ من
نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین وضرب لنا و نسی خلقہ قال من
یحیی

یحیی العظام وھی رمیم قل یحییھا الذی انشاھا اول مرۃ حاصل
مطلب اس آیت کا یہہ ہے کیا انسان دیکھتا نہین کہ ہمنے اوسکو نطفہ سے پیدا کیا
پہر اسپر جہگڑا باندہنی والا ہے ہماری حق مین باتین بناتا ہے اور پیدائش کو بہول گیا
کہتا ہے کون زندہ کریگا ہڈیون کو جب وہ سڑکر پرانی ہوجاوینگی تو کہدے وہ شخص
زندہ کریگا جسنے پہلی دفعہ پیدا کیا تہا جب اس بات کو لحاظ کیجیے کہ وہ اپنی پیدایش
کو بہول گیا کہ ہمنے اوسکو نطفہ سے پیدا کیا تو صاف یون سمجھہ مین آتا ہے کہ جنکو
نطفہ سے پیدا کیا ہو اونکو زندہ کرنا اور اونکو دوبارہ پیدا کرنا کچھہ مشکل نہین اونکی تو
مثل پر تو خداوند قدیر قادر ہے جب چاہے ویسا پیدا کر دے سو چونکہ جناب رسالت
مآب صلعم بہی ـــــ پیدا ہوئی ہین تو اونکی مثل پر بہی خدا قادر ہوگا علاوہ برین
چھاپہ کی بخاری تیسیر کی صفحہ ۵۳۴ مین حاشیہ پر بحوالہ فتح الباری شرح صحیح بخاری
جو اوستاد عالم محدث مشہور حافظ ابن حجر عسقلانی کی تصنیف ہے بروایت حاکم اور
بیہقی جنکی حوالہ مشکوہ شریف مین اکثر آتے ہین ایک روایت مرقوم ہے جسکا حاصل
یہہ ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ ومن الارض مثلھن کی
تفسیر مین رقم فرماتے ہین کہ سات زمین ہین اور ہر زمین مین ایک آدم ہین جیسے تمہارے
حضرت آدم ہین اور حضرت نوح ہین مثل تمہارے حضرت نوح کی اور حضرت ابراہیم ہین

toobaa-elibrary.blogspot.com

مثل تمہاری حضرت ابراہیم کے اور حضرت عیسی ہین جیسے تمہارے حضرت عیسی اور ایک
نبی ہین مثل تمہارے نبی کے یعنے حضرت رسول اللہ صلعم کے اور یہہ بہی بحوالہ فتح الباری مرقوم ہے
کہ امام بیہقی نے اسکی سند کو کہا ہے کہ صحیح ہے ہان اتنی بات ہے کہ شاذ ہے اور اسی سے پہلے
فتح الباری ہی کے حوالہ سے بروایت جریر بن جریر مرقوم ہے کہ ہر زمین مین مثل ابراہیم
کے اور سوا اونکی اور خلقت ہے اور اس روایت کی سند کو بہی صحیح کہا ہے ما سوا اسکے
حضرات صوفیہ کرام علیہم الرحمۃ کا مذہب یہی ہے کہ ہر آن اور ہر زمان مین ہر شی کی بہی مثل
پیدا ہوتی ہے اور وہ شی فنا ہو جاتی ہے چنانچہ یہہ مسئلہ بنام تجدد امثال اونکی طرف
منسوب ہے اور یہہ بات ان لوگون مین مشہور ہے سو اگر کوئی شخص خدا کی نہ مانی اور آج
کل کون مانتا ہے تو حدیث کی روایت اور حضرات صوفیہ کی درایت تو بالضرور مانی
چاہئے اور اونکو بہی نہ مانی تو نجات کی کیا صورت ہے وہابیون کیطرف تہمت ہے تو
یہی ہے کہ وہ رسول اللہ صلعم کے سنین بنا ولیا تو کچہہ گنین سو جو شخص اس بات سے
انکار کرے کہ خدا کو رسول اللہ صلعم کے ثانی پر قدرت نہین وہ وہابیون سے بہی نکل گیا
وہ خدا کو تو مانتی تہی اسنے خدا تعالی کو تو جواب دیا ہے تہا ان دونون سے بہی دست بردار
ہوا ایسی وہابی تو اصلی وہابی نہونگی جیسے آپ کی منگلو مین پیدا ہوئی خدا اونسے
بچائی اب اس بات مین یہان ہی قلم تہامتا ہون اگر زیادہ لکہون اور دلائل

بہلا

اصلیہ اور اس مسئلہ کی کلیات کو تحریر کرون تو وقت ضائع جائیگا قلم گہس جائیگا اور
فائدہ کچہہ نہوگا نہ کوئی سمجہیگا ہان اگر سمجہنے والے مل جاتے تو لکہتا اور اونکی ساتہہ مل
لیکر سمجہا دیتا فقط مگر ہان یہہ بات کہ رسول اللہ صلعم محتاج خدا ہین کہ نہین کتنی بڑی
سو مخدوم من جو شخص یون کہی کہ رسول اللہ صلعم خدا کے محتاج نہین اس امت کے
نصرانی ہین جیسے منکران تقدیر کو رسول اللہ صلعم نے مجوس امت فرمایا ہے وجہہ نصرانیت کے
یہہ ہے کہ نصرانیون نے بہی اتنا ہی کیا ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام کو بندگی سے نکالکر
مرتبہ خداوندی مین پہونچا دیا سو بعینہ وہی بات ان لوگون نے کی کیونکہ خداوند کریم
تو سورہ فاطر مین انتم الفقراء الی اللہ واللہ ہو الغنی الحمید فرماتا ہے،
یعنی ای لوگو تم ساری خدا کے محتاج ہو اور اللہ ہی غنی حمید ہے جو لوگ محاورہ دان
عربی ہین اور علم معانی و بیان سے واقف ہین وہ لوگ واقف ہین کہ انتم کو مقدم کیا
اور الفقراء فرمایا فقراء نفرمایا اسمین یہی نکتہ ہے کہ تم سارے کے سارے خدا کے
محتاج ہو خدا تمہارا محتاج نہین اور خدا ہی غنی ہے دوسری واللہ کے بعد ہو کا ذکر
فرمایا اور الغنی الحمید فرمایا غنی حمید نہ کہا یہی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ ہی
غنی ہے اور کوئی غنی نہین علی ہذا القیاس سورہ محمد مین فرماتا ہی واللہ الغنی
وانتم الفقراء اسمین بہی کسیکی تخصیص نہین رسول اللہ صلعم ہون یا کوئی اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

بعد اس بات کے کہ کلام اللہ مین دو جگہہ یون فرما دیا ہو پہر یون کہنا کہ رسول اللہ صلعم
خدا کے محتاج نہین ادنی کا کام ہے کہ اس باب مین جاہل نادان ہو اور در پردہ کفرا
او بظاہر مسلمان ہو مگر یہہ بات کہ خدا غنی ہے اور سوا خدا کے سب اوسکے محتاج اہل
اسلام مین اول سے لیکر آج تک ایسی زبان زد خاص و عام ہے یہہ احتمال ہو ہی
نہین سکتا کہ کسیکو خبر نہو تی ہو پہر یون کیونکر کہا جاوی کہ اس بات سے کوئی جاہل ہوا ہے
دلائل مندرجہ استفتا جو اس شخص کی طرف سے مرقوم ہین وہ ایسی لچر ہین کہ جنکی جواب
لکہنے سے بہی شرم آتی ہے کوئی بات ہو تو اوسکا جواب بہی لکہئی دلائل مشار الیہا اور
دعوی مدعی مین بعینہ ایسی نسبت ہے جیسے کہا کرتے ہین من چہ میگویم و طنبورمن چہ میسراید
جنابمن اگر یہی دلیل ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مدعی مذکور کے نزدیک بعض منافقین بہی
جنکے باب مین سورہ براۃ مین یہہ مرقوم ہے وما نقموا الا ان اغناهم
اللہ ورسولہ من فضلہ خدا کے محتاج نہون کیونکہ جب ووجدک
عائلا فاغنی سے یہہ بات ثابت ہوئی کہ رسول اللہ صلعم کو خدا نی غنی کر دیا پہر
احتیاج کے کیا معنی تو یہان کچہہ زیادہ ہی نکلتا ہے آیہ والضحی مین فقط خدا نے
غنی بنایا تہا یہان خدا نے اپنی مدد کے واسطے رسول اللہ صلعم کو بہی ساتہہ لیا اور وہان
من فضلہ بہی موجود ہے نہ تہا یہان من فضلہ بہی موجود ہے جس سے یہہ احتمال بہی جاتا رہا

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ سرمایہ اغنا منافقین مانگی تانگی چوری وغیرہ کی چیز نہین جو کل کو کسیکے مطالبہ
مواخذہ کا اندیشہ ہو بخلاف سورہ والضحی کے کہ وہان ایسے کم فہمونکے لئے یہہ احتمال
بہی باقی ہے کیونکہ جنکے نزدیک خدا ایسا جیبوں ہو نعوذ باللہ کہ اوسکی بندے
اوسکے محتاج نہون اوس خدا سے ایسے باتین کیا مشکل ہین بلکہ ہونی چاہئین
کیونکہ جب رسول اللہ صلعم ایک خزانہ دبا بیٹہی پہر لوجہہ معشوقیت کچہہ کمی ہین
خدا اونکا ہاتہہ نہ پکڑ سکیگا پہر اور کیا ہوگا یہی ہوگا کہ اوکو غنی کیجے تو کہین اور
لاتی تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیرا ان باتونکو دیکہہ اور
سن سنکر دل دہڑکتا ہے کہ دیکہیئے کیا بلا آجاوی اور اس سے زیادہ اور کیا بلا ہوگی کہ
دل سیاہ ہوگئے نیک و بد کا فرق دشوار ہوگیا عقلون پر پتہر پڑگئے حق و باطل
کی تمیز نرہی ایسی باتون مین جو قدیم سے اصول مین داخل تہین بلکہ دین مین اور
سوا اسکے اور دینون مین فرق ایسے ہی باتون سے سمجہا جاتا تہا آج کل کے لوگونکو
شبہہ پڑنے لگا بلکہ اولٹا صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح سمجہہ گئے صدق رسول
اللہ صلعم یقل العلم ویکثر الجہل یعنی علم کم ہوجاویگا اور جہل زیادہ
ہوجاویگا شعر اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالان طوق زرین ہمہ در گردن
خری بینم اہل عقل کو کوئی نہین پوچہتا بے عقلون اور جاہلون کی بن آئی ہے

پیشوا اور مقتدا بن بیٹھے اور دین و ایمان مین ایک فتور برپا کر دیا غرض بڑی بلا تو یہہ ہی کہ
انہون نے علم اوٹھا لیا اور دلونکو سیاہ بنا دیا اس مقام مین مولانا روم علیہ الرحمۃ کا یہہ شعر یاد
آتا ہے شعر آتشی گر نامدہ است این دود چیست ● جان سیہ گشتہ روان مردود چیست
مخدوم من سورہ والضحی مین بقرینہ ووجدک عائلا فاغنی کے فاغنی سے
غناے دنیوی مراد ہے کیونکہ عائل عربی زبان مین مفلس کو کہتے ہین اعنی خداوند
کریم احسان رسول اللہ صلعم پر جتلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ تو ایک زمانہ مین مفلس و محتاج تھا
سواے خورد و نوش کچھہ نہ تھا میراث مین سے ایک حبہ تیرے پاس نہ پہونچا تھا کیونکہ تیرا باپ
تیری دادی کے سامنے مرگیا تھا سو ہمنے تجھپر احسان کیا تیرا نکاح ایک مالدار عورت
اعنی حضرۃ خدیجۃ الکبرٰی سے کرا دیا جو سو جان سے تجھپر عاشق تھی اور مال تو مال جان
فدا کرنیکو تیار تھی بعد ازان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جو رؤساے قریش مین
متمول تھے تیرا جان نثار بنا دیا غرض اس آیت مین غناے دنیوی مراد ہے جسکو عرف
مین مال و دولت کہتے ہین اور ان لوگونکو نہین یہہ غنا پایا جاتا عرف مین اغنیا کہتے ہین
سو اگر اسی غنا کے بہروسہ رسول اللہ صلعم کو خدا کا محتاج نہین سمجہتے تو منگلور مین تو
ایسے بیسیون نکلینگے کیونکہ جب سے نہر لنگ کا وہان گذر ہوا ہے دولت کی نہر وہانکی
اکثر لوگونکی گھر مین بہر گئی ہے سو اگر یہی استدلال ہے تو ہم جانتے ہین مدعی مذکور تو

ان

اگر منگلور والونکی نسبت یہہ خیال خام ہوگا کہ وہ خدا کے محتاج نہین اور وہ لوگ بھی ایسا کچھہ
سمجھتے ہون تو کچھہ تعجب نہین کہ ہم خدا کے محتاج نہین کیونکہ وہانکی لوگونکی عقائد اکثر ایسی عقیدہ
ہمرنگ ہین انا للہ وانا الیہ راجعون ● منگلور اور پور کے سنی بھی اکثر
تین تہائی رافضی اور ایک پاؤ سنی نظر آتی ہین اور یون خیال مین آتا تھا کہ الہی
ادہر تو ادہر یہہ بلا کدہر قیامت کو فرقہ کونسی جماعت مین کھڑا ہوگا دونون قسم کے
لوگ انکو دیکھ دینگے پہر یہہ اصلاح تازہ جو مدعی مذکور نے دین محمدی مین دی ہے پہلی تھی
پہلے تھوڑی بھی اصلاح پر وہانکی لوگون نے قناعت کی تھی پر آفرین ہے وہانکے
آجکل کے محققونکو روز بروز اصلاح تازہ کے درپے ہین شاید یہہ بات باتباع
فرقہ پروٹسٹنٹ منجملہ فرقہاے نصاری جو آجکل یہان حاکم ہین اختیار کی ہوگے
کیونکہ اونہون نے چند صدی ہوئی کہ باہم جمع ہوکر اور شورہ کرکر دین مین اصلاح دے
اور قدیم فرقہ سے جسکو رومن کاتہلک کہتے ہین جدا ہوگئی مخدوم من یہہ بات ظاہر ہے
کہ دنیا کے باندی غلامونکی غلامی اتنے نہین جتنے بندونکو خدا کی غلامی ہے دنیا کی باندی
غلام اور میان مین فقط اتنا ہی فرق ہے کہ مثلا میان نے اوسکو جو مول لے لیا باقی
سب باتون مین یہہ اور وہ برابر ہین یہہ بھی بنی آدم وہ بھی بنی آدم کھانے پینے جگنے
موتنے وغیرہ کا وہ بھی محتاج یہہ بھی پہر با اینہمہ غلام میان کی برابر نہین ہو سکتا

toobaa-elibrary.blogspot.com

نہ ظاہراً نہ باطناً ظاہراً تو اسوجہ سے کہ غلام کا مال بحکم شریعت میاں ہی کا مال ہوتا ہے
جیسے جسکے زمین اوسیکے درخت اور باطناً اس وجہ سے کہ غلام تاوقتیکہ آزاد نہو
غلام کا غلام ہے سو بڑی تعجب کی بات ہے کہ خدا مین اور بندون مین باوجودیکہ
کوئی نسبت نہین یہہ بات نہو یہانتک باندی غلام تو میانکی ظاہراً اور باطناً محتاج
رہین خدا کے باندی غلام اوسکے محتاج نرہین حالانکہ خود خداوند کریم سورہ فاطر
اور سورہ محمد مین سبکی نسبت فرما چکا کہ تم میری محتاج ہو اور موافق قیاس مذکور کے
یہہ بات ظاہر ہے کہ جیسے غلام کے پاس جو کچھہ ہے وہ میان ہی کا ہے اور اس وجہ
تصرف بے اوسکی اجازت کے متصور نہین غرض ہردم اوسیکا محتاج ہے بندونکی
پاس بہی جو کچھہ ہے وہ خدا ہی کا ہے بے اوسکی اجازت کے اوسمین تصرف کرنا اونکو
روا نہین اور اس وجہ سے ہردم اوسکے محتاج ہین چنانچہ تمام احکامات سے
خاصکر اون حکمون سے جو خاص رسول اللہ صلعم کے نسبت آتے ہین صاف ظاہر ہے
کہ جسطرح حکم ہوتا ہے وہی کر سکتے ہین اپنے طرف سے کچھہ اختیار نہین بعد اخود
خداوند کریم فرماتا ہے وللہ ما فی السموات والارض جس سے صاف ظاہر ہے
کہ تمام ملائک اور بنی آدم اور جو کچھہ اونکے پاس ہے خدا کی ملک ہے اس صورت مین
بجز اسکے اور کچھہ نہین ہو سکتا کہ جو کچھہ کسیکے پاس ہو خدا کی طرف سے مستعار کہا جائے

پہر

پہر جب مستعار ہوا تو جیسی مستعار دینے والے کو اختیار ہوتا ہے جب چاہے چہین لے
اور مستعیر ہردم اوسکا محتاج ہے خدا کو بدرجہ اولی اختیار ہوگا چنانچہ قدیمی مذہب
بہی ہے اور کیونکر نہو خداوند کریم فرماتا ہے تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک
ممن تشاء اس سے صاف ظاہر ہے کہ چہین لینے کا اختیار علی العموم خداوند کریم کو
معلوم ہوتا ہے بلکہ خاص رسول اللہ صلعم کو فرماتے ہین ولئن شئنا لنذہبن
بالذی اوحینا الیک ثم لا تجد لک بہ علینا وکیلا شبہ ہو تو
سورہ بنی اسرائیل مین دیکہہ لین اس سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم کی کمالات کو
خداوند کریم چہین سکتا ہے کیونکہ جب قرآن کو جو صفات خداوندی مین سے ہے اور اوسکی
برابر کوئی نعمت اس عالم مین نازل نہین ہوئی چہین لیا تو اور سب کمال تو اوسکے سبب میسر
آتے تہے کیونکہ جتنے کمالات دینی ہین داخل ہدایت ہین اور اسی سبب سے ہادی اور مہدی
بہی انکا نام ہے چنانچہ دلائل الخیرات مین مرقوم ہین اور سرمایہ ہدایت یہی کلام اللہ ہے
رہا معشوق ہونا رسول اللہ صلعم کا سو وہ مسلم لیکن کلام اللہ کو دیکہیے تو تمام متقی اور سارے
متوکل اور جملہ محسنین اور سوا اونکی وہ لوگ جنکی حق مین خداوند کریم یحبہم ویحبونہ
فرماتا ہے خدا کے محبوب ہین اور اللہ کے معشوق فرق ہوگا تو زیادتی کمی ہی کا ہوگا
رسول اللہ صلعم سے زیادہ محبت اور آپ بڑی محبوب ہونگی اور یہہ لوگ اس بات مین کم

tooba-a-elibrary.blogspot.com

مگر جونکہ علت نہ چھین سکنے کی یہی محبت ہے تو خداوند کریم تو ان لوگونکی نعمت کمالات کے
چھین لینے کی بہی طاقت نہوگی خصوصًا جب یہہ خیال کیا جائے کہ رسول اللہ صلعم ان سب
لوگونکی سرِ دفتر اور حامی کار ہین کیونکہ آپ کی محبوبیت بہی انہیں اوصاف کی باعث ہے
بوجہ حسن صورت یا باعث احسان یا بوجہ قرابت نہین صورت کی وجہہ سے محبت نہو سکنے
وجہہ تو یہہ حدیث معروف ہے ان اللہ لا ینظر الی صورکم و اعمالکم جسکا یہہ مطلب ہے
کہ خدا تمہاری عملون اور صورتون کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہاری نیتون اور دلون کو دیکھتا ہے،
سو نیت اور دل کی خوبی یہی ہے کہ دل میں یہہ اوصاف ہون اور پہر یہی اوصاف باعث
اعمال ہوتے ہون اور باعث اعمال ہی کو نیت کہتے ہین اور احسان بمعنی مشہور نہونے کی
وجہ ظاہر ہے کیونکہ خدا سب پر احسان کرتا ہے خدا پر کوئی نہین کرتا اور کلام اللہ اور
حدیث اس مضمون سے بہری ہوئی ہین تمت بالخیر فقط بسم اللہ الرحمن الرحیم
برادر با عنایت سلامت السلام علیکم و علی من لدیکم عنایت نامہ را دیدم ایامے
سامی بر سر گرمال من اول انشنوند خو کردہ گوشہ عافیت و کوچہ سلامت ہستم
در ہیچ خلافیات کہ مایہ خلشہا فیما بین باشد لب نمی جنبانم و دست بقلم نمی برم
اگر گاہی باصرار احباب و عنایت فرمایان بستوہ آمدہ ام و این سلسلہ را جنبانیدہ ام
صدہا گفتنیہا از ہر طرف شنیدہ ام اکنون لفرمایند کہ بوسیلہ تحریر جواب سوالات سامی از کجا

[illegible]

آرم شفق من فہم نصیب اعدا شد انصاف را گردن زدند باز امید داد و انقیاد از کہ
داریم تا اکنون خاطر مضمون دل تعلم سپاریم ہمین بہ کہ زبان بدہان کشیم و قلم را بقلمدان
نہیم مگر چون این عنایت اولین عنایت ہست اگر جواب را جواب دہیم این ہم مجلسی کج ادایہا
باشد ناچار بقدر ضرورت چہنکش می نمایم مسئلہ رفع یدین وجہر آمین نہ چندان مہتم بالشان نیست
کہ دینداران بے روی ریا را قلق و اضطراب در تحقیق آن میباید تردد شبہتان واجب و
فرض نیست حدیثی یا آیتی موہم ایجاب و افتراض نشنیدہ ایم آری قرارت فاتحہ خلف الامام
اگر موجب پریشانیہا دلدادگان راہ صفا باشد البتہ می سزد نظر برین درہمین مسئلہ
انچہ نوشتنی است می نویسم انشنوند انانکہ فاتحہ را در نماز فرض گویند یا کسانیکہ واجبش خوانند
درینقدر موافق کہ فقط در یک رکعت یکبار فاتحہ باید خواند و در ہر رکعت میباید خواند
الغرض نہ زیادہ از یکبار در یک رکعت است و نہ کم ازان کہ در ہر رکعت خوانند در
یک نماز است اندرینصورت صلوة کہ لا صلوة الا بفاتحة الکتاب وغیر
احادیث اشارہ بآن فرمودہ اند باعتبار امتداد زمانی ہمین یک رکعت باشد و ر
بیاں است کہ در نمازہای پنجگانہ وغیرہا قرارت فاتحہ یکبار کافی می شد و میدانی کہ از
زمان نبوت گرفتہ تا این زمانہ پر آشوب ہیچکس ازین حدیث اینمعنی نفہمیدہ مگر آنکہ
مجتہدان این زمانہ باین نکتہ رسند بالجملہ چنانکہ خلاصہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

toobaa-elibrary.blogspot.com

آن بود که در هر نماز فاتحه باید خواند حاصل فهم همه است آنست که هر رکعت نمازی است جداگانه
این نیست که بتوافق اذهان ما ظاهرپرستان جمله دو رکعت صبح و چهار رکعت ظهر و عصر و عشا
و سه رکعت مغرب و وتر را یک نماز فهمیده ضرورت فاتحه درین جمله یکبار دیده اند مگر چنانکه
باعتبار امتداد زمانی برین تقریر مقدار تعداد رکعات تکثر صلوة لازم است و تا دو چنانکه
نوبت از یک رکعت نگذشته وحدة صلوة هم بجای خود است همین طور باعتبار مصلیان
چنانکه نماز یک منفرد نماز واحد است و نماز چند منفرد نماز متعدد و نماز جماعت هم نماز واحد است
چنانکه بظاهر می نماید نمازهای متعدد نیست همین است که از انتقاض نماز امام نماز همه منتقض می شود
مقتدیان را در ارکان نماز اجازت تقدیم و تاخیر نیست ستره امام همه را کافیست اگر چنانکه
بظاهر می بینی نماز جماعت بعدد مردم نمازهای متعدد بودی همچون منفردان متعدد نماز هر کس
عبادت جدا می بود از فساد یکی فساد دیگر لازم نمی آمد در ادای ارکان هر کس بطور خود
مختار بودی پابند اوای دیگران نمی شد هر کس را ستره جداگانه می بایست القصه باعتبار
اول ظاهرپرستان نماز صبح و ظهر و غیرها را یک نماز بینند در حقیقت نمازهای متعدده را بهم گره
بیک گره کشیده اند و باعتبار ثانی ظاهربینان نماز جماعت را نمازهای متعدده دانند
در حقیقت نمازی است واحد که هر کس را بآن سروکاری است مثال اگر بکار است بهر تفهیم
اشتراک شی واحد فیمابین شرکاء چند اسب و گاو و غیره حیوانات را پیش میکنم غور فرمایند

دیگر

toobaa-elibrary.blogspot.com

که اسب و گاو و غیره اگر در میان کسی مشترک باشد همه از ان همه بود این نتوان گفت که سر از ان
او دست و پا از آن این اسب و گاو مشترک اگر میرد از ان همه میرد و اگر در اطراف و اعضا
نقصان پدید آید در حصه همه آن نقصان پدید آید القصه چگونه تقسیم نتوان کرد همین سان
نماز جماعت را باید فهمید مگر شاید خلشی بدل کسی آید و لیس ازین تفهیم هم از جاده حق ادا
ربلیدان انیست که اگر همین وحدة است این چه فرق است که انتقاض نماز امام موجب
انتقاض نماز مقتدیان شد فساد نماز مقتدیان چرا باعث فساد نماز امام نمی شود
مقتدیان تابع امام شدند امام را اتباع درباره ادای ارکان چرا لازم نشد ستره امام
مقتدیان را کفایت کرد قصه ستره منعکس چون نشد اگر وحدت نماز سرمایه این احکام
بودی می بایست که امام و مقتدیان همچو شرکاء اسب و گاو در جمله احکام برابر می شدند
لهذا فرق فیمابین نوشتن واجب آمد مشفق من این مثال که معروض شد فقط الغرض
تفهیم اشتراک چیز واحد فیمابین شرکاء متعدد بود و غرض این نبود که هر جا که اشتراک
باشد همین قاعده باشد مثال عام فهم بهر این تفهیمی بایست اکنون این فرق را هم
بذهن باید نشانید اشتراک بر دو گونه باشد یکی اشتراک در ذات اعیان یعنی
موجودات مستقله مثل اسب و گاو که وجود آن تابع وجود دیگران نباشد اشتراک
درین قسم اشیاء بطوری باشد که ازین مثال بر آید دوم اشتراک در اوصاف

اعنی در مفهومات اینکه وجود مصادیق آنها بالاستقلال نبود بلکه آن اشیاء در وجود
و تحقق خود محتاج دیگران باشند مثل سیاهی و سفیدی و نور و ظلمت یعنی که سواد در
وجود خود و بیاض در تحقق خود و همین سان نور و ظلمت محتاج وجود ابیض و اسود
و منور و مظلم اند درین قسم اشیاء اشتراک شرکاء رنگی دیگر باشد اعنی هر یک در
شرکاء و هم سان دگر نباشد بلکه یکی تابع بود و دیگر متبوع آفتاب و نورش را بنگر
اینطرف زمین و نور او را ببین اگر نظر غایر است اینکه ظهور کرده ام واضح است الغرض
نور واحد است و منور متعدد یک طرف زمین است و طرف دیگر آفتاب و اگر در بودن
آفتاب بطرف ثانی تأمل باشد اینقدر را انکار نتوان کرد که مجموعه شعاعهاء آفتاب است
غرض یک سطح نورانی است که بیک اعتبار رو بزمین دارد و بیک اعتبار رخ بان مجموعه
اگر فرق است همین است که آن مجموع متبوع است و زمین تابع اعنی اگر مجموعه شعاعهاء
مذکوره با زمین دست در کمر دارد این نور هم با زمین ربطی معلوم دارد ورنه همره آن
مجموعه سیر و دیر چنانکه انجا این نورانیست مجموعه شعاع را صفت حقیقی و ذاتی خوانند
و نسبت زمین مجازی و عرضی همین طور نماز را پندار که نیت امام نسبتی دارد که نور
با مجموعه شعاع و با مقتدیان ارتباطی دارد که نور مذکور با زمین چنانکه کسوف آفتاب
موجب تیرگی همه جهات ارض و سما میگردد و بطلان و فساد نماز امام باعث

بطلان

بطلان نماز همه مقتدیان شود چنانکه طلوع آفتاب و وصول آن مجموعه اول باید تا سطح
زمین بتابد تقدم نور زمین از طلوع آفتاب ممکن نیست همین سان ادای امام ارکان نماز را
اول ضروری است تا نور آن نماز در صحن ارکان مقتدیان بتابد تقدیم مقتدیان بیکار و لغو
باشد چنانکه امر اتحاد نور قطعات زمین را می باید که بمواجهه آن مجموعه آیند و پس از تقیش
اکتساب نور متصور نیست همچنین مقتدیان را باید که بهر اکتساب مضمون نماز ارکان خود مقابل
ارکان امام دارند پس از انکه امام کار خود کرده رفت استفاضه مذکور ممکن نباشد چنانکه حجاب
آفتاب نقاب بر نور زمین افگند و سایبان زمین خاص برقع رخ آفتاب عالمتاب
توان افگند با قطعات دیگر هم از نور آفتاب بهره اند همچنین ستره امام همه را ساتر میشود
و ستره مقتدی بجز آن دیگران را ساتر نتوان شد بالجمله اشتراک در نماز بنحو اشتراک
مجموعه شعاعها و روی زمین در نور است و چون نباشد نماز نیز یکی از اوصاف است
از ذوات اعیان نیست اشتراک اسپ و گاو را قیاس نتوان کرد پیداست که
اشتراک اندر وصف واحد بجز آن کیفیتی که شنیدی بطوری ممکن نیست این توان شد
که وصف واحد باشد و موصوفات باو متعدد باز هر یک باو مستقل باشد که دیگران
مستغنی بلکه یکی را اگر استغناء استقلال است دیگران دران وصف محتاج و اتباع
او باشند تا آنکه نظر بر کتب معقول انداخته اند بلکه ذهن سلیم بدست آورده اند این

toobaa-elibrary.blogspot.com

معانا بہ شرح و بسطیکہ عرض کردہ ام می فہمند اکنون بباید شنید کہ چون نماز جماعت
یک نماز برآمد و باز نماز از قسم اوصاف بشناختی و دران ہم امام را اصل و مقتدیان را تابع
و بدی بحکم لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب اگر لازم است فاتحہ بذمہ امام لازم است
نہ بر ہر فرد از نمازیان ورنہ این وحدت مشار الیہا کہ انکارش پیش ازین کہ گفتم بجز کم فہمان
یا متعصبان نتوان کرد خیال باطل باشد اکنون ایجاب فاتحہ بذمہ مقتدیان وقتی شاید کہ این
وحدت را مبدل بکثرت گردانند و تعدد صلوٰۃ را باثبات رسانند یا آنکہ اعتراف بآن کنند
کہ از خواندن کی نماز فاتحہ و لہذا بارہ ضروریات نماز بذمہ دیگران ہم لازم آید مگر اگر ہمین
لزوم است وقت تحریمہ ہمہ عالمیان را طوعاً و کرہاً قراءت فاتحہ و غیرہا ضرور افتد چہ
درین بارہ ہمہ عالم بیک مرتبہ افتادہ اند تخصیص دہ یا بیست نتوان کرد پس از استماع این تقریر
دقیقہ شناسی امام ہمام امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ را باید دید کہ بچہ حد و پایان رسیدہ است
و کوتہ فہمی طاعنان زمانہ را باید فہمید کہ بکدام مرتبہ دامن کشیدہ است چون ازینقدر فراغت
دست داد دیگر بباید شنید امام ہمام در حق منفرد و امام فتوی نقصان نماز بترک فاتحہ
دادہ اند و مقتدیان را ازین حکم بیکسو نہادہ اند آنکہ مخالف این سخن گفتہ و مقتدیان
را ہم درین سلک سفتہ تہمت بذمہ امام نہادہ است باقی زیادہ ازین چہ گوئیم کہ امثال
ما و شما را تقلید شخصی ضرور است این انداز لامذہبی ہمچو امامان دین زیبد چنانکہ بر خضر علیہ السلام

دربا

دربارہ قتل طفل بیگناہ و شکستن کشتی اعتراض نتوان کرد ہمچنین اتباع اوشان ما و شما را نمی زیبد
ہمین طور شیوہ ترک تقلید کہ از اکابر منقول است در خود اعتراض نیست الا اقران و امثال ما را
ہمین تقلید ضرور است مذہب لامذہبی اختیار نباید فرمود و فقط تمت بالخیر

در تحقیق کلی تکرار النزع بسم اللہ الرحمن الرحیم وشناۃ بالتکریر

کمترین خلائق گنہگار شرمسار محمد قاسم عفی اللہ عنہ   بسامی خدمت عزیزم مولوی فخر الحسن
جعلہ اللہ مفخراً و معظماً سلام مسنون اول پیش کردہ گذارش مے نماید کہ عالم بہ نہج قرین افضال
الہی است آری حادثہ کہ ملال انگیز باشد این مفارقت آنعزیز است بندہ کمترین آنعزیز و عزیزم
مولوی احمد حسن را مثل چشم و چراغ خود میدیدیم و ہمچو دست و پای خود می فہمیدیم و
نمی پنداشتم کہ روز مفارقت ہم رسیدنی است اوشان رفتند و عزیزم مولوی احمد حسن
پس از چندی میروند باز ہمان من و گوشہ تنہائی من درین اثناہا کہ رقیمہ آنعزیز رسید
آن رنج پنہانی ہر سر آمد و ملالم تازہ شد برادرم عالم مجبوری است اگر غربت عارض حال
اقارب آنعزیز نہ بودی دلم نمی خواست کہ آنعزیز را جدا کنم مگر آنچہ بناچاری پیش آید پیش
مے آید بجز صبر چارہ نیست ہر چند دردم مگر اگر عنایت احباب است در حضورم جواب رقیمہ اولی
کہ فرستادم این نیست کہ بجواب رقیم آنعزیز پرداختن چندان تہم بالشان نیست مگر بعنوان
حفظ اطلاع نامہ رسیدن بود امری جواب طلب در مضامینش ندیدم کہ بجوابش پرداختمی اکنون

toobaa-elibrary.blogspot.com

که انتظار جواب دیر یافتم کاغذ و قلم برداشتم برادر من کلی متکرر النوع آن کلی میباشد که
حصه از ان کلی آن کلی را عارض شود و مثالش همین مفهوم کلی است چه مفهوم کلی نیز کلی است
بر نوع و جنس و فصل و عرض عام و خاصه مفاهیم متعدده صادق می آید منجمله کلی متکرر النوع
عدد در اعتبار بدیهه آحاد و چه عشرات و مآت بر نفسهای خود نیز بعض اوقات صادق می آید
اگر عشرات را ده کرت گیرند آنوقت عشرت العشرات را عارض خواهد شد و همچنین قیاس باید کرد
مگر در حقیقت عروض الشی لنفسه بزعم احقر محال است عروض نسبتی است و هر نسبتی که باشد
مستدعی حاشیتین است که بذات خود متغایر باشند ازین جهت این امر در انضمامیات
هرگز صورت نه بندد مگر در انتزاعیات که کلیه و غیره نیز از انست بظاهر چنان نماید که بر نفس خود
عارض میشود اما در حقیقت عروض الشی لنفسه نمی باشد اگر میباشد انطباع شی واحد در
مرایای کثیره میباشد که هر رنگ عروض می نماید نمی بینی که کلیه در میان کلی و افراد او نسبتی میباشد
امری قایم بذات کلی نیست ورنه به نسبت ما فوق نیز کلی می بود و میدانی که نسبت امری
مغایر منسوبین میباشد چنانچه منسوب الیه منسوب را عارض نمیشود همچنین نسبت منسوبین را عارض
نمیگردد البته منسوبین آئینه مشاهده آن میباشند یا گوئی منشاء انتزاع آن میشوند مطلب
بهر حال واحد است بالجمله چنانچه آئینه را مرئی منطبع عارض نمیشود بلکه آئینه طریق ادراک آن
میباشد چنانچه برای العین دیده باشی که صورت مرئی مغایر آئینه و مباین آن میباشد

همچنین

همچنین منسوبین آئینه ملاحظه و منشاء انتزاع امور انتزاعیه می باشند و در حقیقت از یکدیگر
مباین و مغایر میباشد اکنون معلوم باد که مفهوم کلی اگر به نسبت ما صدق و افراد خود کلی است
از قبیل عروض حقیقیه که منقسم بقیام الشی بالشی یا بوقوع الشی علی الشی است لازم می آید که
امور انتزاعیه را چنانکه ذاتی وجود مستقل در خارج نمی باشد اگر میباشد در ذهن میباشد
پس در ذهن اگر چیزی مستقل بالذات است انرا باردگر محکوم علیه یا محکوم به توان ساخت
و آئینه مشاهده نسبتی یا منشاء انتزاع صفتی انتزاعیه توان نمود و اندرین صورت اگر
لازم خواهد آمد اینقدر لازم خواهد آمد که یک فردی از کلی با چیزی دیگر پیوسته آئینه مشاهده
و منشاء انتزاع فرد دگر باشد و این چنان است که گوئی یک آئینه در آئینه دیگر گاهی دیده میشود
و از ینجا دانسته باشی که در خارج این عروض الشی لنفسه اگرچه ما بین کلیات انتزاعیه باشد
صورة نمی بندد چه در خارج اگر انتزاعیات را وجود است آن وجودی است ضعیف که
پرتو انضمامیات یا دیگر امور مستقله توان خواند وجود استقلالی در خارج انتزاعیات را
میسر نیست که وجودی دیگر ازان زاید تا بوجود همسنگ خود چه رسد باقیماند نسبت متناه
بالتکریر آنرا هم قریب کلی متکرر النوع باید پنداشت هر نسبتی را از نسبت عددیه اگر تنها گرفته
شود نسبت موحده می باشد و چون آن نسبت را بهمان نسبت مضاف کنند نسبة
متناه بالتکریر میگردد و باز اگر آن نسبت را بسوی مضاف اول مضاف کنند آن نسبت

toobaa-elibrary.blogspot.com

مثلثه بالتکریر خواهد شد وهمچنین قیاس باید کرد مثلا نصف من حیث هو نسبت موحده
است ونصف النصف مثلثه بالتکریر در اسوی چار نسبت نصف موحده است
وسوی هشت همان نسبت نصف است اما مثناة بالتکریر باز در اسوی شانزده
همان نسبت نصف است لیکن مثلثه بالتکریر والله اعلم بالصواب کتابی پیش نظرم نیست
که از ان نقل کردمی انچه بدل میرسید نقل نموده شد ؤ ؤ ؤ — در تحقیق واسطه فی العروض
عزیزم جامع الکمالات مولوی فخر الحسن زادکم الله بسطة فی العلم از من ناکاره محمد قاسم
نام پس از سلام مسنون مطالعه فرمایند عنایت نامه رهین عنایتم گرفت هرچند حاجت
تحریر نمی بینم که جوابات استفسارات خود بخدمت رسیده باشند مگر نظر بمزید اطمینان
عرض میدارم قدم ودوام که مضاف بذوات واعیان باشد قدم مطلق ودوام مطلق باشد
اعنی قدم را اولیت نبود ودوام را آخریت نباشد واگر در اوصاف گیرند دوام مادام ذات
الموضوع والموصوف مراد باشد واز قدم منذ ذات الموضوع والموصوف باقی هرچه در باره
واسطه فی العروض نوشته ام اگرچه محتمل خطاست چه این نابلد از کوچه کتب با اطلاع
بر اصطلاحات کما ینبغی میسر نیست یکدو بار اگر بگوشم رسیده یا پیش نظرم آمده اعتبار را
نشاید خصوصا نظر و گوش من که توجه والتفات نصیب اعداست مگر هنوز ندانم چه
خطا کرده ام بلکه خیال احقر چنان ست که حضرات معترضان در فهم حقیقت واسطه

فی العروض

فی العروض خطا کرده اند بلکه اگر گویم زیاده از مثال نتوانند که افرادش برآرند بجا باشد
فقط واسطه ونقط فی العروض خود بر تقدیر شاهد است که چیزی بجانب ذی واسطه نیز
رسیده است واگر بجمیع الوجوه ذی واسطه الان کما کان است ندانم توسط واسطه بهر حیثیت
وچرا واسطه را واسطه گویند غرض کسانیکه بعدم موصوفیه ذی واسطه رفته اند همین ست
که اتصاف ذاتی نیست یا گویم بالذات نیست بالتبع است وجهش اینست که در صورت
افاضه واستفاضه حصه واحد از وصفی مابین مفیض ومستفیض مشترک باشد باعتبار این
مختلفین بجانب مفیض انتسابش حقیقی واولی باشد وبجانب مستفیض انتسابش ثانوی
ومجازی چون وصف واحد قایم بیک موصوف باشد وهمین قیام را مصداق اتصاف دانسته اند
ناچار باین همه اعتراف کردن لازم آمد که واسطه موصوف است نه ذی واسطه اعنی وصف
معلوم قایم به مفیض است نه به مستفیض مگر یاد باید داشت که مراد از مفیض منشا و معدن
وصف است مثل سیاهی دوات بهر سیاهی حروف نه انکه این قسم اوصاف ومناشی
انهار از جای بجای رساند چنانکه کاتب را می بینی مگر او صاف ازانجا که بدو قسم اند یکی فاعلی و
فعلی دوم مفعولی وانفعالی وافاضه واستفاضه هریکی بنهج دیگر باشد کیفیت اتصاف
نیز در هریکی بر یکی جدا باشد اگر وصف فاعلی ست قدم منذ ذات الموصوف ودوام مادام
ذات الموضوع لازم آید وچون اینچنین است اولیه وبالذات بودن آن وصف خود از

توابع آن باشد و اگر وصف مفعولی و انفعالی است نه قدیم است نه دوام البته فرق او به
و بالذات و بالعرض همانسان باشد که در اصل بود و همین است که حرکت سفینه را باآنکه در
حق او اول و بالذات است لازم و منجملهٔ اوصاف قدیمه نگویند چه حرکت منجملهٔ اوصاف
مفعولی است و ازینجاست که مثل دیگر صفات مفعولی در اوش صفت فاعلی پیدا توان کرد
اعنی چنانکه دیگر افعال لازمه مطاوع افعال متعدیه باشند همین طور تحرک لازم است و مطاوع
حرکت که متعدی است اکنون میباید شنید که جالس سفینه و محمول فی الصندوق را اگر باین
اعتبار ساکن بگویند که حیز اصلی و مقام سابق خود را از صندوق یا تختهٔ سفینه نگذاشته و باین
اعتبار توان گفت که الآن کما کان بقید بر همان کیفیت است که بود تغیری باو راه نیافته زمین
منور بنور آفتاب نیز باعتبار کیفیت ذاتی خود همانسان است که پیشتر ازان بود و اگر اینجا
کیفیتی از طرف آفتاب یا چیزی دیگر عارض حالش گردید جالس سفینه را نیز کیفیتی تازه عارض است
بالیقین ورنه عبور از یک کناره بکناره دیگر ممکن نبود باز اختیار است او را حرکت گویند یا
سکون لیکن اگر کیفیت عارضه بر جالس مسمی به جلوس است کیفیت عارضه بر زمین نیز مسمی
به وجوب است اکنون اگر کسی آفتاب را گوید که موصوف بان صفت نیست که عارض
بر زمین است از ما تیر صدا اختیار است بگوشش یا وجه با پیشتر در آخر صفحه سوم
از تحذیر الناس دفع دخل کرده ایم بقدر ضرورت یک جمله ازان مرقوم است آن اینست

باینهمه

toobaa-elibrary.blogspot.com

باینهمه بوصف اگر آفتاب کا ذاتی نہیں تو جسکا تم کہو وہی موصوف بالذات ہوگا الحاصل
و آخرین عبارت را بغور بنگرند اندرین صورت اگر آفتاب را واسطه فی الثبوت گویند و شعلهٔ
مستطیله را که لاحق زمین شده اند واسطه فی العروض نام نهیم بفرمایند که درین سخن ما لغزش از
کدام طرف راه خواهد یافت زیاده ازین نوشتن فضول می بینیم آنعزیز بفضله تعالی عالم
کامل اند باینهمه اگر غلط کرده باشم مکرر التماس اگر باشاره آنعزیز بلکه به تنبیه دیگران هم
اگر بر غلطی خود مطلع خواهم شد تا بنور عزم همین دارم که انشاء الله اعتراف خواهم کرد مگر
فهمیدن شرط است لیکن اہل فہم را سرو کار به مطلب باشد اگر بالفرض در واسطه فی العروض
ره غلط کرده باشم تا هم مطلبم را خطا گفتن خطا است چه غرضم نیست که سلسلهٔ موصوفات
بالعرض بر موصوف بالذات اختتام باید ازین قدر باین قدر تخطیه نتوان کرد چه حاصل
این اعتراض این وقت آن باشد که وقت اتصاف معروض موصوف بالذات را واسطه
فی العروض گفتن خطا است و پیدا است که این مزلّهٔ لفظیه باشد نه قدحهٔ معنویه تا اہل
فهم را انجایش انگشت نهادن باشد مناقشات لفظیه کار الفاظ پرستان است نه منصب
معانی سنجان باقی در بارهٔ حقیقت زمانه بوجه قلت فرصت بحثی جداگانه نوشتن نتوانم
باینهمه در جوابات استفسارات مولوی محمد حسین عالی القدر ضرورت نوشته ام میدانم
که آنعزیز را همان قدر به مضامین باقیه اگر باقیمانده بحث شد نه ملاحظه خواهد نمود در کمال عزت

این چند سطور رقم زده ام پس از ملاحظه این نامه یا نقل این نامه بخدمت مولوی احمد حسن صاحب
نیز ضرور باید فرستاد و فقط تحریر مختصر در بیان معنی حدیث متشابه عزیز از جان مولوی سید احمد حسن سلمه الرحمن
ناکاره پریشان خاطر محمد قاسم سلام مسنون میرساند مقبول باد عزیز من عماء در زبان عرب
ابر سیاه را گویند بزعم احقر در حدیث کان فی عماء اشاره بوجود منبسط است که صادر
اول است و از همه صادرات اقدم و از رب در این کان کنایه اشاره به تجلی است که در وسط
اوست و از همه تجلیات اعظم و مسقط اشاره دعوت انبیاء کرام همانست والله اعلم
چه ذات بحت من حیث هو نه مسمی باسمی است نه مضاف الیه یا مضاف اضافتی چه این قسم
مفهومات ازو بعد و ناگزیر است از هر قسم که باشد و آنجا نام و نشان هم مفقود لیس اطلاق
رب یا اضافت فی عماء چگونه راست آید آری اگر تجلی اعظم را رب گویند و وجود منبسط
را عماء دور از حقیقت نباشد والله اعلم بحقیقة الحال صورة این تنزلات این باشد که
ذات بحت از احاطه قیود و تعینات و تشخصات برون است و وراء الوراء نظر برین
لاتقید و لاتناهی از عوارض اولیه آن ذات باشد و چون لاتناهی را باستداره و
کرویت تشابهی و تجانسی است چه بهر طرف که روی تساوی است لاجرم تخیل اطراف
و وسط و آنهم بطور محیط و مرکز لازم است آید دیگر چون اشیاء را نسبتی فیما بین لازم است
اگر نسبت تباین باشد و نسبت را توجه اطراف بسوی یکدیگر ضرور از اطراف را توجهی بجانب

وسط لازم آید و ازانجا که صورة استداره و کرویت مسلم شد همه توجهات را گذر بر
مرکز ذات باشد و ازانجا که این نقطه متوارد توجهات غیر متناهیه و نسب غیر متناهیه
اطراف غیر متناهیه از دیگر نقاط ممتاز آمد شعشعانی که نقطه وسط را میسر آید هیچ نقطه
را میسر نیاید بلکه نقاط باقیه همه بیک توجه و یک نسبت مختص شده اند نظر برین
اجتماع نسب و توجهات مذکوره تجلی اول پیدا آمد پس ازین چون حرکات توجه
و نسبت را هنوز مجال نفوذ از مرکز بطرف ثانی باقی است آنچه ازینطرف آمده بود
همه بطرف ثانی رفت و آنچه از طرف ثانی آمده بود باینطرف آمد اندرین صورت
تجلی مرکزی همچو شعله فتیله باشد و نسج نسب و توجهات بمقابله اش همچو نور آن شعله باشد
که از هر طرف او را محیط است و با اینهمه آن شعله از همه ممتاز العرض وجود منبسط
صادر اول و لازم ذات اول است و این تجلی اعظم تجلیات است و اقدم و اسبق
انها لیکن چنانکه مرکز بصورت محیط باشد و همین است که اگر اندرون دائره دوائر
صغار متوازی انها ساخته بسوی مرکز فرود آیند انجام کار نوبت بر مرکز رسد و یک
دائره صغیره چنان مرسوم شود که در جوف او سوای مرکز دیگر نباشد اگر تجلی مرکزی
را بر شکل اصل ذات گویند بجاست و میدانی که در تجلی همین ارتسام صورت باشد
و در تکثر انطباعی وحدت منطبع از دست نرود لیکن چون وجود منبسط

tooba-elibrary.blogspot.com

عنوان اول است

واقرب نسبت از ذات بحت از دیگر عنوانات ازین جهت بالضرور از دیگر عنوانات در عدم ادراک
قریب تر بذات بحت باشد با اینهمه وجود منبسط اگرچه در مرتبه فروتر از مرتبه ذات است لیکن
تاهم وجود واست ومیدانی که اطلاق وجود از اطلاق همه مطلقها بالا است بلکه اگر حقیقی است
همین اطلاق حقیقی است چه مفهومی حقیقیی بالاتر ازین مفهوم نیست اگر هست ذاتی است که با
مفهومات هم سروکاری ندارد ودیگر مفهومات حقیقیه اگرچه بنسبت یکی بالااند وازین وجه بنسبت
او مطلق توان خواند بنسبت دیگری فروتر اند وازین وجه لایق اطلاق مقید اند نه مطلق پس
اگر بهر تجلیات مقیده لونی مقید از الوان باشد لاجرم بهر این تجلی بیرنگی تجویز کنند مگر چنانکه
در عدم ادراک بجز ظلمت وعدم انکشاف هیچ نباشد در بیرنگی هم همین باشد نظر برین اگر
اطلاق عماء بر وجود منبسط کنند بجا باشد پس ازین اگر سواد المعنی خالی گیرند چنانچه در مواقع
کثیره باین معنی آمده حق ظاهر است واگر اینجا هم تدبر را کار فرمایند خیال احقر آن است که
این مفهوم را بر حسب ذاتی خداوندی که صفت قدیمه اوست وازهمان درگاه بندگان ناپاک تن تا اوانا
بهم یافته اند فرود آرند چه کارش همین تحریک و تحرک است و جنبش اراده منوط باوست
ومیدانی که این مضمون را با هوا خارجی چه قدر تجانس است اگر فرق است همان فرق
روح و جسد و لفظ و معنی اوست و صورت و معنی شاید همین است که منجمله الفاظ مفرده بهر معنی

بر

toobaa-elibrary.blogspot.com

حب یک بوی هم است و با این همه ارتباط علم وحب هم آنچنان است که انکار نتوان کرد
واتصال وعدم حیلوله حقیقی دیگر فیمابین نیز ازان قسم است که در وازان نتوان تافت و
پیداست که کار علم همین تمیز وانکشاف است که اول بار همه وقت تحقق تجلی اول وانتیاز
او از محیط متحقق گشت پس اگر آن مرتبه را تعین علمی هم باین اعتبار گویند بجا است این وقت
این ارشاد حضرات صوفیه کرام رضوان الله علیهم اجمعین که تعین اول تعین علمی است هم راست
خواهد آمد وارتباط جملتین نیز چسپان خواهد شد در سه ماه عشرت بی تدبیر و تفکر نبشته ام زیرا که اهل سبق
نشسته اند و وقت از حد متجاوز شد مگر چه کنم که پاسخاطرت اینهمه میکتاند در صحت وعدم صحت
این قسم مضامین برین چنین افهام که نصیب باو شماست اول تکیه نباید کرد با اینهمه اگر فرض کنیم که
راست همین است بهر تفهیم هرکس وناکس جرات نباید فرمود سراپا عنایت منشی حمید الدین صاحب
سلمه الله تعالی سراپا گناه محمد قاسم پس از سلام مسنون میگارد مباشرت بازن حائضه ممنوع
است واگر نفس بدکیش باشاره شیطانی در چنین حالت ناپاک هوس خود برآرد حکم پیغمبر صلعم آن است
که در حالت غلبه حمره یک دینار و در حالت صفره نصف دینار به فقرا صدقه دهد چنانچه روایات
مشکوة شریف برین امر دلالت دارند عن ابن عباس قال قال رسول الله
صلعم اذا وقع الرجل باهله وهی حائض فلیتصدق بنصف دینار
رواه الترمذی وابوداود ونسائی والدارمی وابن ماجه وعنه

[illegible]

عن النبی صلعم قال اذا کان دمًا احمر فدینار واذا کان دمًا اصفر فنصف دینار رواه الترمذی بالجمله کفاره این حرکت واجب باشد یا مستحب مستحب است کہ معروض شد وازین تصدق مرتبه این معصیت میتوان براورد اگرچه دیگر صغائر بودی بشهادت حدیث شریف صلوة باجماعت تکفیر ان میتوان کرد بحکم تصدق اشاره بان فرموده اند که این معصیت بنقض طهارت وشکستن سوگند که جبر نقصان آنها بتصدق کرده اند میماند بلکه در بعض روایات درین باره آنچنان تشدیدی فرموده اند که از جمله معاصی بزرگ شمرده معصیت فرموده باشند هم در مشکوة است عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلعم من اتی حائضًا او امرأةً فی دبرها او کاهنًا فقد کفر بما انزل علی محمد رواه الترمذی وابن ماجه والدارمی مگر مرحمة باد ابادنه این حرکت را زنا توان گفت نه احکام زنا بران جاری توان کرد زن حائضه در حالت حیض بنکاح است از نکاح نمی براید ورنه انوقت نکاح بخواهر وعمه وخاله اش درست میبود ودر حالت حیض یکی از چار زنان نکاح خمسی ممنوع نبودی وهم درینحالت برده داری واجب شدی تا به تقبیل ومعانقه که بتصریح اجازت آن در حدیث شریف وارد است چه رسد بلکه بعد اختتام حیض ضرورت تراضی مکرر وتجدید نکاح ومهر نو می افتاد وزنا همون مباشرت را گویند که بازن غیر منکوحه اتفاق افتد ومعمول در دبر

خواجه عالم ابن همیدان را خوش نمی آید بلونش می پندارم اما نه چندان اگر در منعش بهم غوغاء عوام نباشد چه مضائقه ووتر بارها از قیام لیل است مصلحت اتمام نسبت رکعت که ما نا عبادت شب و روز است زیره جوشش گرفته چون خصوصیت رمضان شریف داعی ادا رقیام لیل بجماعت شد اجتماع بهوتر هم مناسب افتاد انجا فقط تاکد است که نوبت باجتماع رسانیده وجوب که بالاتر ازان است بابن اختصاص سنده اجتماع چون نشود معمول جماعت بهرحال از امارات تاکد ووجوب وفرضیت است هان بعض واجبات راشل وتر در غیر رمضان شریف به تقاضا مصلحتهای دیگر از مقتضا وجوب مذکور بیک طرف کشیده اند باقیمانده اینکه ان مصلحتها چیست بیانش بوجه تطویل توان آری اینقدر میتوان گفت که وجوب وتر بمقتضاء اصل حقیقتش اعنی حیثیت قیام لیل نبود لحاظ عدد نسبت رکعت که امری است خارجی از مرتبه حقیقت سرمایه این وجوب است ودر قیام لیل رمضان اگرچه بنظر حیثیت قیام لیل مطلق داعی عدم تاکد است اما ادا خصوصیت رمضان شریف وجهی است قوی بهر تاکد چه رمضان شریف خاص بهر خداوندی است یازده ماه در خواهش خود میگذاریم چون این ماه بر سر رسد میباید که در کار خداوندی سر دهیم روز بهر معیشت است چنانچه فرموده اند وجعلنا النهار معاشا میباید که در روز از معیشت دست برداریم وکمالش اینست که از خورد ونوش ومباشرت زنان که اصل ومقصود جمله حرکات وسکنات است باز مانیم وشب بهر راحت است چنانچه میفرمایند وجعلنا اللیل لباسا

toobaa-elibrary.blogspot.com

میباید که در شب کمر همت چست بسته بخدمت برخیزیم بانوعی که مذکور شد صیام و قیام
رمضان فرض و موکد و فرضیت و تاکید را طلب علانیه می سزد اجتماع و اهتمام بدان تناسب
دارد تا حال مطیع از عاصی معلوم گردد و حدیث اگنجایش تن آسانی نماند دوم مطلق قیام لیل
می خواست که موکد باشد چه این وقتی است که روی عنایت با بندگان میکنند و تقاضای
رحمت بسوی ایشان می آید یعنی چنانچه در احادیث وارد است بآسمان اول نزول میفرمایند
این وقت بنده محتاج با چندین نیازها که دارد کجا بی نیاز از آن بی نیاز مطلق روی خود
در چادر و لحاف بپیچد و پهلو به بستر زند در خور آنست که تشریف کرامت و لقد کرمنا
از و برگیرند و از درگاه خود برانند و میدانی که همین است حاصل تا کدام مگر رحمت لطیفه آن
رحمن را ببین که با چندین دواعی و موجبات سرگرمی چسان ازین تن آسانی و خشم پوشش
چشم می پوشند و جهش چون اینست که مداومت این خدمت شدید انسان ضعیف البنیان
که خود به ضعف او گواهی داده اند میفرمایند خلق الانسان ضعیفا دشوار خواهد بود
در چنین مدت قلیله که دوازدهم حصه سال است با وجود اقتضا رسابق و لاحق دشوار نبوده
و قیام مذکور را بزمره موکدات کشیدند بالجمله وجه تنها خواندن نفل شب در غیر رمضان
و اجتماع بهر آن در رمضان اینست که عرض کرده شد و الله اعلم مگر جمل و تر را باید شنید
که واجبش هم کرده اند باز بجماعت نخواستند چون در خواندن و تر هر روزه بجماعت

ابهام تساویش بنوافل نفل بیگانه بود اندیشه اختلال نظم بمیان آمد و با وجود وجوب
مذکوره اشاره به پنهانی رفت تا اهل دانش را از توقیعات وجوب و این فرق بی الفرق را نباید
و فرض را از واجب و واجب را از فرض جدا شناسند باقیماند آنکه نسبت رکعت از چه رو
حکم عبادت شب و روز دارد تفصیل این اجمال اینست که روز جمعه را بر دوازده ساعت
تقسیم فرموده اند در نسائی و ابوداود از جابر رضی الله عنه روایتی است مرفوع یعنی
از حضرت پیغمبر صلعم منقول است که روز جمعه دوازده ساعت است در ساعت اخیره ساعت
جمعه را که مظنه استجابت دعاست میباید طلبید اینست یا قریب این مضمون روایت و
پیداست که خصوصیت جمعه با این عدد اتفاقی است هر روز را همین مقدار است و باز
شب نیم و در اصل با روز هم پله بنظر برین مجموع ساعات شب و روز بیست و چهار شد
باز ازین بیست و چهار چهار ساعت یعنی ساعت طلوع و ساعت غروب و ساعت
ششم و هفتم که مابین آن هر دو وقت استواست ناقص برآمدند باقی همان
بیست ساعت ماندند و این طرف بتوقیف تقسیم بر دوازده اشاره بان فرموده اند
که با یک ساعت کار معتدبه توان کرد چون ازین هم کم کنند گنجایش کار معتدبه نماند در شر
بر دوازدهمی استادند تقسیم کنان فروتر نرفتند و پیداست که در نوع صلوة کاریکه در
حساب آید یک رکعت است همین را میفزایند و همین را میکاهند ازین افزایش و کاهش

toobaa-elibrary.blogspot.com

دل حقیقت آشنا باینطرف میرود که یک رکعت جامع جملهٔ اجزاء صلوة و مظهر تمام صلوة است بلکه اگر
گویند حقیقت صلوة همین رکعت است و بس بجاست نظر برین بمقابلهٔ یک ساعت یک رکعت گرفتند
زیاده ازین اگر عرض دارم این مکتوب نسخهٔ طولانی شود دهم دربعض الترادیح از تحریر همچو خیالات
فارغ شده ام همین به که دم درکشم و قلم را باندازم بخدمت جمله بااوران بشرط یاد سلام رسانند
دور افتاده محمد قاسم بعزیز از جان کمالات نشان مولوی احمد حسن زاد الله عمره وقدره و
کماله پس از سلام و شوق مینویسد میباید شنید که ملک اضافتی است که تحقق آن بر مالک و مملوک
موقوف است اگر یکی ازین دو رکن منهدم شود نسبت فیمابین رخت بعدم کشد و در اشیاء
مرکبه بانعدام جزو واحد نیز انعدام اصل لازم است چه حقیقت اشیاء مرکبه هیئت امتزاجی
میباشد که آنرا بهیات کل تعبیر میکنم و بحاصل ازان قسم اگر کون و فساد آن دفعی است تدریجی نیست
که ربع ثلث نصف وغیره اجزاء وابعاض علی سبیل التعاقب زائل شده نوبت زوال
کلی برسد نی بلکه پس از اجتماع جمله ارکان و مجموعه ماده دفعةً حادث میشود و پس از انعدام
یک سهم ازان مجموعه وازان ارکان هم دفعةً زائل میگردد تخیل صائب بهر شهادت
این دعوی کافیست دلیلی دیگر بکار نیست پس اگر تخم گندم را باسیا سایند همان حقیقت
گندم که هیئتی امتزاجی بود که باجتماع اجزاء آرد و قشر به تناسب و تقارن خاص پیدا
شده بود باطل شد و بدینوجه ملک مالک که بآن تعلق داشت رو بعدم کشید آری حقیقتی دیگر

مابه الفرق حقیقت سرقه و غصب و تفرقهٔ احکام آن

رو بظهور آورد که آنرا آرد گویند مگر حدوث آن بفعل این کس دیگر است و میدانی که بناء
ملک اول همین احداث مملوک است که بوجه کمال منحصر در ذات آن ذوالجلال است و ثانیاً
قبض که از تفریعات احداث است مگر چون غرض از ملک تصرف و انتفاع است که
علت غائیه آن قبض مالک است در بنی آدم مدار کار مالکیت بر قبض نهادند اگرچه بقبض آن
قابض مطلق که والارض قبضته یوم القیمة والسموات مطویات بیمینه
اشعاری ازان است نرسد لیکن اگر بر همین قیاس احداث ناتمام بنی آدم را نیز موجبات
ملک قرار دهند بدرجه اولی از قبض ناتمام اوشان زیبا است بالجمله فکر صائب بدین جانب است
که این احداث باین کیفیت که هنوز بدست خویشتن است لاجرم از موجبات ملک باشد مگر
چون این احداث مستلزم افناء هیئت اول است که مملوک کس دیگر بود قیاس اینست که
تاوان آن بجواء املاک مغصوب که بذمه غاصب افتند بگردن این سارق خواهد ماند باقیماند اینکه
اول مصداق سرقه متحقق شد پس از ان املاک مذکوره این چه پیش آمد که بقطع ید ازان حسابی
نگرفتند وانکار تا نوی بود آثار انرا برقرار شمردند جوابش اینست که اول سرقه و غصب وغیره
امور اگر مطلوب است بغرض تصرف مطلوب است قبل تصرف اگر حکمی بران داده انداجرا
دریده عرض نکرده خلی دران داشته باشند و همین است که بر سرقه اشیاء غیر منتفعه
دست نبرند لیکن اگر بعد ثبوت غرض متحقق به نسبت غرض موهوم و مظنون بدرجه اولی قابل

toobaa-elibrary.blogspot.com

تفریع آثار باشد پس این الملاک مذکور که متحقق شد از ان تصرف موهوم که وقت سرقه متوهم بود چه اگر
اقوی و احری بالملاحظه باشد لیکن از انجا که غصب و سرقه از اضداد است اگر چه غرض انجا هم
همان باشد که در سرقه بود اعنی تصرف مذکور و بالفعل صورت غصب بر روی کار است
نظر برین احکام غصب به نسبت احکام سرقه واجب الرعایت باشند بلکه واجب است که
احکام سرقه را رعایت نکنند ورنه در پرده اعتراف و اقرار اجتماع الضدین لازم
خواهد آمد بالجمله مصداق سرقه بالکلیه از ساحت وجود برخاست احکامش که بدست
آن گرد بودند چگونه بر روی کار باشند غرض زوال علت موجب زوال المعلول شد و این
قاعده نه تنها عقلی است احکام نقلی نیز بر رعایت ان شاهداند اول همین که بهلاک
مال زکوة ساقط شود و باز عاید نمی شود در بلغار و غیره ممالک شمالیه که پیش از غروب
شفق طلوع صبح صادق میشود علما بسقوط نماز عشا فتوا داده اند علی هذا القیاس
الغرض چنانکه قبل تحقق علت معلول بوجود نمی آید بعد انعدام ان بعدم میگراید انیست
انچه که در جواب شبهه اول بدلم ریخته اند اکنون جواب شبهه ثانی بشنوند شهادة شهود را انکار مدعا علیه
ضروری است لهذا تا نیز شهادت شهود تا همان وقت باید که انکار باقی است چون انکار
از میان برخاست شهود بچه کار آید میباید که محض لغو گردد اکنون انکار سابق و اقرار
لاحق متعارض شدند و مع اللبس باولی من ذالک چه تقدم و تاخر زمانه درین

باره قابل لحاظ نیست آخر هر دو قول خبر است و هر خبر محتمل صدق است و کذب چنانکه کذب
اول و صدق ثانی محتمل است همچنین عکس ان و قصه تضاد و نسخ را درینجا کشیده آوردن
بیهوده سری است سرقه و غصب لاجرم باهم تضاد دارند و هر که آخر است همان را موجود
توان گفت و دیگر را معدوم نه بر عکس و میدانی که در قول اول و آخر تضاد نیست نه اقوال مذکوره
منجمله اوصاف نه آنرا موصوف متحد و اگر باعتبار زمان لحاظ اجتماع ممکن نیست گو نباشد اجرای
حدود از حکم الفاظ نیست منجمله آثار مخبر عنه است که تقدم و تاخر یکی بر دیگری هنوز معلوم نیست
با اینهمه اندرا حدود بشبهات منجمله مسلمات و الله اعلم هر چه نوشته ام باعتماد تحریر آن عزیز نوشته ام
اگر بالفرض مسئله دگرگون است اینهمه کاوی زبون بریش خاوند با اینهمه اگر مسئله صحیح است
و هر چه نوشته ام تقریبش نتوان شد وجهش آنست که هیچمدانم و پریشان والسلام
دو راقم افتاده محمد قاسم سلام مسنون بتقدیم رسانیده میرساند که رقیمه آن عزیز اسمی حاجی محمد عابد
صاحب را دیدم و بطفیل دیگران مسرور گردیدم بمطالعه اعتراض شیعه و پیچ و تاب
او شان سخت تحیرم در گرفت این قصه نه اخچنین است که فهمیم و انهم آن عزیز چنین در
پیچ و تاب آیند عزیز من استاد من بل مولی الانام مولانا مملوک العلی بروایت استاد
خویش اعنی مولانا رشید الدین خانصاحب رحمهما الله تعالی و قدس اسرارهما که او شان را
با شیعان معامله ها افتاده و مباحثه ها رو داده می فرمودند که نقل شیعی از کتب در مبحث مباحثه

فیمابین هرگز مطابق اصل نمیباشد با تجربه و استقرا او دریافته ایم که درین باره باتباع یهود
و نصاری که از سیما حال و فحوای اقوال شان پیروی اوشان باوشان هویداست
تحریف را بکار می برند بحذف لاحق و سابق یا بتغیر و تبدیل در مغالطه می اندازند اخبار
شان درین بحث هرگز قابل اعتبار نیست مرد مقابل را لازم است که نقل را با اصل
مطابق کند و این روایت نه تنها روایت است یا درایت نیز دست و گریبان هست و
چون تباشند قومیکه دین اوشان تقیه و عمده ارکان اسلام اوشان باشد اینکار اگر نکنند
چه کنند خصوصا درین افسانه اعنی معامله حضرت عمر رض مگر در نقلیات اهل سنت و مفضلات
اوشان کمال ایمان حضرت عمر رض بمنزله بدیهیات از عقلیات هست چگونه تواند شد که
عینی شارح بخاری این کلمه پوچ بے اصل را بر زبان آرد کیست از اهل سنت که از کمالات
حضرت عمر رض خبر ندارد و بر اخلاص اوشان از اول مطلع نیست آری شیعیان مثل دیگر
خرافات اوشان درین قصه اعنی در معامله شیخین رض اقوال متهافته دارند بعضی باین
طرف هم رفته اند که اوشان از مولفة القلوب بودند و شاید علامه عینی حسب مثل مشهور
نقل کفر کفر نباشد این قول اوشان را در معرض تردید ذکر کرده باشند یا آنکه بطور تنزل بود
کاش از ان شیعی که در مقابل ماست نشان باب و کتاب دریافته می نوشتند تا بر طبق
ان نشان اول در حواشی بخاری شریف تجسس کرده می شد و اگر از ان کار بر نمی آمد نزد

مولوی

مولوی عبد الرحمن صاحب بسیرهه نوشته می فرستادم در کتب خانه مولوی احمد علی صاحب
نصف اول عینی بیشتر موجود بود در غدر گم گشته بعض بارهایش باز بهم رسیده بودند اگر
ان کتاب و ان باب دران پارها میبود امید که تعلیقات آن باب را از مقام مقصود
نقل کرده می فرستادند مگر اکنون چه تواند کرد که نه عینی در اینجا موجود که او را تفتیش کرده شود
تعلیق مذکور برآورده شود نه بخاری چنین کتابے که مقید بضابطه باشد تا بینند اش
انرا بیش گرفته بمقصود خود تواند رسید آلعزیز خود میدانند که امام بخاری رحمه الله علیه
یک حدیث را بکرات و مرات در ابواب مختلفه می آرند و انهم در بعض ابواب بمناسبات
خفیه که در بادی النظر هرگز هویدا نمی شود بلکه قبل از ایراد اوشان باین معنی پی نتوان برد
و مناسبت مکنونه اوشان منتزع نمیتوان شد زینوجه اینهم ممکن نیست که قبل اطلاع
نشان دیگر از ابتدا ایت کرده شود تا اوشان مطابق اشعار ما اینکار توانند کرد یا فهمانند
اینکه سلمنا علامه عینی انچنین نه نوشته باشند اما ازینقدر انکار نتوان کرد که حضرت
عمر رض در صلح حدیبیه بانکار برخاستند احادیث صحیحه شاهد اند این انکار اگر ناشی از انکار
رسالت سید ابرار علیه و علی آله افضل الصلوات والتسلیمات نیست باز چیست و
همچنین تکفیر حضرت عمر رض اعنی بلفظ این گفت و شنود بر داختن اوشان مسلم این امر
متفرع بر اشتباه در نبوه حضرت صلعم اگر نبود باز چه بود تحریر جوابش هر چند نظر بر

toobaa-elibrary.blogspot.com

خوش فهمی آن عزیز سخن را طائل می بینم اما بخیال آنکه گاهی اذکیا در امور جلیه حیران می مانند تنبیه
کردن ضرور افتاد عزیز من بعد ملاحظه احوال سابقه و لاحقه حضرت عمر رض این امر از کمالات
او شان معلوم میشود این دو مقدمه معلوم عزیز خواهد بود یکی آنکه جمله انتظامات دینی و معاملات
نبوی مسبوق بوحی نمی بود ورنه امر شاورهم فی الامر چه معنی داشتے بلکه احکام انتظامیه که اجتهاد
آنرا اکثر بنام بدی تعبیر کرده برای حضرت صلعم منوط بودند و همدرین احکام حضرت سید
انام علیه و آله افضل الصلوات والسلام مامور بمشوره بودند گو پس از ملاحظه تقریر خداوندی
ملحق باحکام وحی میشوند دوم آنکه خدمتگار جان نثار که در هنگامه های تا عمر قهار ریخته
و براه مخدوم بخاک آمیخته باشد — در نظر مخدوم مان ذوی الاقتدار که از عقل و فراست
و دیانت و مروت بهره وافر داشته باشند چنان مورد الطاف میشوند که در بعض مواقع
دقت را دیده منازعتها میکنند خصوصاً در امریکه منشأ منازعت دران خیرخواهی مخدوم
خود باشد شاهد این مدعا از آیات سوره هود فلما ذهب عن ابراهیم الروع
وجاءته البشری یجادلنا فی قوم لوط و از احادیث هم درین قصه
حدیبیه با وجود امر نبوی محو نکردن حضرت علی رض لفظ رسول الله را البته است پس ازینجا اگر شیعان
باستناد این حدیث مدعی نفاق یا ضعف ایمان حضرت عمر رض باشند لاجرم حضرت ابراهیم
علیه السلام و حضرت علی رض را بدتر از او شان خواهند شمرد آخر حضرت عمر رض کفار یا کردند
نعوذ

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت ابراهیم علیه السلام و حضرت علی رض هیچ نکردند خصوصاً حضرت ابراهیم علیه السلام را
که منازعت بلکه مجادله او شان بخیرخواهی حضرت خداوندی با تائید دین الهی هیچ تعلقی نداشت
و حضرت عمر رض اگر در معامله مذکوره چیزی عرض کردند نظر بلحوق عار بشان حضرت سید ابرار
صلعم و دین محمدی عرض کردند اگر فهم باشد جمله فهم نعطی الدنیة فی دیننا برین معنی گواه است
و حضرت علی رض هر چند هرچه کردند بپاس عظمت حضرت رسالت صلعم کردند اما مخالفت
امر کردند حضرت عمر رضی الله عنه را هرچه افتاد بجوش حمیت حضرت نبوی علیه وعلی آله
افضل الصلوات والتسلیمات افتاد مخالفت امری رونداد و شتان بینهما معهذا
اگر اشتباه همین است که حضرت عمر رض را پیش آمده و باین وجه او شان از ضعیف الایمان
بودند میدانم که شیعان حضرات رسل علیهم السلام را ضعیف الایمان بلکه بی ایمان محض اعتقاد
کرده باشند و آیه سوره یوسف حتی اذا استیأس الرسل وظنوا انهم
قد کذبوا بر قرأت تخفیف ذال که قرأت مشهور و متواتر است مستند او شان
باشد شرح این معما اینست که درین سوره یوسف می فرمایند لا ییأس من روح الله
الا القوم الکافرون باز ظن کذب خداوندی از شک که مرادف اشتباه
است بالاتر است و ایمان را اگر حقیقتست یقین صدق خداست علاوه برین آیه
واقعه سوره بقر رکوع دوم پاره سوم واذ قال ابراهیم رب ارنی کیف

تحی الموتی قال اولم تومن قال بلی ولکن لیطمئن قلبی و دین امر شیعان را
ستند کامل است چه خود حضرت خداوندی را بر طبق فهم شیعان در ایمان حضرت
ابراهیم تردد افتاد و حضرت رسالت پناهی صلعم موافق فهم شیعان این را بشک تعبیر فرمودند
نحن احق بالشک من ابراهیم او کما قال و ازین جمله نه تنها در شک بودن
حضرت ابراهیم علیه السلام می بر آید بلکه حضرت سید الانبیا علیه و علی آله افضل الصلوات
والتسلیمات گرفتار شک حسب فهم شیعان معلوم میشوند و اگر بطرفداری حضرت ابراهیم
علیه السلام ایمان او جدا و اطمینان او جدا اقرار سید نهند حضرت عمر رض چه خطا کردند که این
جواب از دوستان نمی شنوند باز اگر متعصبی سخن پروری خود بر خلاف دیانت و امانت
عرض حضرت عمر رض گستاخانه قرار دهد و ما به الفارق این قصص و این قصه این امر را نهد
میگوییم که آیه سوره هود بگذشت شیعان ملاحظه فرمایند و انصاف فرمایند که در مجادله
چه کمی هست اگر انصاف باشد بالیقین خواهند فرمود که مجادله از گستاخی هم در گذشته و
اگر برین یک آیه قناعت نباشد آیه سوره اعراف که متضمن مقاله حضرت موسی است
علیه السلام اعنی آیه أتهلکنا بما فعل السفهاء منا ان هی الا فتنتک
تضل بها من تشاء و تهدی من تشاء را شیعان مطالعه فرمایند
دامان سب و شتم دراز خواهد شد و بر زبان گستاخانه در حق انبیاء و رسل هم دست و بر هم

بر

بهم خواهد رسید مگر اندرین صورت حضرت عمر رض و طرفداران او شانرا نیز شکایتی نخواهد
ماند اقتداء انبیاء و پیروی سنت او شان شعار اهل سنت است اگر انبیا نیز نعوذ
بالله من هذه الخرافات تا بدرجه ایمان نرسیده بودند و همین بی ایمانی سرمایه کمال
او شان بود فنعم الوفاق همچنین قصه حضرت یونس علیه السلام در سوره انبیاء در باره
اقترب للناس مرقوم است شیعان خود ملاحظه فرمایند خود خداوند کریم در حق او شان
می فرمایند وذا النون اذ ذهب مغاضباً فظن ان لن نقدر علیه
فنادی فی الظلمات ان لا اله الا انت سبحانک انی کنت
من الظالمین لفظ مغاضباً و هم لفظ فظن ان لن نقدر علیه بالغور مطالعه
فرمایند باز در جواز سب و شتم حضرت یونس هیچ اشتباهی باقی نخواهد ماند معهذا
چنانچه کفاره دادن حضرت عمر رض اعتراف به تقصیر خویشتن است و دلالت جمله
انی کنت من الظالمین در اخبار این اعتراف بیشتر ازین است از اشاره تا عبارت
فرقی که هست هویدا است باقی کفاره ندادن حضرت عمر رض در قصه نماز جنازه ابن
سلول که مشتبه بودن انکار حدیبیه را مشیر است مبنی بر آن است که انجا هم
خداوندی تائید رای عمری کرد و موافقت وحی باعث اطمینان شد که هرچه کردم
حق کردم و هرچه گفتم حق گفتم اما درینجا چون وحی بموافقت نیامد این منازعت

toobaa-elibrary.blogspot.com

خویشتن را بوجه کمال ورع و غایت احتیاط و نهایت سوء ظن بنفس خود که شیمه
انبیاء و ائمه میباشد چنانچه ادعیه توریه و قرآنی که از زبان انبیا منقول اند و نیز ادعیه
صحیفه کامله که نزد شیعه بمنزله صحیفه آسمانی است و ادعیه مدعوه حضرت امام همام
امام زین العابدین در آن مرقوم اند بر آن دلالت دارند گمان کردند که از من
خطا واقع شد که در پیش حضرت رسالت پناهی صلعم اینچنین جرأت کردم شاید این امر
از عرق عصبیت و تعصب قوم و پاس عزت خود در ینمقام خاسته باشد شواهد این
واقعه در کلام الله بسیار اند از تطویل میترسم زین جهت بر یک آیه قناعت میکنم مقوله
حضرت موسی علیه السلام در واقعه قتل قبطی در سوره قصص پاره بستم مرقوم است
هذا من عمل الشیطان انه عدو مضل مبین فقط والسلام

مشفق من مولوی منصور علیخان صاحب سلمکم الله تعالی السلام علیکم و علی من لدیکم
عنایت نامه رسید جوابش اینست که اول بهر اینچنین اقوال که بظاهر سراسر مخالف نصوص
قطعیه و هم براهین عقلیه باشد سندی میباید پس اگر بشهادت سندیه ثبوت پیوست
که این سخن گفته فلان بزرگ است و از طرف حسب تعیین ربانی علامات ایمانی از هر
قول و فعل ایشان بیشتر ازین سخن هویدا شده باشد آنوقت البته در اول وهله
تکذیب و تغلیط آن سخن نباید کرد ورنه در پی تاویل ان شدن محض بیهوده سری است.

و در ین ضیق رخنه گری چه اندرین صورت هر کس و ناکس را جرأت اینچنین هذیانات
بدست خواهد آمد و رونق بازار اسلام خواهد شکست مگر با اینهمه پاس خاطر آن مشفق نمیگذارد
اگر بکسی این راز را نگویند میگویم که مصدر همه کائنات چنانکه ذات رفیع الدرجات حضرت
خالق ارضین و سموات است همچنین مصدر صفات واجبی هم همان مخزن برکات است که
انجا حدوث است و انجا قدم انجا خلق است و انجا لزوم انجا تباین است و انجا تلازم با
اینهمه تلازم هم ملازم ذات منعوت لازمی لوازم ذات اند که ملزوم آن همان ذات رفیع الدرجات است
مثالی اگر بهر فهم این مراتب و فرق باهمی بکار است آفتاب و اشعه خارجه و تقطیعات نور
ارض را که ما آنرا به دهوپ تعبیر میکنیم پیش نظر کن جسم آفتاب فی آن نور را که در هر یک در باش
سرا کرده متشکل گردیده در بر گرفته ملزوم بندارد و این اشعه خارجه را که برنگ خطوط مستقیم
از ذات نور اول گرفته تا زمین مستطیل آمده آمده اند لازم ذات آن بدان و تقطیعات مذکور
را از مصدقات آن خیال کن چون این مثال بذهن نشست اکنون بشنو که هرچند در صفات تقدم و
تاخر زمانی نیست که زمانه خود در انجا وجودی و نمودی ندارد مگر از تقدم و تاخر ذاتی ناگزیر
است چنانکه ملحیات خود را مقدم بالذات از علم و علم را مقدم بالذات از اراده وغیره
صفات و افعال می پنداریم همچنین در صفات خداوندی اعتقاد تقدم و تاخر ذاتی
بشهادت بداهت عقل لازم است مگر اهل حقایق هم گواه اند و برهان عقل هم درین باره

toobaa-elibrary.blogspot.com

همچنین که صادر اول وجود است و هر چه جز این صدور یافته پس ازین صدور یافته و جمله احکام
وجودیه و صفات و کمالات وجودیه از حیوة و علم و قدرت و افعال همه بدو منسوب و بران
موقوف اگر وجود نیست زید را نه عالم خوانند نه قادر و همچنین قیاس باید کرد چون کلام برنگی
از انست هر سخن که باشد مرجع اداء آن همان وجود مذکور باشد والله اعلم و چون حال
صفات واجبی با وجود واجبی اینست حال وجود کمالات وجود ما چون نباشد که اینهمه مثل
تقطیعات نور زمین که یکی از پرتوهای نور آفتاب و آن اشعه خارجه است اینجا نیز کمالات
ممکنات از ظلال وجود واجبی است والله اعلم پس کلام و پیام و گفت و شنود ما نیز آخر الامر
بان وجود چنان باین ارتباط رسد که احکام این تقطیعات بنور آفتاب و اشعه ان میرسد
یعنی اینهمه تنویر که می بینی آخر الامر بافتاب نسبت میکنی مگر چنانکه باعتبار اتصاف ارض بدان
و لحوق دیگر کیفیات ممکنه از تربیع و تثلیث و تسدیس و تخمیس و غیره که حسب تقطیعات
صحن خانها بر نور عارض میشوند تباین است اینجا نیز همان تباین ملحوظ ماند نباید گفت
که قاسم و منصور علیخان نعوذ بالله عین ذات پاک خداوندی است بالجمله چنانکه پیر و جوان
و عاقل و نادان درین قدر متفق اند که آفتاب چیزی دیگر است و بالای آسمان و
این دهوپ چیز دگر است و بر روی زمین اگرچه از همان آفتاب و لیکن نور بر آمده باشد
همچنین ممکنات و ذات رفیع الدرجات را بدان که آن بر اوج رفعت است و این در حضیض

هبوط آنجا وجوب است اینجا امکان آن ذاتی دگر است این چیزی دگر چون باینقدر گوش
کردی دیگر بشنو که حقیقت سجود نه این وضع جبهه است بر زمین حاشا و کلا بلکه حقیقتش
تذلل است که هر جا برنگی دگر ظهور دارد در بنی آدم مظهرش همین است و در آفتاب و قمر و نجوم و جبال
و شجر و دواب که بنص الم تر ان الله یسجد له من فی السموات و من
فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب
وکثیر من الناس وکثیر حق علیه العذاب ثبوت آن قطعی است
و انکارش نتوان کرد مظاهرش دگر مگر مقصود بالذات ظاهر باشد نه مظهر آئینه اگر
مطلوب است بهر معاینه روی خود که دران ظهور کند مطلوب است نه بذات خود همچنین تذلل
مذکور اصل مقصود است و مظهرش بالعرض چنانکه معاینه عکس روی خود بی آئینه
صورت نه بندد ملاحظه تذلل مذکور بی مظهرش هر چه باشد امید نباید داشت تا کیفیات
قلبی قناعت کرده ازین سجده جسمانی بیگانه شوند گرد آئی که مابین مصدر و صادر
هر چه باشد و مابین ملزوم و لازم هر کدام که بود و علاقه ناز و نیاز و استغنا و حاجت است
و بدینوجه بیکطرف رنگ عزت و طرف ثانی رنگ تذلل برگرفته لازم و صادر پیش
مصدر و ملزوم ذلیل است گو به نسبت پرتوهای لاحقه و حادثه عزیز باشد چنانکه
پیداست شعاع خارج چنانکه پیش نور گردی که مندمج در جرم آفتاب است ذلیل است

toobaa-elibrary.blogspot.com

وآن عزیز همچنین تقطیعات مشار الیهاپیش شعاع خارج ذلیل اند وآن بمقابلهٔ آن عزیز چون آرین
هم فارغ شدیم سخن دیگر بشنو که مابین اجزاء زمانه تقدم و تأخر ذاتی است و باز انتقال من
حال الی حال چه آن اول فنا میشود آنَدم آنِ لاحق بوجود می آید پس اگر باین نظر بهر انتقالات
و تنزلات و تحولات صفات که هم تقدم و تأخر ذاتی دران هست و هم در مابعد بنسبت
ماقبل انتقال من حال الی حال وقت و زمانه و مرادفات آنرا باستعاره گیرند از قانون محاورات
و اسلوب کلام بلغاء دور نباشد پس ازین مقدمات شرح شعر مشار الیها مینویسم اگر قائل این
شعر مخالف نصوص و براهین یعنی من آنوقت کردم خدا را سجود که ذات و صفات خدا هم نبود
شخص کامل است والله اعلم معنیش اینست که این سخن را اول بوجه غلبهٔ شوق راجع بوجود
منبسط یعنی وجود واجبی و انتنعدان تنزل را که وجود مذکور بوجه صدور یا مصدر خود
یعنی ذات پاک خداوندی وارد سجود انگارند مگر چون تا آن تحول و تنزل که بوجه صدور
وجود مذکور بر روی کار آمده باعتبار تقدم ذاتی نامی و نشانی از صفات دیگر نبود
میتوان گفت که آنوقت این فرق ذات و صفات نبود همه برنگ واحد بودند این را مصدر
وان را صادر این را ملزوم و آنرا لازم این را ذات و آنرا صفات گفتن زیبا نبود که این
اسماء متضائفه همچو فوق و تحت و یمین و یسار و فاعل و مفعول و ضارب و مضروب و غلام
و مولی و دیگر اضافیات اگر متحقق میشوند با یکدیگر متحقق میشوند الغرض برین تقدیر مفهوم

نفظ ذات

نفظ ذات باعتبار تقابل تضایف از متقابلات مفهوم نفظ صفات است چون مفهوم صفات
نیست مفهوم ذات نیز نباشد و نفی هر دو بجا باشد پس هر که گفته که ذات و صفات خدا هم نبود
اگر مرد کامل و واصل است نظرش بر مفهوم است نه مصداق الغرض مصداق اصلی که هستی
بحت است از ازل تا ابد برابر موجود و همچنان باعتبار تقدم و تأخر ذاتی از همه اول و مقدم مگر
مفهومات مذکوره باعتبار تقدم و تأخر مذکور از مرتبه صادر اول فروتر اند والعاقل
تکفیه الاشارة و بالمحو چنانکه چون آسیب بر سر مردی یا زنی می آید و قواء و اعضاء
او را بسخره میگیرد و کار خود را از ان میگیرد همچنین غلبهٔ تجلیات وجودی بر ممکنات خاصه قواء
و اعضاء ممکنات خود را بکار خود گرفته عجائب و غرائب مینماید پس بظاهر ازین زبان سخنی می آید
در حقیقت منبع ان همان مرتبه مذکوره می باشد والسلام فقط غرض ازین داده الله علمنا علم
عبارات چند متعلق تفسیر آیه حتی اذا استیئس الرسل بر پرچه دیگر نقل بر داشته بودم
مرسل است بغور ببیند ازین عبارات هویداست که دیگران هم باین طرف رفته اند بلکه تاج
المفسرین حضرت عبدالله ابن عباس باین راه رفته اند آری مفسران دیگر بهمان خلجان که
در بادی النظر پیش می آید این راه را گذاشته اند بلکه بعضی از مفسران مستبعد شمرده اند و
من حیرانم که با این جلالت قدر امام فخر الدین رازی را چه شد ما چنان نمیدانیم که هر چه
ممکن است همه محتمل است و وعده خود دلیل قدرت بر مخالف موعود است پس اگر

[illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

کاملان وقت ظہور بے نیازی مثل غضب وحلم واستبطا و دعون سوسنان با احتمال
دیگر روند عین ایمانست نہ سلب ایمان وخلع ان ورنہ تقیید خلد و ناچاری
ان لازم می آید بالجملہ اینقدر ثابت است کہ حضرت عبداللہ ابن عباس ہمین گفتہ اند
کہ ما میگویم بلکہ ایذا ازان چہ ما را شربے دیگر بود قول ما آن بود کہ رسل علیہم
السلام را بحکم الحزم سوء الظن احتمال وسوسہ شیطانی پیش آمدہ باشد گو احتمال بے نیاز
در امثال این مقامات از پیشتر مشرب ماست اگر درین بارہ گفتگو کنند شاید در ثبوت
این روایت کنند مگر این چنین گفتار در ہمہ تفاسیر جاری است و اینکہ این محال است
وان ممکن ہنوز محل نزاع است بلکہ در نظر اہل نظر امکان امثال این افعال ہمچو آفتاب روشن
دیگر اینکہ این ہمدان را آیہ حتی یقول الرسل والذین آمنوا معہ متی نصر
اللہ یا آیہ حتی اذا استیئس الرسل درین بارہ متشابہ معلوم میشد و باہم یکدیگر
متعالق بنظر می آمدند مگر الحمد للہ حضرت عبداللہ ابن عباس مصدق این خیال شدند
باقی احتمالم بود کہ شاید زدری مولوی محمد حسن صاحب دربارہ ظن گفتگو کنند و گویند کہ
اگر سلمنا ضمیر ظنوا بجانب رسل عائد است و این ظن ہم بجناب کبریائی است لیکن این را
چہ جواب کہ بقول شما اگر ثابت شود امکان احتمال این قسم خیالات شود نہ ظن کہ خواہ
مخواہ قوت احتمال بدگمانی ازان می تراود در کفر این قسم ظنون تامل توان کرد

دوبار

و بجواب این اعتراض تہیہ کردہ بودم کہ حدیث الحزم سوء الظن را پیش کردہ خواہم گفت
کہ ما در اول نامہ جواب این اعتراض پیشگی فرستادہ ایم و علاوہ برین آیہ یا ایہا
الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم - را نیز
در خیال داشتم آری درین آیہ گنجایش لا نسلم بنظر می آید و در حدیث مذکور این قسم
حجت را مساغ نیست چنانچہ ہویداست مگر از تفاسیر مشار الیہا معلوم شد کہ اوشان
در گرفتن ظن بمعنی مجرد احتمال باک ندارند چون این چنین کسان را نقل اقوال باید حاجت
عرض حدیث مذکور ہم نماند مگر اول عرض حدیث و باز عرض اقوال مستحسن است
و در مباحثہ زبانی اگر اتفاق افتد چنان مستحسن است کہ اول آیہ ان اللہ علی
کل شئی قدیر را پیش کردہ شود بجوابش اگر فرق معدوم ابدی بودن نظیر نبوی
صلعم را پیش کنند باید گفت کہ نظیر صورت جناب ہم معدوم ابدی است
اگر گویند چہ معلوم وعدہ ختم نبوت آنجا ہست دربارہ صورت ما چہ وعدہ رفتہ باید گفت
معدوم ابدی را چہ ضرور است کہ معلوم ہم باشد با انہمہ این فرق موجب امتناع
نتوان شد تا احتمال امتناع موجہ شود بلکہ خود دلیل امکان است با انہمہ خاتمیت
موعودہ عین ذات نبوی صلعم نیست پس اگر ہمین بنا امتناع است لازم آمد
کہ نظیر ذات محمدی قطع نظر ازین وصف عارض ممکن است و ضروری و غیر ضرور

toobaa-elibrary.blogspot.com

بودن قضیهٔ محمد خاتم النبیین هم باین بحث تعلق دارد باقی در تحقیق معانی نظیر و مثل
هم خیال احقر باید شنید نزد احقر صدق جزئی علی کثیرین ممتنع است اما نظیران ممکن عرض
قسم شیء دگراست آن داخل تحت الشیء میباشد و نظیر شیء دگر از داخل تحت الشیء توان گفت
و وجود نظیر جزئی بطرز احقر از نیرنگیهای تکثر انطباعی است نه تکثر انقسامی تا یکی را قسم
و دیگر را مقسم توان گفت علاوه برین این را قسم و آنرا مقسم اگر خوانند ترجیح است بلا مرجح اگر
امری مشترک برآوردن لازم خواهد آمد مگران امر مشترک در نظایر بجز امر انتزاعی هیچ نیست
و در خصوص متباینه پیدا شدنی چنانچه قسمت را ازان ناگزیر است ظاهر است که در مثلث
و غیره هیاکل نتوان گفت که اگر خطوط را تقسیم کنند بر شش توان برآمد تا تکثر انقسامی درست
آید بالجمله حقایق ممکنه همه از قسم هیاکل اند و تکثر انطباعی در همه جاری آری تکثر انقسامی از
خواص وجود متنزلات آنست که مسمی بکلیات طبعی و موجودات خارجی است صور ذهنیه که وقت
حصول اشیاء بانفسها هم حدوث ان در باطن قوت علمیه ضرور است نزد احقر از نظایر است
بلکه هم کس را بعد تمهید یک دو مقدمه تسلیم آن لازم تا بلکه بطور حکما نظیر گفتن ضروری است ورنه
کلیت جزئیات یا عدم تطابق صور با معلومات لازم خواهد آمد + نظایر اضافیات بعد تحقق
نظایر مضاف و مضاف الیه ممکن است نظیر اضافیات را تناظر اطراف لازم است + چنانکه
هیاکل بشرط تشابه اطراف نظیر یکدیگر اند خصص وجود هم نظیر یکدیگر اند + هیاکل همه متناهی وجود

منبسط

منبسط غیر متناهی نظیر برین ممکن نیست که تکثر انطباعی آن در وجود منبسط ممکن نباشد + وجود
ذهنی که از قوت علمیه هم میگویم در بعض امور نظیر وجود خارجی است منجمله انطباع هیاکل و انتقاش
آن + وصف خاتمیت مفهوم اضافی است تناظر این مفهوم را تناظر اطراف این اضافت
لازم است و قبل تناظر اطراف اطلاق نظیر بیجاست و بعد تحقق اطراف و مفهوم اضافت
در تحقق نظیر هیچ خدشه نمیتوان شد + الف لام النبیین در خاتم النبیین اظهر انست که بهر عهد
خارج است و اگر بهر استغراق است استغراق افراد خارجیه است نه مقدره حتی یا منت
که لام همیشه بهر عهد میباشد و معنی حقیقی الف لام همین است استغراق نوعی از انواع
عهد است نظایر دیگر انبیاء کرام علیهم السلام را اول باید پرسید که ممکن اند یا بیهیت یا
ممتنع اند و جهش اگر همین خاتمیت حضرت رسول اکرم است صلعم دور لازم می آید
که خاتمیت کذائی خود موقوف بر امتناع نظایر انبیاء کرام علیهم السلام است و اگر
وجهی دگر است دید باید + آیه ان یشاء یذهبکم ایها الناس و یأت
بآخرین و کان الله علی ذالک قدیرا بر دو امر دلالت دارد یکی آنکه
شیئیه را وجود خارجی در احد الازمنة الثلثة ضرور نیست دوم آنکه معدوم ابدی بودن
چیزی مخالف امکان و مقدوریت نیست وجه ثبوت هر دو ظاهر است مراد از آخرین
اینست که بوجه توالد و تناسل یکی بعد دیگری می آید که مقدوریت و امکان این خود بر آوده

[illegible]

ظاهر است با اینهمه این امر را هر کس ضروری الوقوع می پندارد و آیات مشعره موت
کفیل این وعید شده اند تعلیق آن به مشیته اگر ذوق فهم باشد خبر از غیر معتاد بودن
آن میدهد آن هول را از دل میرباید + و آیه کل نفس ذائقة الموت درین باره
حکم عام رسانیده باشد تعلیق ان بمشیته بجای وعید کار وعده میکند نه کار وعید از
خداوند علیم چنین کلام بیهوده کی تواند که سختی بمعرض وعید گذارند و گفتگوی تسهیل
کنند بجز اینکه قطع نظر از توالد و تناسل آوردن بدل موجودین مراد باشد دیگر چه
گفته شود ظاهر است که با مخاطبین اینچنین نکرده شد ممتنع بالغیر بذات خود ممکن است
دلو جه عیر که آن غیر مانع انست ممتنع گمان مانع اگر خارج از ذات و صفات باری باشد
لازم آید که اراده خداوندی پیش آن غیر کار خود توان کرد و ارشاد فعال لما یرید
نعوذ بالله غلط گردد و اگران غیر صفتی دیگر باشد اراده است و همین حق است پس خلف
هم همین طور ممتنع است + از معلومات خدا ممکن نیست که قابل تعلق اراده خداوندی
باشد گو نوبت تعلق نرسد چنانچه مبصرات آن اند که قابل تعلق ابصار باشند اگرچه
نوبت فعلیه تعلق نرسد + فاعل حقیقی یعنی مصدر فعل فقط اراده است باقی صفات
حاکم آن اند خواه باعث تعلق باشند یا مانع آن در یک صورت واجب بالغیر است
و در یک صورة ممتنع بان اینقدر دیگر باید شنید که اگر بفحوای و لیتم نعمته علیه

۶/۱

دست زنند بهر دو افعتش انکار اتمام نعمت تشخصی کرده اتمام نوعی را پیش کنند بهر نظیر
از مرکبات عنصریه دو مثال پیش کنند یکی مرکبی که از همه عناصر اربعه قدری دران ودیعت
نهاده باشند و دیگر مرکبی که دو سه عنصر فقط سرمایه ترکیب او بود پس چنانکه مرکب اول
مجموعه همه عناصر است و در ایجاد آن اتمام انواع عناصر کرده اند نه اشخاص آن
همچنان از بهر کمالی از کمالات خداوندی که هر یکی از ان غیر متناهی ست باره معتد به
در وجود باجود ان سرور موجودات علیه و علی آله افضل التسلیمات والتحیات سپرده اند
نه آنکه اتمام تشخصی تمام کمالات کرده اند و اگر کرده اند دلیلی باید آورد و این شبهه را جواب
باید داد که اندرین صورت اول تساوی جناب باری عز مجده و حضرت عبد کامل
صلعم لازم خواهد آمد یعنی هر چه قدرت خداوندی میکند قدرت مصطفوی هم از ان
عاجز نیست علی هذا القیاس کمالات دیگر را باید فهمید چه در صورت اتمام نعمت تشخصی
و مظهریت تامه بطور مذکور اگرچه فرق بالعرض و بالذات هم باشد تاهم حسب زعم
اوشان محذور مذکور لازم آمدنی است چه اگر بالعرض هم است از دو حال خالی نیست انچه
آنجاست همه اینجاست با قدری هست و قدری نیست صورة ثانیه خلاف مفروض
است و صورت اولی خود مصحح محذور مذکور است علاوه برین موجودات دیگر اگرچه هم
مستفیض از مبداء فیاض اند لازم آید که همه کمالات بطور مذکور کرامت نفرموده اند

toobaa-elibrary.blogspot.com

ذاگر بواسطهٔ مصطفوی صلعم بکمالات مشرف شده اند نقصان افاضه اگر تنگی وکمی حوصلهٔ
قابلیت است این خود بخیال نمی آید چه ماہیات دیگر را از ماہیت محمدی صلعم چندان
تفاوت تنگی وفراخی وخوردی وکلانی نیست که مابین ماہیت نبوی صلعم وذات خداوندی جل
مجده ہست چنانچه ظاہر است اندرین صورت لازم است که بغیر مصطفی صلعم نوبت افاضهٔ کامل
نرسیده باشد یا احاطهٔ عام که مخصوص بحضرت ملک علام ست بهر رسول الله صلعم ثابت باید کرد
وبه کل شی محیط قائل شده قائل بنظیر خداوندی باید شد باقی ماند اینکه اضافت نعمه سوی شجعیت
می کشد جوابش اول اینست که کلیات همه بنسبت افراد خود کلی باشند چنانچه از بای نسبت دم
بشهادت مفهوم هویدا است وبذات خود در مرتبهٔ وجود آنها نیز جزئی اند یعنی متشخص ومتعین اند
پس همین تشخص وتعین مراد است وزیاده ازین نه درین اضافت بکار ست نه در اضافت
دیگر چه تعریف وتنکیر همین تعین وعدم تعین را گویند دویم اگر همین جزئیت است لازم آید
که در اتممت علیکم نعمتی نیز همین طور را تمام مراد باشد ودر سرور انبیا
علیهم السلام وامتیان فرقی نماند واز خطاب علیکم کلیت مجموعی گرفتن تحکم است چه بشهادت
سیاق وسباق مراد ازین نعمت خود این دین ست وظاہر است که مجموعه دین بهر
هر کس است نه اینکه پاره از ان بهر این کس است وپاره بهر آن واز تخصیص احکام اگر تکلف کرده
جوابی برآورده شود مانع را کدام مانع است مثل آنکه گفته که حضرت سرور کائنات علیه الصلوات

toobaa-elibrary.blogspot.com

والتسلیمات هم مخاطب جمله احکام نشد چنانچه از خصائص نبوی صلعم ظاہر است
علاوه برین تحدد وجود نبوی صلعم که از ضروریات امکان است چنانکه دانی دلیلی دیگر
است بر امکان نظیر چه امثال موجود متناہی از غیر متناہی که ایجاد جود منبسط خداوندی است
غیر متناہی قطع توان کرد الغرض تقریرها کل معلومه که بکل نبوی صلعم نیز از ان ست کار آمدنی
انشاء الله این مضامین چند بکمال عجلت بطور پریشان نوشته ام اگر چه همه گوش خورده انعزیز
اند مگر باهم تنکیر آنها خالی از فائده نخواهد شد انشاء الله فقط پس ازین گوش بهنا کنند که سخنی دیگر میگویم
جزئی بجزئی مجرد است مفهومش در تحقق خود اگر چه همچو جازی بجازی فرید محتاج دو کس است
یکی فاعل دوم مفعول مگر فرق فیما بین مجرد ومزید نیز مرعی باید داشت القصه در مجازات فاعلیت
باشائبهٔ فاعلیت بجانب دگر هم باشد ودر جزاء مجرد فاعلیت بجز یکطرف نبود چون برین فرق
نظر گذاریم واختصاص مجازات بکافران محل تامل نمیاند تفصیل این اجمال آنکه مومن را
عبودیت وعبدیت ضروری است ودر مقام عبدیت وعبودیت قرب فرائض رو نماید
یعنی بمقابله ثمرات قرب نوافل که همچو بی یبصر وبی یسمع از ان تعبیر فرموده اند ثمرات دیگر
بحصول انجامد که اگر تعبیر کنند یبصر الله بالعبد ویسمع الله بالعبد
توان گفت الغرض در مقام عبودیت بنده را بذات خود رضائی ورغبتی نبود رضا
او همه رضاء مولی بود وهمچو تن ودست ویا وچشم وگوش بیکاری از کارهایش بهر خود نبود

بهر خدا تعالی بود اندرین صورت جزا بمعنی عوض که محصل مجازات است
چگونه صورت بندد که این بمعنی خواستگار کاری است که ناز اعضا خود بظهور آید بلکه
کسی دیگر کرده باشد آری اگر جزی بجزی را بمعنی کفی ملکفی گیرند بجای خود باشد چه
پاس ضروریات تن و اعضا خود بدل هر کس ودیعت نهاده اند و این پاس و
لحاظ میدانی که بدرجه غایت است و از پاس و لحاظ ضروریات دیگران بمراتب
فزون غذا و دوا و جامه و مکان هر قدر که بهر تن خود مطلوب است آنقدر
بهر دیگران نیست مگر چنانکه مومنان از رضا و رغبت خود برخیزند بلکه رضا و رغبت
خود را در رضا و رغبت خداوندی فنا کنند همو لقدر کفار رضای مستقل و رغبتی
جداگانه دارند که نظر بران همه کارهای اوشان بهر خود بود نه بهر خداوند کریم و از انجا
که جان و تن ما همه از آن خدای ذو الجلال است و موافق و ما خلقت الجن و
الانس الا لیعبدون ما همه را بهر عبودیت آفریده اند که مستلزم
فنا رضا و رغبت است این رضا و رغبت مستقل اصل همه معصیت ها و
بیخ جمله ذنوب و سیئات بود لاجرم مجازات اوشان منحصر در عذاب بود احتمال
ثواب نبود و چون مجازات خود منحصر در اوشان بود بالضرور نفس مجازات هم
قطع نظر از اضافت کلی منحصر فی فرد واحد بود بالجمله اگر بنظر دقیق بنگریم نفس مجازات

در کفار

در کفار بلکه در عذاب بجای خود است ورنه بنظر ظاهر بدلالت قرائن مقام الحاق قید
بالسو مصحح این حصر میتوان شد آنچه از صحت و سقم تحریر خود پرسیده اند که بجواب
مولوی اکبر بعد نوشته اند جوابش بجز آفرین و تحسین چه گویم مگر بغرض شرح و تفسیر
سخن آنعزیز من هم سخنی میگویم شدت کیفیات اگرچه بوجه تضاعف و اجتماع
کیفیات باشد چنانچه از روشن کردن یا آوردن چراغی دگر بعد روشنی چراغی
در مکانی هویداست لیکن این اجتماع مصحح اطلاق مثل نتوان شد البته تصحیح مفهوم تضاعف
ضرور نیست وجه این دعوی اینست که مماثلت از اوصاف هیاکل است و صفات
اشکال در ماده و ذی شکل قطع نظر از هیاکل و اشکال این اوصاف را مجال نیست
البته مراتب اشکال و هیاکل را جا یافتی نسبت مختصر اینست که بحیثیت اطلاق مماثلت نیست
البته بحیثیت تقیید و تقطیع که همان شکل باشد امکان تماثل است و چون نباشد
در تماثل تجانس ضرور نیست و این امر بعد تقطیع البته متصور است میتوان گفت که این قطع
مماثل آن قطعه دیگر است و سید آنکه در مرتبه اطلاق این امر مفقود است ورنه اطلاق
نباشد پس اگر در ماده هم تماثل باشد بالضرورت نظر بر تقطیع و تقییدی بود و در
مرتبه اشتداد اگرچه اجتماع و تضاعف است لیکن اشکال در مرتبه ضعف که موصوف
بمثلیت بودند فنا شدند و شکلی تازه که مصداق شدت است پیدا آمد بالجمله

toobaa-elibrary.blogspot.com

اکنون تعدد لازم تثلیث برخاست وحدت صرفه ماند که محل تثلیث توان شد البته
این مرتبه در ضعف مرتبهٔ اول باید گفت فقط

بسم الله الرحمن الرحیم

مخدوم و مکرم نیازمندان سلامت — بنده کمترین محمد قاسم سلام مسنون عرض مینماید والانامه
رسید بمطالعه اش معلوم شد که آنمخدوم را این بار از مناظره انکار است خدام جناب را
مبارکباد مقتضای دانش دوراندیش همین بود اگر این قصه بپایان نمیرسید تماشائیان را
معلوم نمیشد که کدام بر سر باطل و کدام بر سر حق است الا بمعنی غیر شاید کیست الا موجود الا الله
اشاره بحیثیت متشابه را از محکم کرده اند و در تحقیق این نسبت و غیر از که در میماند مگر از انجا که
احباب ما شربی دارند که درین بیت اشاره بان رفته — اگر صلح خواهی نخواهیم جنگ
وگر جنگ جوئی ندارم درنگ - احباب را گنجایش دست و گریبان شدن بجناب نماند
اکنون سخنی دارم قابل التفات امیدوارم که بغور و تامل خواهند دید و مثل آن نامه که
بجوابش سرفراز فرموده اند بی غور نخواهند لذا است ان ماینست که پس از مشاهده آلودگیهای
خویش بگناهان گوناگون و استماع غلغلهٔ حسنات جناب نه یارای اقرار طی مراحل
نزاهت به نسبت خویشتن است نه گنجایش انکار به نسبت جناب مگر چون مفهوم سلوک
بان خبیر است که این کار کار قوهٔ عملیه است نه کار قوهٔ علمیه اگر فهم غلط کار در کار است

فهم

اینهم از ان قبیل باشد که گفته اند — این ره که تو میروی بترکستان است
ناگوار خاطر مباد اگر آن مخدوم در فهم خود نگاه غور خواهند فرمود و اندیگر اشتباهات نشان
خواهند رسید معلوم خواهد شد که فهم ضروریات این راه و اشارات بزرگان کار جناب نیست
کار دیگران است و دیگران اگر اهل فهم اند هر چند سراپا گناه باشند بهمین فهم سلیم مقبول اند و فتن
که این نسبت یا قرار دوری ایشان در مقابله همچو قرب بدان ماند که گفته اند دوران
باخبر در حضور و نزدیکان بی بصر دور اکنون تهذیب اوشان دیگران را با همه نالشایستگیهای
خویش همچو معاملهٔ طبیب حاذق باشد که خود مبتلای هر گونه امراض مهلکه بود مجانرا بلب
آورده باشد مگر از امراض و بیماران را چه ضرر از صحت جاهلان توانا چه سود اتباع عشق
چنانکه موجب حیات است اتباع جاهلان توانا سامان ممات این همه مضامین را
بغور دیده مهر سکوت بر لب نهند و بار دگر دم تشنیع نزنند سلسله جنبانی خصومت
رسم جاهلان است خود را از علما شمردن و باز این کار کردن نیز بیدادیست
تهذیبیان اگر اینکار کنیم بجاست این بار بگذاشته ایم ورنه مکنونات خود را العبد بپیرایه
نصح و غیره کشیده بضمن نظم و نثر تقدیم جناب میتوانیم کرد انید چند رباید بود و لیکن باید بشود
و این اشعار را بتامل ملاحظه باید فرمود

یروعوننی بالعیب وهی سلاحهم
ضلال الخصوم اللائمین تضرنی — ولا زیغهم فیما اذا انا مهتدی

عیانا فلو علموا ادا الی المرمی عینی

toobaa-elibrary.blogspot.com

عصا المرء یکفیه وان لم یکن به — من السم شیء کل افعی واسود
فایاک ایاک المهو فاننی — کما قال حسان لتهدید معتدی
لسانی وسیفی صارمان کلاهما — ویبلغ ما لا یبلغ السیف مزیدی

مخدوم و مکرم من جناب مولوی عبد العزیز صاحب دام مجدکم کمترین خلایق محمد قاسم تسلیمات مسنونه عرض می نماید عنایت نامه سامی ناگاه رسید یارب این چه ماجراست که آن مخدوم فکر ارتفاع اختلاف دارند خیر هر چه باشد درین زمانه بنده را فرصت این کار نیست اگر اجازت باشد به مولوی فخر الحسن یا کسی دیگر از احباب خود بنویسم از انجا که حق طلبانرا در استفسار از همراهان عار نباشد میدانم که این گذارش بمعرض قبول خواهد رسید اگر چنانکه میپندارم همین است فبها و رنه با بخیر و شما بسلامت عافیت طرفین بخیر باد باقی ماند اینکه وقت مکاتبه سالقه بحث از وحدت وجود خارج از بحث بود در حیرتم افگند یا میدانستم که مبادی مقدمات مباحث پیش آمده خارج از بحث می باشند مخدوم من خارج از بحث اگر بود ذکر امتناع نظیر و اثبات ان و رد امکان نظیر مقابله تحذیر بود در نامه اول من بیاد خدام هم دادم مگر از ان محل نا شنیده گذشتند و بیوجه نوبت تا دور رسانیدند چون اینچنین مباحث دور و دراز بادنی هیجان و کمتر تحریک زیر قلم آمدند مارا دماغ ان کجا که قدم باز پس نهم رد بدان سو کنم احباب

دیگر

toobaa-elibrary.blogspot.com

دیگر این مهم را بانجام خواهند رسانید انشاء الله اکنون سخنی بطور نصح که حق هر مسلم است، عرض میکنم ناگوار مباد ظاهر شرع را اصل باید داشت و متشابهات را بهر خدا و رسول صلی الله علیه وسلم و راسخان فی العلم باید گذاشت به نسبت متشابهات امثال ما و شما ایمان بحقیقت آن کافی است اما در پی تفتیش کنه حقیقت نباید شد که تا بکنه آن هیچ اذهان ناقصه نتوان رسید بسا است که مردمان ایمان خود درین تحقیق در بازند عابد را از معبود و خالق را از مخلوق جدا باید داشت آن عین این نتوان شد و کلمات بزرگان را اگر موهم خلاف این مضمون برآیند اول تاویل باید کرد و اگر نتوانند باید گذاشت و بقدر باید فهمید که آنچه فهمیده باشند بجا باشد مگر آنچه بفهم ما می آید غلط است بالجمله بهر کلمات بزرگان و پاس آنها ظاهر قرآن و حدیث را بسوی آنها نباید کشید بلکه کلمات بزرگانرا بسوی آنها باید برد چون با متشابهات خداوندی و نبوی صلی الله علیه وسلم چنین میکنیم با متشابهات بزرگان چرا نکنیم ما نابکاران همچنین میکنیم وحدت وجود و لا موجود الا الله همه را حق میدانیم و ظاهر محکمات شرع را از ان هم برتر ما اینهمه حسب رسائی فهم ناقصه دیدیم که اینها همه متعانق و متوافق اند اصلا تعارضی نیست آری بعضی بزرگان یا در غلبه حال سخنی گفته اند که موهم عینیت است یا سقطا اشاره شان چیزی دگر است و پیراهن الفاظ چنانکه باید مطابق بر معانی نیامد از مسامحت

نظر سرسری نقطی بجای نقطی بر آمد زیرا که فرصت ندارم لغرض تحقیق محصول نقل
علی الغیر بلفظ خط مولوی محی الدین خان صاحب روانه میکنم

فقط تمام شد

toobaa-elibrary.blogspot.com

نکات نیز — بسم الله الرحمن الرحیم — از علوم قاسمیه

لا یسئلون الناس الحافا بدانکه سائل چه سوال بر دیگری می‌باید یعنی بر دیگری پیچیده چیزی
می‌طلبد و آنکه برای دیگر سوال میکند در حقیقت آنرا سوال نباید گفت بلکه آن سفارش
و شفاعت است سوال آنست که برای خود از کسی چیزی طلب نماید و لیس و چون الحاف گفته
سوال پیچیدن سائل بر دیگری و در پی او افتادن ضروری است در سوالی که برای غیر باشد گو
بظاهر همچنین و در پی او افتادن بوقوع آید اما بنظر تحقیق سوال نتوان گفت آری صورت
سوال است و فی الحقیقت سفارش است مگر سفارش ممنوع نیست بلکه مشروع و مطلوب
و مستحسن است بنظر بر لفظ الحافا که از الحاف بمعنی پیچیدن است بیان حقیقت سوال است
نه قید بیگانه و حاصل آنست که آنان از مردمان سوال که عبارت از همین پیچیدن و در پی او افتادن
است ها هیا شند نمیکنند بلکه بعضی از ایشان بطور سفارش سر بر میزند از مصدوره نفی سوال تحقیقی
نه نفی الحاف فقط تا کید ظاهر معلوم میشود + ان تبدوا الصدقات فنعما هی و ان تخفوها الخ مرا آنکه
در صدقه فرض و دیگر فرائض مثل صوم و حج اعلان بهتر است و در صدقه نافله و عبادات نافله
اخفا بهتر است سرش آنکه عبادت در اصل همین تذلل است که در فرائض مطالبه از طرف او
رسیده و در تذلل بهتر همین است که در مجمع باشد تا نفس کافر کیش از رعونت از هم پاشد و بر مغز
و کبر او انکسار گردد و در خلوت ظاهر است که انسان سجده میکند چه پیش مجمع که می‌ناز بر خاک مایل

دشوارتر است از آنکه این سجده ریزی در خلوت و تنهائی بکار آید و در عبادات ناظر بر وی میکنند
از طرف خود میکنند و این زیاده بر بسط و بست خیالچه نقض نقل خود شیر تابان است و در بن اخطاء
و تفصیل ترفیع بسوی نو نشیتن است نظر برین انتفاء آن مناسب آمد تا از انتساب بکبر که منافی عبودیت
است محفوظ مانند * واتخذوا من مقام ابراهیم مصلی یعنی پس از مقام ابراهیم مصلی سازید و مقام را
مقدم دارید و چه تقدیم مصلی آنست که مصلی امام از همه مقدم میباشد و تقدم این از پس او و در جای
بزرگان نباید ایستاد و مصرع بجای بزرگان نباید نشست * ویقتلون النبیین بغیر الحق
یعنی انبیا را ناحق قتل نموده‌اند و در لفظ بغیر الحق اشاره است باین معنی که این قتل انبیاء علیهم السلام
از ایشان دیده و دانسته بوده نه در عالم بیخبری چه اگر بجای بغیر الحق لفظ ظلم می‌فرمود درین
اشاره بکار نمی‌آمد چرا که ظلم شبیه به ظلمت است چنانچه الظلم ظلمات یوم القیمة بهمین معنی است
پس در صورت اختیار این لفظ مفهوم میشد که قاتلان هر چه کرده‌اند در ظلمات جهل و نادانی کرده‌اند
و ظاهر است که این امر چندان قابل مواخذه نیست چه عذر نادانی در بر دارد و چون این
اسلوب کلام واگذاشته به لفظ بغیر الحق تعبیر فرموده‌اند گویا دستاویز این معنی بدست آمد که این
فعل ناکردنی از ایشان عمداً سر زده و در خور سزای شدید گردیده * خالدین فیها در این آیه
بعض جاهلان را اعتراضی بدل آید و خلجانش از هم باید دران اینست که مومنان را خلود جنت
و کفار را خلود نار به عوض اعمال محدوده که همین دار دنیا بوده از ایشان بوقوع آمده بظاهر دور از انصاف
بوده

است جوابیست که هر دو فریق را بقدر زمانه صدور اعمال که همانا زمانه حیات ایشان است
در جزاء و سزا بهره دوزخ و جنت می‌باید و تا تقابل زمانه محدود با غیر محدود لازم نمی‌آید و هر گونه ظلم
نمیشد جوابش اینست که سوء فهمی را علاجی نیست اگر فهم و انصاف باشد نه جای اعتراض است
بر هر کس و ناکس هویداست که ایمان و اعمال و افعال نیک باشند یا بد باعتبار زمان و مکان و فاعل و مفعول
و آمر و مامور اتمامه متفاوت المراتب ما چه ... که یابانی بزاید زنا را مثلا بنگر که با زن اجنبی هم گناه است
اما با زن اقارب مثل مادر و خواهر و عمه و دختر چقدر زیادتست و چه پایه فراوانی در بزه مندی یافته
وارد علی هذا القیاس زنای جاهل و عالم ———— چقدر تفاوت میدارد و همچنین فرق
خلوت و جلوت ملحوظ باید داشت و تفاوت مکانی را از نظر نباید انداخت کسی نمیداند که در مسجد
و خانه کعبه این امر شنیع چقدر معاصی را فروش دارد بالجمله یک فعل زناست که باعتبار نسبت
مشار الیها به تفاوتهای بی‌پایان از دیر امیرد و چقدر مراتب شده و منصف در حقیقة عصیان
اندوی هر رو کار می‌آید چون اینقدر شنیده شد که در همه امور بنظر حقیقت شناس نظر بحقوق و
تمامات متقابله ضرور است و چون حقوق خداوند را حدی نیست و احسانات بیکرانش را پایانی
نی و چگونه باشد که یک اعطاء وجود سرمایه جمله نعم آمده و همگی کمالات وجودیه در پی او رسیده
و نبوده را زیر فرمان خود کشیده ... ناشکر غرائی او نظر باین انعامات غیر متناهیه چه پایه زشتی در بر داشته
باشد و همچنان النفیه المراد چقدر ثمرات بی‌پایانه را همراه خود داود ... پس خود مومن بجنت و کفار

toobaa-elibrary.blogspot.com

بنا بر همین حکمت و صواب است باز گوئیم که چون مؤمن ایمان آورد و تسلیم جمله احکام کرد و کافر کفر ورزید
و از انقیاد سر تافت و تکبر ورزید آن مستحق انعامات ابدی و این مستوجب سزای سرمدی گردید و چون
نباشد که احکام خداوندی را شمار نتوان کرد لاتعد و لاتحصی نتوان گفت نظر برین اگر مؤمن را به نعمتهای
جنان ابد الاباد نواخته وارث نعیم مقیم گرداند و کفار را جاودانی دائمی انداخته ببلایای عذاب
دوزخ بسپارد نه خیلی زیبا بود و تصویر این مضمون بعنوان دیگر اینست که چون مؤمن سرمایه سعادت
بدست آورد و ایمان و تسلیم زیرا احکام غیر متناهیه فرد فرد و دیگر میان تخم ایمان در مزرع دلش بس
مستحکم گرفت و ریزان حال ثمر منتج همیشگی گردید که علی مر الدهور و الاعصار همین سان زیر فرمان
واجب الاذعان ماند و تمامی احکام را بجا آورد و همچنین تخم ظلمات کفر انجنان نشو و نما گرفته
که اگر حیات دائمی یابد از اطوار کفر باز نایستد لهذا خلود جنت برای مؤمنان و دوام نار کفار
ثمره همین کیفیت راسخه باشد که همواره همراه ایشان است بالجمله بهر طور که خواهی بگو این جزا و سزای
دائمی از بهر مؤمنان زاهد و نزار و کفار فجار بس مناسب و مطابق حکمت بالغه است تا کارخانه حکم و مصالح
برهم نشود و افعال آن حکیم علی الاطلاق از قانون حکمت بدر نشود   اذ قالت الملائکة یا مریم
ان الله اصطفاک و طهرک و اصطفاک علی نساء العالمین   عقیده مسلمه اینست که نزول وحی آسمانی
بجز نبی بر دیگران نشود و نبی از مردان بود نه از زنان و ازین آیه شریفه بظاهر چنان مفهوم میگردد که بر حضرت
مریم علیها السلام وحی آمد نظر برین باید که نبوة حضرت مریم ثابت شود و نزد قرآنی پارینه است و نبوة حضرت

مریم علیها السلام مسلم نیست که این منصب خاصه مردانست   جواب وحی بر دو قسم است یکی وحی
احکام که وابسته بتبلیغ است و آن مخصوص بانبیاء علیهم السلام است و دیگر غیر احکام مثل الهام و اخبار و بشارات
و این از خصوصیات نبوة نیست و درین آیه همین قسم ثانی مراد است نه اول و قرینه تخصیص قسم ثانی در آیه
شریف موجود است مگر فهم نکته سنج می باید تا باین بشارات خفیه ره نماید و تدبر اکنون سخن دیگر باید شنید
از جمله اصطفاک علی نساء العالمین وهم افضلیت حضرت مریم علیها السلام بر تمامی زنان عالم میل میزاید
و این خلاف عقیده اهل اسلام است چه نزد ایشان جگر گوشه حضرت رسول الله یعنی حضرت فاطمه رضی الله تعالی عنها
در مجموعه حضرت شهود که یعنی حضرت صدیقه مطهره رضی الله تعالی عنها بالیقین از حضرت مریم افضل اند
ازاله این خلجان اینست که هر فضل را از ظروف و متممات و متعلقات خود ناگزیر است گو مذکور نبود
اما مراد و در مقصود خیالچه جاوی انه هر چند از بیان مکان و زمان در کوب بعدم ذکر به علة جمعیت
و بیان تنهائی او معتبر خالی است اما این قیود همه وابسته و دامان اوست چون اینقدر گوش کردی بشنو
که همچنین فضل اصطفا که بمعنی چیدن و برگزیدن چیزی از متعدد است بمعنی فضیلته چنانکه مشهور است
گو چیدن چیزی مر یکی را باز لزوم فضیلت لازم آید از قیود مثل اینها چاره نبود نظر بقاعده مذکوره چون
علت اصطفا را تجسس کردیم همین تولد مسیح یافتیم مگر ظاهر است که تولد مسیح بزمانه خاص است
نه اینکه همگی زمانه را فرا گرفته نظر برین مضمون که از اصطفا فهمیده میشود حضرت مریم را به نسبت زنان
همان زمانه باشد نه به نسبت زنان هر زمانه و جمله عالم باز گوئیم که جزاهم به فضیلته تا و تفسیر مطلق

خود است فیما بین الذین از ان همین زمانه حال باشد نه ماضی و استقبال چنانچه بر مجاوره دانان مخفی
نیست منها قوله نجواهم اصطفاء مربیا به نسبت بآن زمانه حال مراد باشد نه جمیع ازمنه و اقسام
لا ریب فیه ریب نکره ایست در سیاق نفی افتاده و فایده عموم و استغراق میداده مقتضای این کلام
اینست که به نسبت کلام ربانی که عبارت از قرآن مجید است هیچ کس را گنجایش ریب و شک نبود حالانکه فرق باطله
از طرف قرآن آنقدر در ریب و شک افتاده اند که زیاده از ان چه باشد مشرکین عرب شعر و کهانت میگفتند
روافض نقص و تحریم الله بایش مثانی دانند باز این نفی ریب استغراقی چگونه درست نشسته باشد جوابش بگوش
هوش باید شنید که منشأ ریب و شک وقتی عالم لم بود و گاهی خفاء مفهوم آن یعنی که اگر سوزنی باریک
پیش چشم تیز نظری اندازند و او باوجود حدت بصر نظر نیابد نقصان بصارت توان گفت همچنین اسبابست
که ضعیف نظر از اشیاء کبیره نظر نیابد و در مورد اوّلی نقصان مبصر است و در مورد ثانی نقصان نظر
همین سان در عالم معلوم باید فهمید و اذ یاد داشته باشی که هدایت و نظر نیست تنها بلکه از علم و مفهوم
منسوب کردن خطای آنست صفت هر دو میتواند شد در ما نحن فیه هم ریب از نقصان علم ریب کنندگان بر خاسته
هست که اینجا لا ریب فیه فرموده از نقائص این شئ را منزه گردانیده اند و در معارضه و تحدی و ان
کنتم فی ریب مما نزلنا فرموده اند این اختلاف صیغه مبنی بر همین اشارتست که گفته شد هدی للمتقین
هدایت دهنده است مر تقوی داران را نظر برین هدی للضالین میباید گفت هدایت بضالان است که خود در کمال هدایت
باشند چگونه برهمی می نشانند + بشنو تقوی امریست قلبی و صفتی است معنوی که در حدیث شریف

toobaa-elibrary.blogspot.com

التقوی هیهنا اشاره بآن صفت داشتش همین فکر رضاجوئی خداوند اکبر است که همواره دل را
بتیز دارد تا بکار بندی اوامر و اجتناب از نواهی بسر برد هر آن صفت بیتابی را هم مثل صفات دیگر
دو مرتبه است یکی بالقوه دوم بالفعل مرتبه بالقوه را تقوی نام نهند و مرتبه بالفعل را ایمان گویند فرقیکه
درین هر دو مرتبه ملحوظ است همین قوه و فعل است اکنون قدری سخن را دراز میکنم تا که مرتبه بالقوه این صفت
مثل ملکه سمع و بصر و غضب و حلم که در انسان ودیعت نهاده اند مرتبه خلق و جبلت است که در ازل بحذر
طبعیه تعبیر کرده شود و چون این ملکات را تحرک از موطن خود پدید آید هر چه دران انگیزه با متعلق خود او نمود آنرا
جوشش و تحرک را حال گویند و بس ازانکه آن کیفیت ظهور فرمود و طلب هر ما منو ارادة اش خواهند چنانچه
اشتقاق اراده از رود بمعنی طلب و تجسس از همین جا است پس ازان تعلق مراد است هر چیزیکه باشد
چون این عقد تحقق شود نشو آنرا اهتزاز صفت متقین بالقوه مراد اند یعنی آنانکه روز ازل بتقاضای رحمت
یزدانی سرمایه تقوی مر آنان جان شان فرو ریخته و آن شوق و طلب جا که از انام ضرورت اوست و هست
خود باو انجیخته نظر برین منظور باشد که از چنین کسان مر این کتاب سیطالب سرمایه هدایت است و تنبیک مضامین
حقه آن هر گوش هوش شان خوانند فقاد فوراً بتقاضای آن صفت مکنونه خود بهدایت نمیگرایند الحمد +
ان الذین کفروا سواء علیهم ءانذرتهم ام لم تنذرهم لا یؤمنون + سواء حالت مستمره را گویند که از اول
تا امر کیسان بود و در اصطلاح بر تفاوتی بجاید و بهمزه فرآانذرتهم بر اصل معنی خود است که استفهام است
و در اصل منسب از گفتار بر حالتیکه نظر نمود مستمر میرود و این حالت بر انان مبتلا است ایشان برهر فرقی [illegible]

توانستیم را اقرار کرده باشی که ایمان بمعنی آنچه پیش از آن و پیش خود ارشاد می فرمایند که ختم الله علی قلوبهم
و علی سمعهم و علی ابصارهم غشاوه بر آنکه حال قلوب متفاوت است چه اگر کسی را قوی باشد ادراک و زکی است و دیگری
ضعیف الادراک و غبی است و مراتب متوسطه بیشمار افتاده اند همچنین حال ابصار خیلی متفاوت است و بعضی تیز
سامعه که چندان تفاوت نباشد اقرب و ابعد را جمیع گرد هم نیز سمع را متعدد باز بی ادراک قلب به خیر الله را گر بی تمیز
کرد خواه بهر بود یا مرئی با از هر دو امر کسب موجود باشد با هم در ممکن بود به اوجب همچنین ادراک بصری
نیز مقید یک جهت است هر چه در مرئی توانند دید یافت بخلاف ادراک قلب که موجودات که از قبیل امر اخفی است
ادراک کند نظر بر این جمیع قلب و بصر را افراد سمع مناسب افتاده و دیگر آنکه حال قلب و سمع در بعضی امور مشترک بود
چه مدرک سمع که صوت است از خارج می آید و همچنین مدرک قلب از بیرون می آید افسانه سمع را با قلب
خود شنیده باشی بنا بر بعد از هر نظر کشیده شود و ادراک بصری بطور قلب بخروج اشعه بود بنا بر العطف فقط تشبیه
مناسب با این بود که قلب و سمع در ادراک خود مقید بجهتی نیستند بر خلاف ادراک نگاه نوعی مشابهت دارد
ادراک بصر مقصور به محاذات است جمعیت آن هر دو افراد سمع درست گردید و شد و همین که ابصار جداگانه
آورد و علی ابصارهم غشاوه ایراد فرمودند غشاوه که بمعنی پرده است بر آن چشم بس مناسبت دارد تقدیم ظروف
که منبع احساس و ادراک است هر چند بظاهر از عدم ادراک نشان می دهد مگر بنظر باهتمام است یعنی ایشان
از ادراک نا گاه اند چرا که قلب یعنی سمع را بر آن ختم کرده اند مگر از محل یا بوده کرده اند که حرکات ... تره
جداگانه اند ... الکبیر ... و ... با هم ... علمای ...

بسم الله الرحمن الرحیم

بعد حمد و صلوة جواب مستفسرات خود باید شنید بر شخص مراد نفس مراد باشد باعتبار محبت دنیا و غلبه
محبت خدا تعالی بر محبت دنیا و عدم غلبه آن تا این یک نفس را النفس اماره و نفس مطمئنه و نفس لوامه
گویند و این بیان باید که شخص واحد را باعتبارات مختلفه تعبیر و به برادر توان گفت و حاکم داد
را المجانات خصوصه که اکثر و محبت توان خم اند تفصیل این اجمال آنکه محبت با ملائم ملایم است
کم از کم خواهش بدان در دل باشد مگر چون حقیقت امر نیز همین طلب است به کشش محبت نفس را اماره
توان گفت اگر محبوب حسن است عند الله اماره بالحسن و اماره بالخیر و اماره بالطاعت باشد و اگر
محبوبش سیئه عند الله است اماره بالسوء و اماره بالمعصیت بود مگر از آنجا که ایمان را محبت خدا لازم
است چنانچه می فرمایند والذین آمنوا اشد حبا لله و همچنین در حدیث است من احب لله
والبغض لله و اعطی لله و منع لله فقد استکمل ایمانه و احیز فی محبت آب و نان و غیره مرادیات

نفسانی و خواهش آن در نهاد هر کس نهاده اند واجب آمد که وقت تعارض اشارات هر دو محبت
انفس را میلانی یکطرف باشد مگر بعد این میلان دو احتمال است یکی آنکه محبت جانب مخالف در محبت
جانب موافق محو و متلاشی شود و نابود شود بلکه محبت جانب مخالف را اثری از خواهش و طلب جانبی
باقی باشد در صورت اول به اعتبار آن محبت خداوندی است نفس را مطمئنه گویند و اگر غلبه محبت
دنیا است نفس کافره باشد و در صورت ثانی یعنی آنکه میلان بیکجانب است اما محبت جانب مخالف را
اثری باقیست اگر میلان جانب طاعت است نفس را لوامه باید گفت و اگر میلان بجانب معصیت است
نفس را اماره بالسوء گویند و وجه تسمیه اماره همان مطلب است که دانسته شد و وجه تسمیه لوامه آن باشد که
بر جور و توبیخ و ملامت جنانی کار طاعتی بر آید و از معصیت باز نمی آید و نه خواهش طبعی بمعصیت کشیده می برد
و وجه اطلاق مطمئنه این باشد که محبت خداوندی [illegible] زیر و بالا گرفته که تا سیر کت محل
اضطراب نمانده بلکه مثل کنجشکی که گربه اش هر چهار گرفته باشد دست و پا زدن نتواند اینست آنچه که مناسب
اهتمام بود مگر چونکه استعمال این الفاظ مبنی بر اصطلاح است و در اصطلاح بیشتر قلیل و کثیر اختلاف رود هم
اینهم احتمالست که بعض بزرگان معانی این الفاظ را بطور دیگر قرار داده باشند مگر به ما دادها منظور این اصطلاحات
تمامه محبت خداوندی و محبت دنیا مختلف بود لیکن هیچ نگه بود هر دو خواهش در جبله افراد بنی آدم مشهور شاهد
ایمان هر بیهی است در عین حالت المطمئنان الهم است که نفس اماره هم در آغوش تن باشد بر اضمحلال و اختلال شیئی
یکی هم دیگری بی وجود ظرفین مقصود نیست اگر ریزه نمک در چاه بیفتاده و گم شده تا نور کواکب در نور شمس گم گردد این

نتوان گفت که ریزه نمک و نور کواکب معدوم شده نی بلکه مستور شده و محو و متلاشی گردیده و چون اینست
موافق آنکه گفته اند الشیئ اذا ثبت ثبت بلوازمه محبت دنیا یا طلب شهوات را پنهان باشد که اثر بس محسوس
نمود اند مغموره نظر بر حقیقت چنانکه لهیب آب گرم را ماء و بالطبع گویند بر این آن الفاظ را مهیش آرد اگر
حقیقت شناسان نفوس مطمئنه را اماره بالسوء گویند و این اطلاق مجاز طبقه اتو باشد بجا است بر این
تقریر معنی آیه و ما ابری نفسی ان النفس لاماره بالسوء واضح شده باشد و اینهم واضح شده باشد که اهل ظاهر را
نظر بر ظاهر باشد و اهل حقیقت را بر حقیقت اگر اهل ظاهر باعتبار اطمینان محسوس نفس را مطمئنه گویند
منافی آن نیست که اهل حقیقت باعتبار حقیقت نفس اماره گفته اند باینجا می توان گفت که انبیاء علیهم السلام
قبل بعثت در چه حال باشند نفس شان اماره باشد یا لوامه یا مطمئنه جواب اینست که قبل بعثت هم نفوس
ایشان مطمئنه باشند به معصومیت ایشان قبل بعثت از صغائر و کبائر که در بعض تحریرات خود عرض کرده ام
آیا المطمئنان صورة نه مدد اگر کسی را هوس مطالعه اش باشد قاسم العلوم را از مطبع مجتبائی دهلی طلب نماید که
معصومیت از صغائر و کبائر قبل بعثت. بنا بر مخالفت اقوال دیگران مناسب است از آن ثبوت که من تحقیق
معصیت بطور دیگر کرده ام و مشهور بطور دیگر است پس این مخالفت لفظی نزاع لفظیست معنوی
والله اعلم بالصواب و الیه المرجع و المآب جواب سوال دوم تکرار آیه ان تعذبهم فانهم عبادک
بشهادت احادیث صحیحه ثابت است اگر تکرار نیز از آیات خود مخالف صلوة بودی این امر بر قوم مخالفی
ظاهر است که مفروغ نی و مقدسی می خود که این فعل را بر اهانتش گره راهند غرضم اینست که اگر معنی یافته هوای

toobaa-elibrary.blogspot.com

از قرائت قرآن باز مانده و یاد نماید که پیش از این غلط شد لاکدام لفظ است میتوان گفت که معذور است
والضرورات تبیح المحظورات همچنین اگر کسی را بجز یک آیه یاد نباشد و بغرض اتمام نصاب قراءة
بکرات و مرات همان یک آیه را میخواند آنوقت هم توان گفت که ضرورتی متعلق نماز پیش آمد اگر
تکرار نه کند پس کند مگر از آن احادیث را خود معلوم باشد که از تقسیم ضرورات متعلقه نماز وجهه
تکریر نبوی صلی الله علیه وسلم آیه مذکوره نبود اگر بود باین است بود که بطور امتثال این قول صبیر ابتهام
و مادهٔ صدر خویش و او شان به کرات و مرات تلاوة فرموده و ظاهر است که این لحاظ نه از ضروریات
صلوة است و نه از مقتضیات آن تو بی لحاظ آنکه صلوة وقت عجز و نیاز است این عجز و نیاز خاص را
با آن تناسبی بهم رسید و در خود نفس بسلسله آتش گرد هید و امیدوار می بینیم که ملاحظه [illegible] نظم و نسق
قرآنی و محافظت لحن عرب متعلق به نماز است چه رکن اعظم این عبادت است و این امور مذکوره
از مستحسنات آن نظر بر این اگر یکی را دم در اثنای تلاوة قبل از وصول بموقع وقوف انقطاع آید از انقطاع وصل
جدید اولی تکریر کلمه و کلمه جائز بود و همچنین اگر از هست که وقف در موقع وصل و وصل بموقع فصل
در نظم قرآنی همچنان مخل است که کمی و زیادتی الفاظ مخل آن بود کسی ندیده اند که از فصل موصولات
اکثر تغیر معنی بود و همچنین از وصل مفصولات تبدل امر در پیش آید و این تکریر اگر چه بظاهر از قسم زیادتی
است مگر چون رسول الله صلی الله علیه وسلم بغرضی کمتر از آن که اینجا باشد تکریر را روا داشته اند و راه اتباع
شان کار ماست چون روا نبود و دوم چون این تکریر موهم از ترکیب قرآن شنو نیست بلکه به کتابت تلاوة فهمیده

شده و در مرتبه قبول روا شد ورنه امید اجازه انخیال درمی مینم که به نسبت حضرت رسول الله صلعم احتمال
الحاق در قرآن مجید بعمل آید با لجمله اگر دم بی اختیاری بشکست در جواز تکرار بغرض ضم کنم فسادی
بنظر نمی آید بلکه مستحسن مینمایند و بصیرورت تو فکر دران باب خوب نیست والله اعلم جواب سوال سوم
شاه ولی الله در حدیث را معلوم است که روزی رسول الله صلعم بجائی تشریف برده بودند وقت عصر آمد مردمان
حضرة ابوبکر صدیق رضی الله عنه را امام کردند نماز هنوز با آخر نرسیده بود که رسول الله صلی الله علیه وسلم تشریف
آوردند بعد از اطلاع ابوبکر صدیق رض دانستند که حضرة رسول الله صلعم تشریف آوردند باز پس شدند حضرة
رسول الله صلعم باشاره فرمودند که بجای خود باش حضرة ابوبکر صدیق رض دست شکر برداشتند و عقب
رسیدند و حضرة رسول الله صلعم قدم رنجه فرمودند این قصه را دیده میرود امروز بردیم یکی آنکه بحضور حضرة
رسول الله صلعم در نمازی که در پس اقتدای خود حضرة ابوبکر صدیق رض خوانده شود هیچ نقصانی
بجز این نبود که حضرت رسول الله صلعم امام نبودند القصه در جواز این نماز هیچ کلامی نتوان کرد و زیاده
از این چه باشد که خود رسول الله صلعم اجازة دادند و ارشاد فرمودند که بجای خود باش دوم آنکه
مقتدیان را بهر انتظام اصلاح که پیش آید تنبیه امام خود روا است آری بهتر آنست که به تسبیح آگاه کنند
چنانچه تنبه آن قصه که مذکور شد بر آن شاهد است مگر چون امامت و دستگیری امام خود بر وجه اولی
جائز باشد تفصیل این اجمال آنکه هر چند فضائل نمازی که امامش خود رسول الله صلعم باشند مستغنی
البیان لیکن تا هم توان گفت که هیچ درجه امامت رسول الله صلعم در خور فرضیت نماز نیست کسی نشنیده اند که

toobaa-elibrary.blogspot.com

اول امامت از فرائض نماز نیست بازا هست حضرت رسول الله صلعم الخبان نیست که هرگز با
میر قران آمد تا گنجایش تعلیمت عام نظر آید آری قران شریف را چون غور دیدیم دانستیم که همه
قران لایق آنست که در هر رکعت فرض کرده شود چه قراءة قران بعد فاتحه بجا ما جواب
اهدنا الصراط المستقیم حضرت است که از همه اول بارشاد ذلک الکتاب لا ریب فیه هدی للمتقین خطاب
فرموده اند تا دانند که مقصود ما بر آمد غرض الحمد خوانی به نیابت مقتدیان بود و پس از ان قراءة قرانی
بخلافت خداوندی یا مگر همه را هدی فرموده اند نه اجزاء آنرا نظر برین قراءة جمله قران قابل افتراض
بود باز که جمله علم الهی بحصوه فتاب علیکم فاقرؤا ما تیسر منه را دیدیم آن شهادة وجدانی با شهادت
قرآنی بشم آمد ضرور همین تخفیف عباد از حق خود ساقط نمیفرمایند نه اینکه حق خود کمتر بود پس
هر قدر که خوانده شود همه فرض باشد نه آنکه فقط یک آیت فرض باشد بلکه معنی فرضیت یک آیه
همینست که کم از ان مسامحت منظور نباشد نه آنکه استحقاق زائد ندارند و همینست که فقها هم قراءة را
هر قدر که اتفاق افتد بحساب فرض میشمارند و تا آخر فرض یکجا از فرض قیام و قراءة و سجده و سجود وغیره
ملاقی آن میکنانند نظر برین اصلاح قراءة در مقدار هر سه آیه تا بیش تران مقتدیان را درست بود
والله اعلم اینقدر که نوشته شده بجواب سوال ثالث که یکبار نظر بالا دیده شده بود نوشته شد
باز که بغرض تطبیق جواب سوال مکرر سوال نظر انداختیم نظر بر سوال از آسمان جواب تا ریسمان
بر آمد نظر برین حرفی چند دیگر رقم میزنیم که همین دلیل امامت انتقیم نیابت هم میتوان بر آورد

مگر چه باشد همچنین حرکات از طرف مقتدیان خالی از کراهت و آیا نیست چه اصل همینست
که امام مطاع باشد نه مقتدیان اگر این مصلحت اصلاح نماز تلاقی این کراهت نمیکرد و نوبت بدین نمیرسید
لهذا تا مقدور مقتدیان ساکت باشند و بر امامت ماخوذ از قصه امامت حضرة صدیق اکبر رضی
عزه نشوند که این اول بار اتفاق افتاده بی آنکه درین باره از حضرة رسول الله صلعم هدایتی دیده
باشند حسب فهم خود کاری کردند آری در حدیث چون ممانعت مذکور نیست بلکه بظاهر تقریر
مفهوم میشود قول بجواز داده میشود الغرض بخیال احتمال ممانعت مناسب در عدم مذکور شدن آن
احتیاط لازم است و هم محافظت منصب امامت و اقتدا خواستگار سکوت بیش از تشبه که آن خالی
نیست که احتمال فساد نبود تمت بالخیر کتبه الحافظ الکمتر العبد عبد الغنی نمبر بروز جمعه ۱۹ از جمادی الاخری
سنه ۱۳۱۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

بسم الله الرحمن الرحیم

سوالات از طرف بعض علمای مذهب امامیه اثنا عشریه از مرحوم منشی [illegible] بخدمت مولانا محمد قاسم صاحب
نموده شد با برکت جناب مولوی محمد قاسم صاحب سوال اول آنست که لفظ عترت که در حدیث ثقلین واقع شده مراد
ازین کدام کسانند اسماء طیبه آنها را ارشاد فرمایند. دوم آنکه مشهور است از جناب رسول الله صلعم که آنجناب
فرمود که بعد از من دوازده خلیفه خواهند شد آیا این امر نزد جناب معتبر است یا نه. سوم آنکه اشاعره
اهل سنت فرقه قدریه را لعنت کرده و مجوس این امت گفته بکدام وجه و مناسبت میگویند که آن فرقه قدریه
است چه وجهی آنها صفت عدل را همچو ذات باری تعالی شانه همچو دیگر صفات کمالیه اعتقاد کردن نزد
جناب جایز است یا نه بینوا توجروا. جواب بسم الله الرحمن الرحیم الحمد لله رب العالمین الرحمن الرحیم والصلوة
والسلام علی خیر خلقه محمد خاتم النبیین و آله و اصحابه و ازواجه اجمعین بعد حمد و صلوة بنده هیچمدان [illegible] علم
الغیب مالک کون و مکان بجواب سوال اول عرض میدارد که لفظ عترت در لغت بمعنی اقارب است که بسبب
وضع بیکی از اقربا خصوصیتی ندارد و نظر برین تخصیص آن بچند کسان معدود تحکم بیجا است و خطا [illegible] کار
کسانی است که با اهل بیت نبوی صلی الله علیه و سلم سروکاری دارند علاوه برین در حکم [illegible] بودن عترت
نه خصوصیت فاطمه کسان دیگر از عترت است تا سوال تخصیص اجلی [illegible] بنظر در آید وجه این [illegible] تعلیم
رابطه قرابت نبوی است صلی الله علیه و سلم که همه اقارب حضرت صلی الله علیه و سلم را فرا گرفته و در تعبیر بلفظ عترت
مدعا از [illegible] بود که جناب ختمی مآب [illegible] جوامع الکلم شرف فرموده اند و چه اندرین [illegible] بهم

آن کسان میباید گفت تا او ما نشناسیم استشاره ارشاد میباید فرمود و لفظ عترة را با معنی مر سوی طلب بود که این
نقاب بر روی ایشان فرو هشته‌اند تفصیل این اجمال آنکه کلام نبی تکمیل و تهذیب قوه علمیه و قوه عملیه باشد چنانچه در جلو
و ابعث فیهم رسولا منهم یتلو علیهم آیاتک و یعلمهم الکتاب والحکمة و یزکیهم و غیره این قسم آیات با معنی بسیار اند
چه تلاوت آیات و تعلیم کتاب و حکمة بالبداهة ارشاد به تهذیب قوه علمیه منفرد باید و تزکیه اشاره به تهذیب قوه عملیه
مینماید توضیح این اشاره این است که تزکیه بمعنی پاک کردن است و نزد حقیقت شناسان هویدا است که ناپاکی را تا
بقوه عملیه رسائی نیست و بس نظر برین تزکیه یعنی پاک فرمودن هم از آن قوه عملیه باشد تفصیل این اجمال آنست
که قوه علمیه باشد یا قوه عملیه بذات خود بالبداهة از اقسام رجس نیستند اگر باشند مورد و محل رجس معروض
رجس باشند مگر از آنجا که مورد و محل را از موصوف بالذات و منفیض ناگزیر است در پی آن نظر بر تزکیه شناس را
دو اشاره میم چون علم بمعنی صفت کمالی که بها قوه علمیه باشد متمکن نیست وراء فاعل اعنی عالم اگر ظاهر است
سوء منفعل اعنی معلوم است و همین دو چیز نیست سرمایه تحقق علم مذکور که اضافی است با اضافه را ادعا در واد
لاجرم موصوف بالذات مشار الیه نیز یکی ازین دو چیز باشد و بس چه لمضافه اگر ز هر طرف است از هر موت
مضاف یا مضاف الیه است سوم را در او جانشین دست اتحاد او از نه کند و جیش دیگران سر نیاز خم نکند تا
توان گفت که دستگاه بیاد دیگران هم نشسته بیاد انتساب وارد مگر اینهم هویدا است که تمام فاعل اعنی عالم
این صفت نتوان بست مدنه قوه علمیه و قوه عملیه که بالبداهة طبعیة واحده است اگر سرمایه رجس فعلیه
فاعل باشد میباید که همه عالمان جهالات پاک باشند و بدیهه مبادیه علوم و حجابه اعمال از قسم رجس باشند مشاق فلک

toobaa-elibrary.blogspot.com

وجه این مبهم طوبی انست که چون علم بمعنی معلوم متمثل قوة بامره طبعیة واحده بر آید فاعلش اعنی عالم
نیز طبعیة واحده خواهد بود و این تغایر و تباین مشهود در مراتب فرد تر از آن پیدا خواهد شد خواه آن
تباین از قسم تباین نوعی بود یا شخصی وجه این اتحاد طبعیه فاعلی بوجه اتحاد فعلی است کیفما کان اتفاقا
و قمر منشاء و مصدر نور بمعنی مابه التنویر است که فعل بمعنی مابه الفعل مراد است همچنان در جانب انفعال
بمعنی مابه الانفعال قیاس کن القصه بحیثیت فاعلیه از مصدریه ناگزیر است اگرچه بحیثیة منفعلیه و مفعولیه
محل و مورد انفعال بمعنی مابه الانفعال باشم چنانکه در ماه می بینیم که بحیثیت منفعلیه از مهر اگرچه ماه مورد
نور است اما باعتبار تنویر ارض لا محاله مصدر انوار است چنانچه هویدا است و چون فاعلیه را مصدریة
لازم افتاد و لازم آمد که فاعل طبعیه واحده هم طبعیه واحده باشد ورنه افسانه مشهوره که اتحاد و اختلاف
لوازم و آثار دلیل اتحاد و اختلاف ملزومات و موثرات میباشد هم غلط باشد و قضیه الواحد لا یصدر
الا من الواحد که پیش نظر مناسب همچو آفتاب روشن است کاذب بود غرض چون صادر واحد
مصدر هم فرد میست ورنه تعدد صادر بدیهی بود انتهی ضرورة اگر منشاء رجسیة قوه علمیه و قوه عملیه عالم
جهل بود میباید که از مبدا تا منتهی عالم گرفته تا کائنات همه از قسم رجس باشند با قیاس آنکه با وجود فرق
امکان و وجوب هیچگونه نتوان گفت که علم و جهل بمعنی مابه العلم و مابه الجهل در واجب و ممکن طبعیه واحده
باشد جوابش اینست که چنانکه نور قمر و کواکب در ذات آفتاب مزه و آئینه های درخشنده عطای آفتاب
است همچنین وجود و کمالات وجود کائنات همه از فیوض آن منبع عین جود است دیگر

که علما بعد از اعطا هم چنان باشند که بود و کسی نمی‌داند که نور قمر و کواکب هم نور است حقیقتش از همین خود
نه بر گردیده آری دو فرق با او در نسبت حقیقیه و طبیعیه فرود آمده یکی آنکه نور در مهر خانه زاد بود و خود صاحب ماه
مستعار است دوم آنکه بضعف تشکیکی که منشأ آن تعبیر از هر است و اختلاط ظلمه انعطاف آن است معانی
و شعاعی که در اصل بود و تبادل رفت سرمایه فرق وجوب و امکان و قدم و حدوث آن فرق اول است
که در اصطلاح قوم بالتعاند ذاتی و عرضی تعبیرش کنند و استاد علم و منشأ انعدام و مستان فرق ثانی
است خاتمه بر بنیاد است با جمله فرق وجوب و امکان و قدم و حدوث مستدعی تعدد طبایع بود و چون
این بنیاد بر سوید یکه منشأ رحمت عالم و عامل بود لازم همه علما و عمال خدا باشد نه یند به حد و لازم معلوم شوند لهذا
مقرر است که سرمایه رحمت جانب متحول بود و گر چنان نبود دیدیم و دانستیم که در این مسلم یعنی با علم با همه
اتصالی که دارای از قوت معدوم بایا کسب هیولی که از قوت عمل برآید در حالت توزیر اشناوجود با قصد است
و نه مسکینم تکلیفی که ذات پاک منزه عندی است از همه اموال مرد و معروض بایاکی هشتیس بس جاری و بار
اقرار انضار آن در قوه عملیه نیز در آمده می‌رود سوال آنکه اشتباه گفتن لازم آمد که معروض حسن نیز قوه عملیه دگر
نمود و سرمایه حسن آن خرمعرا آن دیگر نباشد پس اگر عمل علمی است ما آن جز اراده باشد شکل ایمان و کفر
دیگر نباشد منشأ طهارت و حسن مقبول آن امنی مراد باشد و اگر عمل جوارح است همان معمول حسی باشد
مگر تا دم رونق افروزی جناب هستی مآب صلی الله علیه و سلم از طرف متدین قوه علمیه و عملیه هشته جبل
راه نمی‌یافت که آن مجمع البحرین خود در کار ما بود و بسته فکر ما معذور در بود منظور گزارشتی که بر انگار

toobaa-elibrary.blogspot.com

سامانی گذارند لیکن بر تهذیب قوه علمیه بهتر از قران دیگری نظر نیامده که بنیاد تکمیل نیز فرمان
او فرموده اند البته بهتر تزکیه قوه عملیه خود صاحب قوه علمیه تزکی جبلیت تا منبعث اثرش
ارادات بجنبد و بر نیزه و ارادات بسنجیده خیر فی القصه بر اکتساب احوال مرضیه صحبت
صاحب حالی باید که رضای خود را در رضای مولی در باخته مرکب از هر دو جانب باخته باشند تا بدین
صحبتش همچو آهن پاره که بفیض صحبت آتش دم از انار بزند او هم بر نگ آن صاحب حال گردد
و ظاهر است که درین باره فقط تهذیب علمی کافی نیست ورنه علم آنکه آتش گرم سازد و آب
سرد نماید بهر گرمی و سردی کافی بود و گر ظاهر است که این علم فقط باعث طلب آب و آتش شود
که آنکه گرمی و سردی است خود آله اختیار نتوان شد همچنین اینجا بندار و غلط ما نگار گر چون معیار
سنجیدگی و سنجیدگی احوال و ارادات نبوی است صلی الله علیه و سلم چنانکه ارشاد و قل ان کنتم تحبون
الله فاتبعونی یحببکم الله بایان اشاره و منبر باید لازم آمد که بر کسانیکه از صحبت نبوی صلعم محروم مانده اند
کسانی باشند که از معدن نبوت سر بر آورده باشند امتی بهر اینکار میباید که اولاد و امجاد حضرة نبوت
و اقارب قریبه آنحضرت صلعم گذاشته آیند چه فرع تابع اصل باشد و الدین متبوع نسل
خیالکه از تخم گندم گندم بر آید و از جو جو و از آدمی آدمی زاید و از اسپ اسب همچنان در بنی آدم که
بشاره حدیث الناس معادن کمعادن الذهب و الفضه هم بحکم مشاهده تفاوت اخلاق
که دلیل اختلاف مناشی خود اعنی ارواح است اقرار تنوع انها ضروری است اگر چون این امنیت

اولاد و امجاد حضرت صلی الله علیه و سلم را اشتراک تبعیة با حضرت معلوم نمودی است و همچنان اقارب
قریبه را الحکم قرابة قریبه است لازم آید و فرق شکلی که از تفاوت مواد پیدا آمده از درجه نبوت فرود تر
نشانیده باشند نظر بر حکمت بالغه مصلحت آن دو ده که بیرون کار تزکیه بهر مردمان حصه نبوی معلوم این نگذارند
گذاشته آید لیکن این نوع خصوص یکی از حضرت نبوت با تحصر در افراد چند کرده آید و جواب
حضرت سائل نام او شان نخوانیم از بی تقیید گفتن ضرور نیست که مسقط اشاره احکام طبعیه طبعیة
من حیث هی باشد نه علی العموم حقیقتم اگر درباره علم ابوان ام اشکال معتقد است در مرتبه طبعیة است
و زنان اگر دور بوده اند و آنچه با میشنوا است در مرتبه اصل فطرة و دقیقه غلبه منز احتیاط این بوده از مرتبه
اقتدا ایشان میشوائی افتند همچنان حضرت هم در مرتبه من حیث هی که مرتبه اصل فطرة است متمسک باید
باشند و وقت فساد طبایع آنها بوده مبتلا ناندیم از منصب میشوائی فرود تر اند اینست جواب
اجمالی سوال تحریری که سیلی نفایس بر دارد و اکنون جواب سوال زبانی هم باید شنید مگر
اول تمنای گوش باید نهاد اگر مهمانی در مسلمانی نجانه فرود آید اکرام او نه تنها با طعام معهود نیست
بلکه حمله با احتیاج بحکم اکرام ذمه میزبان است پس اگر از همه اول پیش او دستارخوان بکشند حاضر
برده بنهند و او همه را فرو برده باید که میزبان بحکم ما تنها دیگر بنده و بیاورد نشش قدم سر، با دیگر زیر
لیکن اگر مهمان از شکم سیر شده باشد بشار بده سر رفته میزبان بیاورد این نان آن مهمان خواهد گفت که مرا
هیچ نقد کافی نیست آنچه آورده بود و دیگری که قلیل و کثیر معطل داشته باشد معنی این کلام همین خواهد که

نان دیگر ضرور نیست نه آنکه کمالات و جامه و حقه و این بعلاوه آنی و مکان همه از نان بر آمده پس بر گفتار
حضرت را باید شنید است معروض او شان که در مبدء حسبنا کتاب الله سر زده بقرینه الیوم اکملت لکم کتابا
بر این محمل فرود باید آورد که حاجت کتاب دیگر نیست کتاب الله که بحکم آیه و نزلنا علیک الکتاب
تبیانا لکل شیء جامع علوم است کافی است و درین حالت شده مرض نباید که جا بجا غلط از حضرت نبوت
مآب صلی الله علیه و سلم سر بتی گشته اقعدها خبابا که سر رفته میزبان بر نان دیگر حفاظه شفقت
مهمان بود همچنان بعد تمامی نزول قرآن مجید بوده انگه جامع العلوم است ابتهر اهتمام خوبی بوجه
شفقت بوده نه بوجه ضرورت شرعی وریه ارشادات قرآنی مثل و نزلنا علیک تبیانا لکل شیء و الیوم
اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی همه الفاظ بیمعنی باشند نعوذ بالله با قیماند اینکه اگر قرآن بعنیت
حاوی جمله علوم بود اهتمام خوبی علم بر تحریر کتابی دیگر بوده شفقت باشد چه معنی داشت و اگر حاوی
جمله علوم نبود تبیانا لکل شیء و غیره چه معنی دارد جواب این شبهه اینست که علوم قرآنی دو قسم است
انشائیات که بنا بر احکام دینی باشند و اخبارات که از قسم عقاید و قصص هستند مگر بدیهیات
که علوم ضروریه همین احکام و عقاید اند و قصص بهر تائید قبول احکام باشند و بس بکتابی که بمرز تحریر
جناب ختمی مآب بنوا استند پس از آنکه قرآن را تبیانا لکل شیء اعتقاد کنیم خالی از این نیست که
یا غرض تفصیل احکام باشد که با جمال و کلیه در معرض بیان آمده اند یا غرض ایضاح حقایق عقاید
و شق ثالث اگر هست اینست که معتقد باین عقاید و متمثل باین احکام کدام کس هستند از اصحاب

toobaa-elibrary.blogspot.com

وا اتباع و نیز هم تفصیل احکام را اگر ضروری بنداریم معنی آن این باشد که بر هر فرد افعال بسیار که غیر
متناهی است مقادیر اجناس عالیه فرضیه در وجوب و سنت و استحباب و حرمت و کراهت و ترک اولی و
جواز متساوی الطرفین گشتند و کسی بنداشته که این محال است اگر این امر ضروری بودی باب اجتهاد مجتهدان
بکلی مسدود شدی و نصوص فاعتبروا یا اولی الابصار و لیتفقهوا فی الدین و لعلمه الذین یستنبطونه همگی بیکار و پوچ
بود و چون ضروری نباشد هر که بر اهتمامش نامتناهی از شنفته بود بدیهیست که در ادیان سابقه هم بدین پایه ره
اجمال موجود و پس همچنین تحقیقات متکلمین و محققین صوفیه کرام که در ذات و صفات الهیه بکار برده اند و نه
مرتبه ضروریه قرآن است کسی پندارد که علم ذات و صفات منکشف بر انبیاء ماضیه نبوده و امانت
است و بر انبیاء تحقیقات و تدقیقات مذکوره چندان ضرورت نیست بیان عظمت و جبروت و کبریائی و
جلال و اکرام خداوند تعالی تسبیح و تحمید او تعالی البته بسیار در خیال است زیاده از آن چه ضرور که آن توسنگانی ها
که بزرگواران ذکر کرده اند اگر بعمل ورده شود در حق افهام عامه همچو غذائی ثقیلی است در حق ضعیف المعده ها
نفعت نداده بل ضرر رساند ... که معتقد باین عقاید و متمسک باین الکلم کرام است و کیست که ره
خود گم کرده سر از اطاعت نپیچد است این مسلم هم نشود ... که تعیین شخصی
و تشخیص حرفی از انبیاء کرام بوده او شان در کتب سابقه و لاحقه داده اند گرده می شد و مادر مقاصد صحیفه
اوشان تمامه تمیز بود ... تسلیم بانبیاء این قسم تعینات سابقه ضروری بود و چون ...
شده ... بانهمه عموم ... بانهمه عموم بخصوص قرآنی است ... عقاید و احکام خود ظاهر است

toobaa-elibrary.blogspot.com

که مانند متکلمین و صوفیه نیز قرآن است و دستاویز مجتهدین نیز همین قرآن اهل بیت را هم
انکار نگماشته اند ورنه انی تارک فیکم الثقلین منتفی بودی انی تارک فیکم الثقلین منتفی بوده چه
قطع نظر از آنکه این خیال مخالف مفاد تمسک است اگر علوم اهل بیت را درین باره مدخل بودی
علوم مخصوصه که احادیث اند چه کمی داشتند که از پایه اعتبار ساقط نمودند آری اگر بغور ببینیم
که احادیث تفسیر قرآن است و تاکید ... ما فهمیم منشاء نه دارد دیگر چون منشاء علوم
اهل بیت هم موضع علوم قرآنی باشند نه چیزی دیگر تا علوم نبوی انگیز گشته این علوم را در جنب
علوم قرآنی نهاده اند و بصیغه تثنیه انی تارک فیکم الثقلین داده اند و چون انحصار معتقدات دینیه
قرآنی درباره علوم باطل نمیشود تا بجای مانند عقاید و احکام ظاهر است که قرآن با دیانت و وجود
این عقاید و اعمال بجمیع مراتب کلام ... است و ... اگر غرض اصلی انسان ...
هم داشته ... قرآن ... غیر چه کلیات قرآنی در هر جزئی که ... خواهند شد
مصداق آن خواهیم فهمید و ... در فن منطق اینکه این جزئی تحت کدام کلی ... آورده
غرض خود وجود کلی و آثار او دلیل این است باحکام مراتب جزئیه که منازلات و تخصصات تعینات
کلیات باشند ... دلالت بر وجود کلیات و ... وجود کلیات
علاوه آنست که این محل خاص که موصوف بر انبیاء جزئیه کلیات مذکوره شده مصداق
آن عقاید و احکام است که محمود خدا و رسول صلی الله علیه وسلم است اگر در مراتب جزئیه غلط

کار بیان خبر از امور جاجع طبیعیه قوه علمیه بدیهیه تا آنکه از معلم علوم ضروریه تقصیری یا بوقوع آمده حاشا و کلا
کار آفتاب همین است که عالم را نور بر نور کشد با همه اگر کور چشمی نه بیند او چه کند کار او اعطاء نور بصر است
تنویر عالمست و بس با بعضی بحکم و ما کنا معذبین حتی نبعث رسولا توضیح معلومات خفیه ضرور است انتفاء
نور بصیره ضرور نیست و همچنین بحکم یزکیهم کار فرمائی قواء عملیه مزکیان ضرور است خلق قوه ذمیه اوشان
نیست ورنه نام ضلال و اعوجاج و کفر و فسق از جهان بر خاستی و این امتحان مقصود که لیبلوکم
ایکم احسن عملا از ان خبر میدهد و بمقابله بنی آدم این امتحان خیالیست که بایع حقیقت شناس زر و
نقره را بمهر المسیبان مشتری بر معیار میزند بیکار نیست بالجمله انچه ذمه خداوندی است همه در قران
آمده و اما آنکه طبائع سلیمه دارند بهدایت قرآنی همه را بشناختند اوشان را درباره علوم حاجیه آن
کتاب نمانده که باز ریشه ضلال کج طبعان حضرت نبوی صلی الله علیه و سلم بعزم شفقت تحریرش میخواستند
آری اگر نوبت تحریرش میرسید حضرات شیعه را در تعین خلافت صدیقی مجال دم زدن نمیماند کتاب مذکور
تعیین اوشان فرموده ختم حجت می فرمود شفقت کار خود میفرمود مگر ظهور شفقت را حصول مقصود لازم نیست
از اتمام حجت و شفقت بدایت کج طبعان معلوم درباره حضرت محمدی صلعم چه جهتها و شفقتهاست که بالقسام بیره
والله اعلم بحقیقة الحال انچه میگوئیم بقدر فهم تست مردم انگر حسرة فهم درست زیاده ازین
چه گوئیم که اینهم اگر فهم تست بسنست ورنه دفاتر اگر انبار هم بیکارست جواب سوال دوم
خبر دوازده ائمه لاریب در کتب اهل سنت موجود است مگر نه از ان خبر اتصال زمانی یکی بدیگری

معلوم میشود نه رشدیه خلافت اوشان هویداست اگر از لفظ خلفاء یا ائمه که در ان حدیث
است خلفاء راشدین و ائمه هدی مراد گیرند چنانکه مقتضاء مضاف الیه اصلی لفظ خلفاء و
اقتضاء عرف سابق در لفظ امام است آن وقت ظهور این وجه تفاوت از جهة بر وجود
با وجود حضرت امام موعود سمت اختتام خواهد یافت و اگر بلحاظ آنکه لفظ خلیفه و امام دلالت
بر حکومت دارند از خلفاء و ائمه مطلق حاکم مراد گیرند در اتصال ازمنه اوشان حرجی نیست مگر در
صورت وجود اوشان اقتضاء این خبر در بقاء دین و عزة آن دخلی نخواهد بود بلکه بنظر آن
باید شناخت که منتظر بودند که تا فلان سال دین را قوه و عزت خواهد ماند گو منجمله اسباب بقاء
عزت دین وجود بعضی خلفاء هم مثل خلفاء راشدین اعنی اصحاب اربعه باشند ۞ جواب سوال سوم
معتزله منکر خالقیت خداوندی نسبت افعال اختیاریه مخلوقات اند و ازین سبب این تهمت بنام قدریه
خوردند نظر برین مصداق قدریه بجز اوشان که باشند که خود را صاحب انقدر میدانند علاوه برین
تشبیه بالمجوس که در حدیث وارد است خود بر این ادعا شاهد است مجوس بالمنظور تعدد خالق رفتند
که خالق خیر یزدان را بنداشتند و خالق شر اهرمن را انگاشتند و معتزله و کاسبیان اوشان
بالمنظور تعدد خالق را قرار کردند که خالق افعال اضطراریه که قسم اول است خدا را شناختند و
خالق افعال اختیاریه که قسم ثانی است خود را انگاشتند با اینهمه در بسیاری از روایات بتصریح آمده
که قدریه منکران قدر اند و بدیهی است که همین اعتقاد انقسام خلق افعال در خالق و مخلوق که حاصل آن

toobaa-elibrary.blogspot.com

بوجه چون فهم کنی که صفت عدل خداوندی افتاده موجب الگار تقدیر شد نظر بر این متعین شد که مصداق
این لقب همین فرقه و اتباع ایشان اند   جواب سؤال چهارم   لاریب عدل از صفات کمالیه
خداوندی است مگر کار عدل خداوندی این نیست که حقوق و اموال و املاک و حقوق ایجابی مردمان را
باو ایشان برساند ورنه ما لن خواهد بود نعوذ بالله چه این امر خود موقوف بر تحقق املاک و حقوق ایجابی
او ایشان است مگر همه کس میدانند که مالک الملک حقیقی همون تعالی است بحیثیت مالکیه او تعالی مالکیه جمله
مالکان بمنزله مالکیه مستعیران است بحیث ما کانت لله ملک السموات و الارض لله ما فی السموات و الارض
بر اهل منصوص دلیلی است روشن باقیماند اینکه حقوق ایجابی چیست مرادم از آن منت است که منتی که برای
کسی نهاده آید اجیر و مستاجر و بایع و مشتری هر دو منت کش یکدیگر اند و چون میراث را بحکم
لاتدرون ایهم اقرب لکم نفعا بانفع رسانی مربوط ساخته اند لاجرم شائبه منت در میراث هم
بیان باشد انتقسیم حقوق را از حقوق ایجابیه و حقوق وجوبیه باید شناخت و همین قسم حقوق اند
که باهمت کشاکشی یکی دیگر را تا بحکام و دار الحکومه میگردد و دو مستاویز دست دیگر همان بودن
میباشد بمقابله انتقسیم حقوق قسمی دیگر است که بحقوق انفعالی اگر تعبیر آنها کرده شود زیبا است
مرادم از آن استحقاق حقیر از اغنیاست فقیر اگر بر در امیر رفته دست طلب دراز میکند و منت و سماجت
دگر به در اربی عجز و نیاز و اظهار حقیر حقیقتش را بکار خود می انگیزد این را هم اگرچه سرمایه استحقاق گویند
مگر این استحقاق نه از آن جنس است که مایه داد و گیر تواند شد و باعتماد آن نوشته دادند غیر مکدر چون انقضیه ممهد شد

toobaa-elibrary.blogspot.com

دیگر میباید شنید که خداوند عالم را نه بایع و مشتری توان گفت نه اجیر و مستاجر توان خواند نه وارث
و مورث توان شناخت که مقتضای این همه مفهومات احتیاج است که خداوند تعالی شانه
از آن فرسنگها دور است کسی نمیداند که بایع را بزر و ثمن یا مشتری را متاع عزیز است و مشتری را
احتیاج مبیع موجب انعقاد از طرفین همچنین اجیر و مستاجر محتاج یکدیگر اند و وارث مورث محتاج
مال اگر احتیاج مال واقع و لیکن بر بانسبه حال بنی آدم نمیزد هیچ ملائکه از این علایق کناره
میگیرند اند بضرورة حقوق ایجابی از خداوند تعالی در هم کردن کار خردمندان نباشد آری
تصور حقوق انفعالی در آن درگاه موزون باشی است که انقیاد خود دلالت بر رفعت قدر دارد نه بر عکس آن
تا تامل را مجال باشد مگر چون انتفی نیست کار عدل آن باشد که هر گرا اسباب این متاع دهند او لیمان
ارزانی فرمایند و هر کرا اندر خود اینهمه تصور نمیدند در آتش همانرا اخش گردند اما انرا که حقیقتشان
غازه حسن خداداد بر روی داشت تخلعت فاخره تقوی نوازشتند اما انرا که داغ نکوهش از ازل بر ناصیه
حقیقتشان هیچ بدایود و ملباس نور و فسق و فجور پوشیده از نظر انداختند و همین است معنی لطفی که شخص
ورنه ایه لا یسئل عما یفعل و هم یسئلون را برکدام محمل خواهند نشسته بر فانه دقیق زیاده از این
گفتن نه مصلحت وقت است نه انقدر فرصت بین به که بر همین قدر قلم اندازم   جواب سؤال پنجم
در جواب سؤال چهارم اهل عقل را معلوم شده باشد که مذهب او تعالی اعتقاد وجوب حقوق ایجابی داشتن
از جهل است تعالی الله عن ذلک علوا کبیرا اگر چون این نیست حقوق انفعالی خود در خور آن وجوب

[illegible]

نشیند ورنه واده فرماید را اگر مانع بود با قتضا ندا به کتب علی نفسه الرحمة از این آیه وجوب بمتنازع فیه
فهمیدن دلیل کمال خوش فهمی است جناب عالی وجوب حقوق را که جز حقوق ایجابی نباشد بر خود موجب
وراه موجب علیه ضرورت مقتضای این مسطوره مثبت از این نیست که خداوند کریم بر خود التزام
کرده که انچنین خواهم کرد و گر عاقلی را نمی شناسیم که از مقدار مرشد انجام … خواهند فهمید ورنه تخصیص
رحمت به بود عذاب و غضب هم بحکم عدل قسیم رحمت و ثواب بود اگر واجب می بود هر دو
واجب می بود و شفاعت و دعا و مغفرت و خود مغفرت خداوندی که بمقتضای اسم مبارک غفور و غفار
از اجلۀ صفات کمالیه او تعالی است همه الفاظ بمعنی بودندی علاوه برین موجب حقوق ایجابی
اگر غیر او تعالی است ان کدام نقمه است که بکار او تعالی آورده و اگر خود او تعالی است از نما نفسه
التزام مزبور او را چه اندیشه تا نوبت بمرتبه وجوب رسد به مفاد وجوب همین اندیشه است که در
صورت مخالفه امور و خبر زیر و را آرسانند جواب سوال ششم هر چیز را که خداوند تعالی …
بهر زمانه معین کرده و بید اگر دانش را آن زمانه خاص کرده ازین تخصیص و تعیین سر رشته اختیار
از دست آن مختار مطلق بیرون نمی رود آخر سرمایه تعیین همان اختیار مطلق است که ازلی
است و از صفات کمالیه و قدیمه او تعالی است تعلق منفی مثل ما بره مفعولی دلیل
تحقق او است نه علامت عدم و زوال آن بس انفره مغفور ممکن نیست که او تعالی آن چیز را
بعد از وقت معین انفره هر آینه تعیین علم فعلی جانب وقوع را ترجیح داده نه انکه عدم وقوع را

[illegible]

از حیطه اختیار بیرون کشیده معاذ الله من ذلک القصه مفاد تعیین علمی در عالم این انتظام است
که فلان چیز در فلان وقت بظهور آید و فلان چیز در فلان وقت نه ضرورت ذاتی وقوع آن چیز
ضرورت ذاتی وجود را که ما نا وجوب ذاتی است ضرورت کنه ذات موجود تحقق خود چنان
خواهد که موصوفات لوازم ذاتیه خود را خواهند مثل اربع زوجیت را و ثلثه فردیت را
مگر این امر منحصر در ذات و لوازم ذات او تعالی است زیرا که وجود هم مثل دیگر صفات از دو حال
خالی نتواند شد که مثل حرارت و نور و غیره از صفات محسوسه یا از ذات موصوف بر آید چنانکه در
بادی النظر در آفتاب و آتش می بینیم یا از خارج بدست افتد چنانکه در آب گرم و زمین مشاهده
می کنیم انحصار اوصاف درین دو قسم عقلی است چون وجود نیز بمعنی ما به الموجود یکی از اوصاف
است ورنه اشتقاق موجود از وی چه معنی بود لاجرم او نیز منقسم بهمین دو قسم بود مگر اعتراف داریم که
وجود ممکنات از خارج آمده ورنه اگر از ذوات ممکنات می آمد علت وجود خود ذات ممکنات
بودی و از انجا که معلول از علت منفک نشود لازم بود که عدم را با ممکنات دسترسی نبودی هم
ازلی بودندی و هم ابدی و مراد ما از ذوات آنها همان ما به الامتیاز است که یکی را از دیگر می شناسیم
و ظاهر است که مصداق این تمیز عین وجود نیست که آن خود عام است و جمله موجودات را فرا گرفته
تمیز کار خاص باشد نه عام با قتضای آنکه لحوق چیزی بچیزی خود مستلزم تغایر متناسبین
است و از انجا که لحوق نسبت ایجابی است میباید که متناسبین این نسبت قبل تحقق نسبت

toobaa-elibrary.blogspot.com

بطور بی نصیب از تحقق و وابسته باشند اند پس صورة وجود قبل الوجود لازم خواهد بود چو اشکال اول است
که این حکم باتفاق اهل معقول در ملواد وجود از محمولات است الحوق وجود با موجودات مسبقة وجود را
نمی خواهد ورنه تحقق الشئی قبل نفسه لازم آید و دیدیم آنکه ماهیات ممکنه از انتزاعیات وجود اند نه
نه آنکه وجود از انتزاعیات ماهیات مذکوره ورنه موافق آنکه وجود انتزاعیات مستفاد از منشأ
انتزاع باشد مگر به مثل حرکت جالسان سفینه که خود حرکت سفینه باشد فرق اگر هست فرق
انتساب است که یکی طرف بالذات انتساب دارد و یکی طرف بالعرض و وجود هم انتزاعیات نیز خود
وجود منشأ انتزاع بود فرق اگر باشد همان باشد که گفته شد لازم بود که وجود در تحقق خود محتاج
دیگران میبود نه دیگران محتاج بود و ظاهر است که اینقضیه حقیر غلط است اطلاق وجود بر موجودات
خود بوجه لحوق وجود است و آنهم دلیل است کامل بهر دعوی فکر و چون ماهیات ممکنه از
اعتباریات و انتزاعیات وجود بمعنی ما به الموجودیة شدند و این چنان باشند که تعلیقات نیز
از قسمی صریح که موافق اند قدر و هستند ایشان باشند نه از انتزاعیات نیز بمعنی ما به الموجود باشند تحقق
آنها قبل وجود خود از ممتنعات شد چنانکه تحقق تعلیقات نیز قبل از نور محال است و ممتنع از مقید
و واضح شده باشد که صورة تحقق ماشیتن قبل از انشقاق در اعیان است یعنی در غیر منشأیی انتزاع
و انتزاعیات با مجعولات ممکنه مصدر وجود بمعنی ما به الموجودیة نیستند بلکه وجود امداد از مبدع
که نسبت شان بشاپه نور مطلق است بر شبه تعکیسات
است یعنی از وجود مطلق ورنه ازلی و ابدی یا سرمدی و این حدوث بر اینمعنی حال اشان نمی گردید

گر از انجا که هر وصف خارجی بالضرور است که بخارج بالذات باشد یعنی الموجودات ازو ناشی
شده باشد ورنه تسلسل لازم آید لاجرم ذاتی چنین هم باشد که مقتضای او بی توسط غیری این
وجود باشد و ما هر اضداد خالق و انیم مگر اینهم مقرر است که مقتضیات ذاتیه از انجا که معلولات
ذات باشند و معلول از علت جدا نشود و از ذات موصوف تخلف نکنند و چون عقل سلیم مخبر
محض است منتهی معلومات نیست لاجرم هر جا که موصوف وصف در واقع باشند از
همان حال خبر دهد اگر با هم در واقع ارتباط و توقف یکی بر دیگری است گمان تعقل آن نباشد
که یکی را از دیگری جدا انگشت القصه اگر در واقع ارتباط و توقف است در تعقل هم ارتباط
و توقف باشد چنانکه در ادراک وجوب می بینیم مگر انتزاع ارتباط وجود با موجود ما بعد است
در وقائع زمانیه مقصود است این نتوان گفت که فلان واقعه مخصوصه متعلق بتحقق خود
است مگر آنکه کسی را عقل مدهوش شود نظر برین اعتقاد وجوب وجود ضروره وجود خواه خالق
کائنات چنان و همی غلط باشد که بر بی و چون این نسبت تحقق بمقتضای تعیین علمی ما به
ضروره ذاتی وجود نتوان شد اگر باشند یا نه دوام باشد و چون قسم اخیر هست نقیض آن
فعلیه مدام آن نتقطم باشد نه امکان فرات با وجه اعتقاد تحقق نقیض اعتقاد نفی
آن لازم آید مگر چون دوام همدوش وجوب بالغیر است بعض اوقات اهل فن تقسیم را بجذب
بالغیر و اجب گویند و اهل ظاهر بغلط افتند و همچنان گاهی نقیض او را بجذب بالغیر ممتنع خوانند

toobaa-elibrary.blogspot.com

و اینها هم را موجب اختلاط احکام یکی بدیگری گردد اینجا سرمایه وجوب بذوات وقایع مکونه نیست
اگر هست همان تعیین علمی است پس اگر او را واجب بالذات هم خوانیم وجوب وقایع مذکوره
و بر آن تعیین خواهد بود و بالغیر در اقرار وجوب بالغیر لازم خواهد آمد مگر آنکه چشم بصیرة روشن دارد
میشناسد که وجوب بالغیر و هم امتناع بالغیر معارض امکان ذاتی واجب ممتنع نتوان شد ورنه
معنی بالغیر مانند بالذات گفتن نخواهد بود علاوه برین تعیین علمی خود بذات خود ضروری نیست
اگر خلاف تعیین کرده خود خالقش آن باشد که نقشه عالم را تبدیل فرموده و پس از تبدیل معیار
حق و پیدا ایشان نموده آنکه مخبر عنه پیشتر در ساحة تحقق بود و مخالف آن نقشه عالم در ذهن جدا بوده
مرتسم گشت تفصیل این اجمال آنکه علم بر دو قسم است یکی آنکه مخبر عنه پیشتر از علم در عالم تحقق بود
و بوجه مشاهده او صور مطابقه در ذهن ما مرتسم گردد این را علم انفعالی نام می نهیم دوم آنکه مخبر عنه
از پیشتر موجود نبود و عالم نقشه صورتی تیار شد و مطابق آن چیزی در خارج پیدا کرده آید
و باز آن وجود خارجی مخبر عنه و مطابق علم دیگران شود این را علم فعلی نام می نهیم مثال اول
ظاهر است همه کائنات بیرونی مخبر عنه است در ذهن ما بمشاهده آن صور مطابقه مرتسم میگردد
و همین تطابق معیار صدق است و مقابل آن لا انطباق مدار کذب است و مثال ثانی نقشه عمارات
را هنرمندان که پیشتر از وجود خارجی آنها انجینیر در ذهن خود مرتسم کرده و مطابق آن
بنیاد عمارات نهاده تعمیر مکانات میکنیم قبل از وجود خارجی آنها انطباق یا لا انطباق را درین علم راه نیست

بلکه پس از وجود خارجی معلومات آن موجودات خارجیه را مطابق علم و لا مطابق آن خوانیم
چنانکه در علم اول علم را مطابق و لا مطابق موجودات می خواندیم و چون قبل ایجاد تطابق
و لا تطابق را راه نیست زیرا که هنوز مطابق را نامی هست نه نشانی پس اگر در این نقشه که
همانا علم فعلی است تغیری راه یابد لا مطابقت نتوان گفت تا احتمال کذب باشد و محل تردد بود
و نوبت بسوال افتد آری این امر گفتنی و شنفتنی است که این تعیین علمی بلحاظ تطابق
ضروری التسلیم نیست مگر وجهی دیگر هم سرمایه مردودست آیا فی نظر برین اینقدر معروضست
که آری هست مگر همین فرق تعلیم ناقدرشناسان چه سود علاوه برین وقت را وسعت و تکلم
را فرصت و سامع را فهم باید و اینهمه درین فرصت ضروریست چون اینهمه سامان مفقود است
بر همین قدر قناعت لازم افتاد و الحمد لله ملهم الخیر و السداد و الصلوة و السلام علی حبیبه و آله و ازواجه
و صحبه الی یوم الدین تنبیه همچنانکه امکان شیء چیزی دیگر است و وقوع آن چیزی دیگر و انقلاب علم بجهل کذب اعنی علم
غلط چیزی دیگر است و تبدیل نقشه چیزی دیگر تبدیل نقشه بذات خود ممکن است و در صورت وقوع آن ابطال
لازم آید نه جهل مرکب مگر چون این ممکن واقع نخواهد شد این محذور هم لازم نخواهد آمد مگر ممتنع بالذات
بودن این محذور اگر باشد موجب امتناع بالغیر عدم وقوع خواهد بود نه مستلزم امتناع بالذات آن که
امکان منقلب بامتناع شود زیرا که اینوقت امتناع خطا ممتنع بالذات مذکور خواهد بود نه خطاء او خویشتن
تا ما بالذات میگفتیم و بالغیر نمی گفتیم آنچه خطاء غیر است بالغیر باشد و پیدا است که امتناع بالغیر معارض

اعمال نیست واز عدم وقوع جبر واضطرار آن وقت لازم آید که سرمایه عدم وقوع مقتضاء صفات
باری یا شل تعیین علمی نبود بلکه امری خارج از ذات سرمایه آن گشته شود حاقانی را مراره این سخن نباشد
که آنچه تحت ذاتی صنع خود با التزام خویشتن بر خود لازم می گردانیم موجب اضطرار ما نیست بلکه خود هم
اختیار ماست این التزام خود بوجه تعلق اختیار و اراده باین صنع بوجود آمده و تعلق شی بشی دلیل
تحقق آن شی باشد نه علامت عدم آن چنانکه گفته شد والسلام علی من اتبع الهدی

سوال هفتم چه می فرمایند علماء دین درین مقدمه شاه عبدالعزیز صاحب که در صفحه سیم کتاب تحفه اثنا عشریه
منطبعه مطبع احمدی مسطور است که این کسانی کدام کس اند که جناب مرتضوی برای آنها هم چنین
کلمات می فرمودند تفصیل اسماء این مردمان همه دلالت بحواله کتاب بدرایه فرموده شود و عبارت
تحفه اثنا عشریه این است سوم آنکه جناب مرتضوی و سائر ائمه اطهار در حق نواصب اشقیا بعلاوه
شرارت و بدذاتی و خباثت و بدطینتی آنها و نظر بعلاقه مابین آنها کرده کلمات لعن آمیز در ضمن اوصاف
عامه مثل غصب و ظلم و بغض اهل بیت و تغیر سنت و سحاح احداث بدعات و اختراع احکام
مخالف شریعت و امثال این صفات می فرمودند در اذهان حقیقت کاری نمی شد این گروه بی ادبانه
مجلسیه تا آن همه کلمات را در حق صحابه کرام و ازواج مطهرات خیر الانام فرود آوردند و آن اوصاف
را مطابق عقیده فاسده خود منطبق بر آنها ساختند و ندانستند که چون تصریح نام آن گروه بجز حقیقه
وقته و لعنته فرمودند انتهی بلفظ التحفه سائل امیدوار است که بمتابعه هدایت تفصیل آن اعلام فرموده شود

اول اسماء آن کسان که جناب مرتضوی برای آنها میفرمود آنچه در عبارت است دوم تفصیل
اشیاء مغصوبه که از آنحضرت چه چیز غصب شده که برای غاصبان چنین کلمات میفرمود و
اسماء غاصبان سوم تفصیل بدعات که کدام بدعات بوقوع آمده که مرتکبان آنچنین کلمات
صادر شد و در صفحه ۲۰۸ کتاب تحفه مرقوم است که نزد اهل سنت هیچ مرتکب کبیره ولعن جایز نیست

جواب سوال هشتم در اصطلاح سنیان نواصب اعداء اهل بیت را گویند و اعداء اهل بیت نزد
سنیان مروان و پدرانش و اکثر اولاد او و امثال ایشان از بسیاری از عباسیان هستند چنانچه عبارت
تحفه هم از صفحه دوم که نشانش حضرت سائل داده اند بر همین قدر گواه است اگر حضرت سائل چند سطر
بیشتر نظر می افگندند نوبت به سوال از ما نمی رسید باقی تفصیل اسماء ایشان اگر بانغرض است
که در هفت لعنت مکنون خاطر حضرت مرتضوی علیه السلام اشاره و کدام کسان بود این امر خود قابل سوال
نیست چه حضرت مرتضوی و حضرات ائمه اطهار نام کسی بر زبان مبارک نیاورده اند تا تعیین اسماء ایشان
در کتب بحواله شان مرقوم می شد و اگر بانغرض است که موصوف باوصاف مشار الیها کدام کسان
از مروانیان و عباسیان بوده اند آنهم خیلی از لیاقت سوال دور است یعنی این امر هم قابل سوال نیست
آنهم قابل سوال است اینست که کدام کدام کسان موصوف باین اوصاف نبودند زیرا که اکثر مروانیان
و عباسیان ظالم و بیدین بوده اند طریقه خلافت راشده را گذاشتند و بر جهدی بر رسم قیاصره نمودند
بلکه طریق ظلم و جور را افزودند باقیمانده اینکه آن کدام چیز است که از حضرت مرتضوی غصب شده این

toobaa-elibrary.blogspot.com

وہمی است ما نمی فرائد کہ حضرت سائل عبارت تحفہ را بغور ندیدہ اند و در ان عبارت ذکر ظلم مطلق است خصوصیت
ظلم بر حضرت مرتضوی نسبت با جاہی این سوال ما شد و بدقت شان زیادہ ازین چہ باشد کہ مجوب گویان
خلفاء ثلثہ او دوستان ہر گوینہ یا بدگوئی اہل بیت باشد قبلہ ہمہ خودساختہ بودند اکثری از جہلاء
مشام ہمو شکہ دانی ہر دان زبان از دہان بر آوردہ بدگوئی اہل بیت روی خود سیاہ
می کردند و امیر حسن بصری و ہمی عبد الرحمن سبا اہل کوفہ بدشنامہا بہ خلفائے ثلثہ و دیگر
اصحاب کبار و ازواج مطہرات و دین داران خود را اتباع می کردند نہ زجر و توبیخ مرتضوی بر ایشان
انیطرف کارگر شدند نہ تشدید اصحاب کبار در حق ایشان انطرف بعلیہ عقاد والکنون قصہ جواز لعن
و عدم جواز آن باید شنید لعن با و بیان اشہار مثل لعنت اللہ علی الکاذبین لعنت اللہ علی الظالمین
باتباع سنت خداوندی جایز است و لعن بتخصیص اسم در حق اہل ایمان بشہادت آیات متکثرہ
استغفار در حق ایشان بلاگناہی اہل ایمان ممنوع و معصیت در تحفہ اگر در عبارت صفحہ ۳۰۰ کہ رقم فرمودہ اند
با ماسبق و لاحق غوری فرمودند حاجت بہ سوال نمی افتاد فقط والسلام علی من اتبع الہدی اگر اذن
الانصاف است بہر تسکین خاطر گرامی آن استفسار در نہ چہ ہا بدو قتالفا وعدہ بہ بر سر
والعاقل یکفیہ الاشارہ — سوال ہشتم بعنوان اعتراض — اہل سنت ائمہ اور انبیاء میں
فرق کرتے ہیں لہذا حقیقت ہی بیگانہ ہیں زنگیانہ بہر خبر کردن ایمولاست کہ دشمن توان بود
مدرومی یادست — جواب سوال ہشتم جناب عالی دعوی کی بابت لغو خود تحقیق بات میں بیگو

toobaa-elibrary.blogspot.com

اہلسنت کی نزدیک اماموں اور انبیاء میں فرق ہی انبیاء گناہوں سی اور دین و ایمان کی باتوں
اور وحی کی سمجھنی میں معصوم ہوتی ہیں اور امام معصوم نہیں ہوتی اگر امام بھی معصوم ہوا کریں
تو انبیاء میں اور اماموں میں کیا فرق رہ جاتی مگر انبیاء اور اماموں کی فرق مراتب کی مثال
ایسی سمجھیے جیسی طبیب اور معالجہ کرنیوالوں میں فرق ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بمنزلہ عمدہ
تو ماہر حاذق طبیب سمجھیے اور اماموں کو بمنزلہ اطباء حاذق خیال فرمائیے اور قرآن و حدیث
کو بمنزلہ کتب طب جیسا کہ آیہ فی قلوبہم مرض سے یہ بات سمجھ میں آتی ہی کہ جیسی بدنوں میں بیماریاں
ہوتی ہیں ایسی ہی دلوں میں بھی بیماریاں ہوتی ہیں اور آیہ للذین امنوا ہدی و شفاء سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ قرآن شریف بمنزلہ نسخہ روحانی کی کتاب ہی لیکن جیسی یہ فرق بہ نسبت روح اور دل کی
ظاہر ہی ایسی ہی بدن کی بیماریاں بہ نسبت دل کی بیماریوں کی ظاہر ہیں اگر بدن کی بیماریوں کے پہچاننے
میں غلطی اور اختلاف واقع ہو سکیگا تو دل کی بیماریوں کی پہچاننے میں ضرور اختلاف واقع ہوگا اور
بدن کی بیماریوں کی علاج میں اگر دواؤں کا اختلاف اور پرہیز میں فیما بین اطباء خلاف ہو سکیگا تو دل کی
بیماریوں اور پرہیز میں بالضرور فیما بین اطباء روحانی اختلاف اور خلاف واقع ہو سکیگا جواب
دیکھیے ہو حکیم یونانی کی قرابادین اور قوانین کی کتابیں سلف اطباء میں ایک جس کتاب اور
جس نسخہ کو یہ طبیب مسلم کرتا ہے وہ دوسرا رد کرتا ہے اور وہ نہیں تو اور کتب سے وہ علاج کرتا ہے
اور پھر دیکھیے کہ ہر طبیب بہ نسبت اختلاف ہوتا ہے کوئی کچھ دوا تجویز کرتا ہے اور کوئی کچھ کوئی کچھ

کسی چیز میں بیان نہیں کرتا ہی لیکن کوئی کسی چیز میں جب ہادی بنے یہ بھی ہمارا بولنا کہ بیجا خیر دان منشور ادنہ تہا
اور یہیں تک اختلاف ہی تو وہ معانی اس امر کے سمجھانے میں کیونکر اختلاف نہ ہوگا اگر ایک امام کی
نزدیک ایک بات کس معنی بجا ہی اور دوسرے امام کے نزدیک دوسرے معنی کیا بجا ہی جیسی ایس اختلاف سے
اطبا جسمانی ساقط الاعتبار نہیں ہوجاتے ایسے ہی ان اختلاف سے ائمہ کیوں ساقط الاعتبار
ہو جاوینگے با وجود اختلاف مذکور اگر ہر طبیب ہر طبیب ہی رہتے ہیں تو امام بھی امام ہی رہیں حق یہ کہ
بعد امام اور پیشوا ہی رہینگے طبیب اور جاہل اگر برابر نہیں ہوتے تو امام اور عوام بھی برابر نہیں ہو سکتے اگر
نہ امام انبیا کی برابر ہوتے ہیں نہ عوام ان کے درجہ میں ہوتے ہیں اور اگر جہ دونو کی درجہ کی بیچ میں سے
اگر شیعوں کی رائے کے موافق ہمارے یہاں تو تمہیں سب کی سب موافق اور متفق ہو جاتی تو انبیا میں
اور ہو میں کیا فرق رہ جاتا اگر با گمونہ اتفاق بھی کسی تصور ہیں کہ جہان تک انبیا کی رسائی ہی انبیا میں
تک امام کی رسائی ہی یا ایسی صورت میں الٹا ہو جاتا جیسا فرض کیجیے آج کل کی طبیب اور بوعلی سینا برابر ہو جائیں
طبیب جسمانی نے تو موجد کی برابر ہوہی نہیں سکتی امام انبیا کی برابر کیونکر ہو جائیں حضرات شیعہ
بوجہ نارسائی فہم امامون اور انبیا میں فرق نہیں کر سکتی یہ کیا درجہ ان دونو کو ہیں حقیقة
سی بیگانہ ہیں شعر ز بیگانہ پرہیز کردن نکوست که دشمن توان بود و دوست تند
سوالات انطرف مولانا محمد قاسم صاحب بحضرت عالم شیعہ — چہ می فرمایند شیعیان
ہندوستان و ایران در حق حضرات ائمہ که نزد ایشان ہم چو دوازده فرقه بنی اسرائیل

مختلف الشارب نبی از طرز اسلام بیگانه اند یا بیگانه زیرا که چیزی نزد یکی حلال است و نزد دیگر
حرام دلیل این اختلاف روایته نوادر است که مرد آن در کلینی موجود اول از حضرت امام محمد باقر
علیه السلام است و ثانی از فرزند ارجمند شان امام جعفر علیه السلام و حاصل آنها اکرام وران
روایته به نسبت حضرات بجنین ارشاد است تحلون ما تشاءون و تحرمون ما تشاءون ترجمه این الفاظ
امیست ہر چه خواہند حلال سازند و ہر چه خواہند حرام گردانند و در روایته مذکوره این اختیار را تا
بائمه باقیین از ائمه اثنا عشر رسانیده چنانچه می فرمایند ما فوضه الله تعالی الی رسول الله صلی الله علیه
وسلم فقد فوضه الینا تا اینکه از بعض روایات نسخ حضرت امام مهدی علیه السلام بعض احکام میراث
را در کتب ایشان مصرح است پس از این اختلاف معلوم شد که ایشان از دین رسول بیگانه اند مر
بیگانه بودند البته بر یکدیگر انکار می کردند و انقدر اختلاف ارکو نمی داشتند از ینجا معلوم شد که بر یکی
آنچه بدست آمد بلا تحقیق اختیار خود کرده اند که در حقیقت نزد یا فکر آفریده نه اند ہر چه دل
بر ہوا و ہوس بر آن میکشید به سوی او میروند و در حلته و حرمته خواہش خود را پیشوا خود و لا ز نه ارشاد
خدا و رسول صلی الله علیه وسلم بلکه مطابق طرز حضرات شیعه ہمین احتمال می آید معاذ الله با وان
ہمین است که در پی ہوا و ہوس میروند بلکه وحی از خدا می گیرند و پیغام تحلیل می سازند که این
حلال است و آن حرام مگر اول این احتمال مخالف مذہب ایشان است و دوم انبیا ضرورت او شان
امام نماند نبی می شدند چرا که نبی پیغمبر باشد و کار پیغمبر ہمین پیغام رسانی خدا بخلق است

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ انکار کنید و انکار کنید چون انکار با وشان مفوض شد بعد ازو بنوبت رسید نزد خاتمہ
حضرت خاتم پیغمبران صلعم تحریف غلط اگر دانستہ اند نعوذ باللہ منہا تا بجای علماء و پیشوایان شیعہ
پی بحقیقت نبردہ اند چرا کہ از بیگانہ تا یگانہ فرق زمین و آسمان است و از بیگانہ عذر اجتناب
دو واجب شعر ز بیگانہ پرہیز کردن نکوست کہ دشمن توان بود در زی دوست

سوال دوم عدل خدا پر واجب ہی تو آیہ لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون کے کیا معنی ہیں

سوال سوم قوت ارادیہ مثل دیگر قوی اور اعضا مخلوق بشر نہیں مخلوق خالق بشر ہی اس
صورت میں اگر افعال ارادیہ مخلوق بشر ہوں تو یہ معنی ہوں کہ سامان خلق افعال تو سب خدا کا
پر افعال مخلوق بشر میں مخلوق خدا نہیں مگر یہ ہو تو ایسا ہی ہوا جیسا تحقیق کیا فرق ہی کہ زمین
خدا نے اور تخم اور سامان زراعت اور صرف زراعت تو زید کا ہو اور خود زراعت عمرو کی بجائے

سوال چہارم وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ سے صاف ظاہر ہی کہ افعال بشری بارادہ و اختیار خدا
ہیں بعد ارادہ و اختیار بشری افعال اختیاریہ بشر میں خدا کے اختیار کے یہی معنی ہیں
جیسے افعال اختیاریہ بشری ارادہ بشری کے یہ معنی ہیں کہ صورت میں خلق افعال اختیاریہ
بشر کو کرنا اور خدا کو نہ کرنا دور از عقل ہی سوال پنجم واللہ خلقکم وما تعملون میں ما مصدریہ
ہی اور موصولہ ہی تو کنایہ عمل سے ہی اور ضمیر محذوف اوسکی طرف راجع ہی اور حاصل
مطلب یہ ہی واللہ خلقکم وعملکم یعنی ہی حاصل اعمالکم یعنی الصور التی صورتموہا

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہو تو یہ معنی ہوں کہ جو اجسام تمہارے محل افعال ہیں اونکو بھی ہم ہی نے پیدا کیا ہی
اور ظاہر ہی کہ یہ بات اول تو سیاق سے بعید دوسرے اونہیں اجسام کی کیا تخصیص تھی
تیسرے خلق السموات والارض وما بینہما میں یہ مضمون بسط و ضبط کے ساتھ آچکا تھا اس
پیرایہ میں کیسا تھا یہاں پھر دوبارہ کیوں ذکر فرمایا سوال ششم مانع دیدار جہتہ وجود ہی تو تمام
موجودات کا دیدار ممتنع ہو جائی اور جہتہ عدم مانع ہی تو خدا میں جو معطی وجود ہی جہتہ عدم کیسے
ہو سکے کیا معنی اور اگر مطلق کیفیتہ اقتران وجود و عدم ہی یا خصوصیت کیفیتہ اقتران
وجود و عدم ہی تو یہ بات جب متصور ہو کہ خالق کو مثل ممکنات حاصل اقتران وجود و عدم کہیے
مصداق مطلق وجود نہیں مگر حاصل اقتران ہو اور خود مصداق وجود مطلق نہو تو وجوب کی کیا کہیے -
صورت نہیں لیکن ذاتی و صفات عند اللہ ہی ہوگا کیونکہ حقیقت ممکن ہی حاصل اقتران ہی اور
جو یہ نہو تو یا صرف وجود ہو یا صرف عدم یا کچھ نہو پہلی صورت میں وجوب ذاتی ضروری ہی اسکے
وجود پر حمل وجود ضروری ہی اور مقتضائے ذات ہی اور عدم صرف ہو تو امتناع ذاتی لازم ہی
کیونکہ حمل وجود و عدم پر بالضرورۃ اور بالبداہت ہی اور بے واسطہ ممتنع ہی اگر کچھ نہو تو واسطہ میں تعدد وجود و عدم
لازم آئیگا ان بعض ممکنات کی کیفیتہ اقتران ہی نہیں اگر مانع ابصار ہو تو کچھ مضایقہ نہیں
اوسکی یہ معنی ہونگے کہ مثل آئینہ آنکھ بھی مثلاً آواز وغیرہ پر منطبق نہیں ہو سکتی اور وجہ
اوسکی یہی ہی کہ جیسے حاصل اقتران سطح داخل مثلث اور عدم داخل سطح مثلث یعنی سطح خارج

حاصل اقتران سطح داخل دائرہ وخارج دائرہ پر منطبق نہیں ہو سکتی یعنی ہے یا ان ہی حاصل اقتران موجود مسلم جو آئینہ میں ہے اور حاصل اقتران موجود مسلم جو اکثرات وغیرہ میں ہیں باہم منطبق نہیں مگر یہ بات جیسے مطلق سطح کی نسبت دائرہ اور مثلث میں متصور نہیں کیونکہ ہر مقید میں مطلق موجود ہوتا ہے ایسا ہی مطلق وجود اور کیفیہ حاصل اقتران موجود معدوم بعد بشری میں بھی یہ بات متصور نہیں سوال ہفتم مناط ثواب وعقاب اگر امور اختیاریہ میں جیسے حرکات قیام وقعود ورکوع وسجود تو یہ باتیں تو بر ماسبق خیر کو میسر ہیں پھر کیا وجہ کہ درجات اعمال ثواب وعقاب میں باوجود حد و حسیہ متفاوت ہیں اور اگر مناط مذکور کوئی امر غیر اختیاری ہے تو خالق افعال بندگی کیا ماتہ آیا سوال ہشتم تفاوت مراتب حقیقتہ انسانی اور حقیقتہ فرد خیر زیر اگر ذاتی ہے اور یہی صحیح ہے تو یہ تفاوت تو انکی اختیار سے خارج ہے اسلئے اگر تفاوت اعمال ہی ہو تو خالق افعال مبنی کیا چاہتے ہے اور اگر اختیاری ہے تو فرمائیے آدمی گدھا وغیرہ کیوں نہیں ہو سکتا اور گدھا وغیرہ آدمی کیوں نہیں بن سکتا فقط تمت بالخیر

استدراک

متن کتابت میں مندرجۂ ذیل الفاظ مغشوش ہیں یا سہو کتابت سے غلط لکھے گئے ہیں۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ ان کی تصحیح فرمالیں۔

صفحہ نمبر	سطر	غلط	صحیح
۹۵	۲	فتنہ	فتنے
۲۷	۶	ومعہا حذاء و سقاؤھا	ومعہا حذاؤھا وسقاؤھا
۳۲	۶	لأن يمتلی الخ	لأن يمتلی جوف أحدكم قيحا خير له من أن يمتلی شعرا
۳۴	۱۴	ملنے	نہ ملنے
۴۵	۱	محبوبکو	محبوب کو
۴۶	۳	من الشهيد	الا الشہید
۵۰	۸	پھٹ پھٹ	ہٹ ہٹ
۵۱	۶	ذراری المشرکین	ذراری المؤمنین
۹۹	۱۴	تعداد ازواج	تعدد ازواج
۱۰۰	۱۹	نکاح	نکاحِ مؤقت
۱۰۲	۵	جب تک	اس وقت
۱۰۳	۷	مال اسباب	مال واسباب
۱۰۸	۲	اس صورت	اس صورت میں
۲۲	۱۵	زکاہ	زکوٰۃ
۹۲	۴	ما	ماں
۹۳	۱۵	پہلے سے کمنون	پہلے کمنون
۷۶	۱۳	ذات باری تعالیٰ	علم ذات باری تعالیٰ
۷۷	۱۱	مافعلت عن أمری	مافعلته عن أمری
۹۰	۵	عالم کو	عالم کو نعوذ باللہ
۱۳۶	۵	متہم برفض ہے	متہم برفض ہیں
۸۹	۱۳	عالم بھی	عالم رسول اللہ صلعم سے افضل ہی نعوذ باللہ
۱۶۹	۴	یاد اداں	یاد آوراں
۱۸۴	۵	تکفیۃ الاشارۃ	تکفیہ الاشارۃ
۱۶۰	۵	والأرض قبضة	والارض جمیعاً قبضتہ
۱۶۵	۱۵	کفارہا کردند	کفارہا کردند
۱۷۷	۱	مطمئن قلبی	لیطمئن قلبی
۲۰۳	۸	زبر و بالا	زیر و بالا
۱۶۷	۴	فہم تقطی لدنیۃ	فہم نطقی لدنیۃ

طوبیٰ ریسرچ لائبریری

اسلامی اردو، انگلش کتب،

تاریخی، سفرنامے، لغات،

اردوادب، آپ بیتی، نقدوتجزیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com